قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ

للّٰہ الحمد کہ جلد اوّل از حصّہ اوّل

فتوہائے مفتیان لودیانہ کہ در تحقیق حق مثل والد ماجد خود اعنی۔

مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم در

انکشاف عالم مشہور اند۔ اعنی مولوی محمّد صاحب و مولوی عبد اللہ صاحب

و مولوی عبد العزیز صاحب۔

۱۵۹/

مسمّیٰ بہ

فتاوی قادریہ

بسعی تمام و کوشش مالاکلام مولانا مولوی محمّد صاحب لودیانوی

خلف مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لودیانوی

در مطبع قیصر ہند لودیانہ حلیہ انطباع پوشید

بقیمت [illegible] از مسجد دو منزلی طلب باید کرد۔ سنہ ۱۳۱۹ ماہ ربیع الاول۔

فہرست فتاوی قادریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ مسکین محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب لودیانوی بیچ خدمت اہل اسلام کے عرض رسا ہے کہ احوال فرخ مآل اپنے خاندان کا بطور اختصار کے بیان کرتا ہوں اصلی مسکن ہمارے جد امجد یعنی حافظ عبد الوارث صاحب کا موضع لوکھروال ضلع جالندھر میں تھا حکیم و حافظ مولوی عبد اللہ صاحب وانگوہی جو اپنے وقت کے بڑے زبردست عالم اور ولی مشہور تھے جد امجد نے انسے فیض پا کر علم ظاہر اور باطن کے پیشوا ہو گئے خورد سالی میں قرآن اڑھائی ماہ میں حفظ کر لیا تھا قصیدہ بردہ جسکے اشعار عربی زبان میں دو سو سے زیادہ ہیں صرف دو دفعہ سننے سے تیسری دفعہ یاد سنا دیا آپکی کرامات بہت ہیں انتقال کے بعد جب انکو بسبب لحد میں پانی آ جانیکے قبر سے بعد چالیس دن کے نکالا تو کل جسم آپکا زندوں کی طرح نرم پایا خون اور بال تازے ہو رہے تھے آپنے علم ظاہری مولانا مولوی حسن محمد صاحب جالندھری سے حاصل کیا اور علم باطنی آپ نے حضرت لطف اللہ صاحب سے (جو مرزا جان جاناں کے مرید تھے)۔

بیعت کرکے کمال حاصل کیا آپکی صاحبزادی سے ہمارے جد امجد مذکور کا نکاح ہوا اُنسے دو فرزند ہوئے
ایک عمومیم میاں غلام نبی صاحب جنکے تین فرزند ہوئے ایک میاں جی کریم بخش جو حکیم اور مدرس تھے
دوسرے میاں جی عبد اللہ جو علم فقہ میں کمال رکھتے تھے تیسرے مولوی اسمٰعیل صاحب جو دنیا دار عالم تھے
دوسرے مولانا مولوی عبد القادر صاحب ہمارے والد تھے آپکے چار فرزند باقی رہے پہلے مولوی سیف الرحمن صاحب
جو مولوی محمد آفاق کے والد تھے دوسرا راقم الحروف یعنی محمد میرا ایک بیٹا حافظ ذکریا ہے جس نے
بعد تحصیل علوم کے کچھ اوپر تین ماہ کے اندر قرآن شریف حفظ کرکے ستائیسویں شب رمضان کو ایک
رکعت میں کچھ اوپر چھ گھنٹے کے اندر سنا دیا۔ تیسرا فرزند آپکا مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم تھے جنکی
ہمت مردانہ سے فرقہائے باطلہ خصوصاً غیر مقلد اور نیچری اور قادیانی از حد خوف زدہ تھے
اُنکے چھ بیٹے ہیں ایک عبد القادر جو تحصیل علوم میں قدرے ساعی ہے دوسرا حافظ محمد یحییٰ
جو علوم عربیہ میں بھی اُسکو ملکہ ہے اور قرآن کا حافظ ہے عبادت کی طرف اُسکو بہت رغبت ہے
تیسرا مولوی محمد رمضان جو اُس نے علوم عربیہ میں پورا ملکہ حاصل کیا ہے۔ اور چوتھا عبد الرحمن
جو ہدایہ وغیرہ پڑھ رہا ہے۔ پنجم ولی اللہ اور ششم محمد نعیم جو قرآن کے حفظ کرنے میں کوشش کر رہے
ہیں چوتھا فرزند آپکا مولوی عبد العزیز صاحب ہیں جو اس دیار میں علوم ظاہری اور باطنی میں از حد
مشہور ہیں اُنکے دو فرزند ہیں ایک مولوی محمد اسحٰق دوسرا عبد الرشید جو حافظ قرآن ہے۔
اور علوم عربیہ کی تحصیل میں ساعی ہے چونکہ ہمارے والد ماجد ہمہ تن امور دینیہ میں مصروف رہے جس کا
ثمرہ یہ ہوا کہ ابتک اُنکی اولاد میں سے کسی نے انگریزی ملازمت کی خواہش نہیں کی سنا گیا ہے
کہ ایام طفولیت میں آپکو پادرے کے پاس واسطے تعلیم کے سپرد کیا تھا وہاں آپکو کہا گیا کہ یوں کہا کرو
پادا جی کے پیر پڑو یعنی اپنے اُستاد کے پانو پر سر کو رکھو آپنے اس لفظ کو زبون جانکر دوبارہ اُس کے
پاس نہ گئے طالب العلمی کی حالت میں ایک دفعہ آپ جیپور سے دہلی کو آئے کسی نے روٹی نہیں دی اور
نہ آپنے کسی سے طلب کی کئی دن کے بعد دہلی میں اگر کھانا کھایا ایک دفعہ پٹیالہ کے قاضی نے
آپ سے التجا کی کہ آپ سو روپیہ مشاہرہ پر میرے لڑکے کو پڑھایا کرو آپنے وعظ میں رشوت کی تردید کر کے

قاضی کو فرمایا کہ آپکے یہاں رشوت کا روپیہ آتا ہے اگر ہم نے آپکی نوکری اختیار کر لی تو حرام کی
تاثیر ہمارے رگ و ریشہ میں ہو جاویگی تو پھر ہم اپنی باقی عمر کس طرح گذارینگے جب یہ خبر آپکے استاد
آخون عبد الرحمن صاحب کو (جو بڑے زبردست عالم بحر العلوم کے شاگرد تھے جنسے مفتی شرف الدین صاحب
رامپوری جوانشی علموں کو بلا مطالعہ پڑھانیکا دعوی رکھتے تھے خوف کھاتے تھے) پہنچی فرمانے لگے
علم اسیکا نام ہے ہم لوگ تو مثل گدھے کے کتابوں سے لدے ہوئے ہیں ایکدفعہ آپکے استاد نے مغرب
کے وقت مجمع علما میں آپکو امام بنایا آپنے سورہ واقعہ درد آمیز آواز سے جو پڑھنی شروع کی آپ کے
استاد نماز میں زار زار و باواز بلند روتے رہے فرمانے لگے کہ میں ولایتی سخت دل آدمی ہوں میرے
کبھی ایک آنسو چشم سے نہیں نکلا لیکن آج اس شخص کے پڑہنے سے میں ایسا متاثر ہوا گویا حشر
قیامت کا برپا ہے اور جو کچھ اس سورہ میں بیان ہے سب میرے روبرو گذر رہا ہے ایکدفعہ آپ
تہنگ خان قوم افغان کا (جو موضع کوٹلہ متصل رو بڑ رہتا تھا) خلاف شرع حال سنکر جب کھانا آیا۔
آپنے فرمایا اول آپ دعوت خدا و رسول کی قبول کرو۔ بعد میں ہم دعوت تمہاری قبول کرینگے۔
تہنگ خان نے کہا کہ شاہ عبد العزیز صاحب وغیرہ بڑے بڑے عالموں کے وعظ سنی۔ آپ کھانا کھائیں
آپنے جوش میں آکر خانصاحب مذکور کو مخاطب کر کے وعظ شروع کی فوراً متاثر ہو کر تائب ہوا کچھ
زمین بطور انعام کے آپ کو دینے لگا آپ نے انکار کیا۔ اور شاہ زمان کا بھی فہمائش کر کے ایک لڑکی کا
نکاح کروا دیا اور خود شاہ زمان نے مسجد میں آکر نماز پڑہنی جماعت کے ساتھ شروع کی بلکہ چالیس روز
تک پنج وقتہ خود شاہ نے اذان دی۔ ایکدفعہ ڈپٹی کمشنر لودیانہ نے آپکو واسطے تفتیش مقدمہ حول لعل
کے طلب کیا آپنے اثناء گفتگو میں بیان کیا بعض انبیا اور اولیا پر سکر کی حالت غالب ہوتی ہے
انسے خرق عادات زیادہ صادر ہوتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ
عنہ اور پیران پیر رحمۃ اللہ پر یہہ حالت غالب تھی اسیواسطے ان حضرات سے معجزات و کرامات
زیادہ سرزد ہوئے ہیں جسکے باعث غلو محبت میں اگر عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا خدا کا کہکر گمراہ
ہوئے اور اہل تشیع اور بدعتی لوگ زیادتی محبت میں اگر راہ راست کو چھوڑ کر گمراہی میں پڑے -+

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ خادم الطلبا محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لدھیانوی بہیچ خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ جو فتوے ہمارے خاندان کے متفرق ہیں انکو ایک جگہ جمع کر کے لکھا جاتا ہے چونکہ یہہ کل فیض ہمارے والد بزرگوار کا ہے اسلئے نام اسکا فتاوی قادریہ رکھا خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اجر آخرت ہمکو اور اس پر عمل کرنیوالوں کو عطا کرے آمین یارب العالمین

تحریر در تکفیر — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — غلام احمد قادیانی

بعد الحمد والصلوٰۃ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ اکثر جاہل اور نابلد مرزا غلام احمد قادیانی ملحد کو عیسیٰ مسیح گمان کرتے ہیں اور عوام کو بہکا کر بے ایمان بناتے ہیں لہذا اُس کے کافر اور مُرتد ہونیکا حال بطور اختصار حینہ تحریر میں لایا جاتا ہے ✣

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لودیانہ میں آکر سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں دعوی کیا کہ میں مجدد ہوں۔ عباس علی صوفی۔ اور منشی احمد جان مع مریدان اور مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ اور مولوی شاہدین اور عبد القادر اور مولوی نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اُس کے دعوی کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی منشی احمد جان نے مع مولوی شاہدین و عبد القادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اِس شہر لودیانہ میں

تشریف لائینگے اور اُسکی تعریف میں نہایت مبالغہ کرکے کہا کہ جو شخص اُس پر
ایمان لائیگا گویا وہ اوّل مسلمان ہوگا۔مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم برادرم نے بعد
احتمال بردباری اور تحمل کے فرمایا۔اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن
جو بات خدا جل شانہ نے اِسوقت میرے دل میں ڈالی ہے بیان کئے بغیر میری
طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا وہ بات یہ ہے۔کہ مرزا قادیانی جسکی تم
تعریف کررہے ہو بیدین ہے۔منشی احمد جان بولا کہ میں اوّل کہتا تھا کہ اس پر کوئی
عالم یا صوفی حسد کریگا۔راقم الحروف نے مولوی عبد اللہ صاحب کو بعد برخاست ہونے
جلسہ کے کہا کہ جبتک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامل کسیکے حق میں زبان طعن کی کھولنی
مناسب نہیں مولوی عبد اللہ صاحب نے فرمایا کہ اسوقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت
روکا لیکن آخر الامر یہ کلام خدا جل شانہ نے جو میرے اُس موقع پر سرزد کروایا ہے
خالی از الہام نہیں اُس روز مولوی عبد اللہ صاحب بہت پریشان خاطر رہے بلکہ شام
کو کھانا بھی تناول نہ کیا بوقت شب دو شخصوں سے اِستخارہ کروایا اور آپ بھی اسی
فکر میں سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک مکان بلند پر مع مولوی محمد صاحب و خواجہ احسن شاہ
صاحب بیٹھا ہوں تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے
جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آگے آتا تھا اُس نے دھوتی کو کھولکر تہبند کی
طرح باندھ لیا۔خواب ہی میں غیب سے یہہ آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی
یہی ہے اُسیوقت خواب سے بیدار ہوگئے اور دل کی پراگندگی یک لخت
دور ہوگئی اور یقین کلی حاصل ہوا کہ یہہ شخص پیرایہ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے
موافق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی معہ دو ہندوؤں کے لودھیانہ میں آیا
اِستخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہہ شخص بے علم ہے اور دوسرے شخص
خواب میں مرزا کو اس طرح دیکھا کہ ایک عورت برہنہ تن کو اپنی گود میں لیکر اُس کے

بدن پر ہاتھ پھیر رہا ہے جسکی تعبیر یہہ ہے کہ مرزا دنیا کے جمع کرنیکے درپے ہے دین کی کچھہ پرواہ نہیں فی الواقع ان دونوں خوابوں کی صداقت میں مجھے کچھہ شک نہیں مرزا کو سواے انشا پردازی کے اور کچھہ نہیں آتا خصوصاً علوم دینیہ سے بالکل بے بہرہ ہے ورنہ براہین احمدیہ کو قبل از تصنیف بلا تعین ضخامت کیوں فروخت کر کے مال حرام کو اپنے کھانے پینے میں صرف کرتا کیونکہ ایسی بیع شرعاً ناجائز ہے پس جو لوگ اس کتاب کی تشہیر میں عالم کہلا کر مثل عبد القادر وغیرہ ساعی رہے ہیں بکمال درجہ کے نادان اور جاہل ہیں۔ اور قادیانی کا صرف حطام دنیوی جمع کرنیکا مدنظر ہونا بھی اسی کتاب کے فروخت کرنے سے ظاہر ہے کیونکہ تین چار حصہ کتاب مذکور کے چند اجزا میں طبع کرا کے جو فی الواقع دو تین روپیہ کی مالیت ہی دس دس اور پچیس پچیس روپیہ بایں وعدہ لوگوں سے مرزا اور اس کے دلال عبد القادر نے وصول کئے ہیں کہ یہہ کتاب بہت بڑی بنیگی اور باقی جلدیں طبع ہو کر وقتاً فوقتاً ہر خریدار کو پہنچتی رہینگی جب لوگوں سے روپیہ دم دیکر وصول کر چکے باقی کتاب کا طبع کروانا یکلخت موقوف کر دیا کیونکہ اسمیں کوئی صورت منافع کی نہیں یعنے جسقدر مطبوع ہوگی جنسے پہلے روپیہ حاصل کر چکے ہیں انکو بلا قیمت دینی پڑیگی لہذا اس کے بقیہ کو ہم آشیانہ عنقا کرنا مناسب سمجھکر نئی نئی تالیفات شایع کر کے روپیہ جمع کرنا شروع کیا۔ جس روز قادیانی شہر لودیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبد اللہ صاحب و مولوی اسمٰعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کر دی گئی کہ یہہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے مصرعہ برعکس نہند نام زنگی کافور * اور گرد نواح کے شہروں میں فتوے لکھکر روانہ کئے گئے کہ یہہ شخص مرتد ہے اسکی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی راے کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھکر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو مرد صالح قرار دیا [illegible]

نقل اُسکی مولوی شاہ دین و مولوی عبد القادر اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی چنانچہ مولوی
شاہ دین نے برسرِ بازار روبرو مریدان منشی احمد جان و متبعان قادیانی یہ کہکر کہ مولوی
رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے جو اُس کے
اٹکل پچو معنے کرکے زور شور کے ساتھ سُنایا۔

مولوی عبد العزیز صاحب نے اُس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اُڑائیں
مولوی عبد اللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سُنکر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے
ایسے مرتد کو مرد صالح کیسے لکھدیا جناب باری میں دُعا کرکے سو گئے خواب میں معلوم ہوا
کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے اُسی روز
سے اکثر فتوے اُنکے غلط و متناقض یکے بعد دیگرے معرض وجود میں آنے لگے اور اُس تحریر کی
راقم الحروف نے یہ تردید لکھی - یُظہر من ہٰذا العدم

۵۱

انطباق العنوانین بسم اللہ الرحمٰن الرحیم علی المعنونین

بعد الحمد والصلوٰۃ بمکرمی معظمی مولوی رشید احمد صاحب دام فیضہ بعد سلام مسنون الاسلام معروض آنکہ
نوازشنامہ آپکا درباب تعدیل صاحب براہین احمدیہ بجواب تحریر اینجانب پہنچا چونکہ اکثر اقوال جناب کے
میری سمجھ میں نہیں آئے اور نیز سکوت بحکم الساکت عن الحق شیطان اخرس نہیں کرسکتا لہذا یہ
عرض ہے کہ میرے خدشات کے جوابات تحریر فرماویں یا بموجب انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال خدشات
مذکورۃ الذیل کو مقالات حقہ قرار دیں - ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین ٥
قال اگرچہ بعض اقوال میں بادی الرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اسکی تصحیح ممکن
ہے لہذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپنے ایسے امر متبادر معانی کو دیکھکر تکفیر و ارتداد کا
حکم فرمایا اگر تاویل قلیل فرماکر اس کو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا اقول و باللہ التوفیق
توقف کرنا علما کا ایسے مقام میں عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے کیونکہ تاویل کا وہ نام تک نہیں جانتے

دیکھئے علماء اہل شرع نے اسی جہت سے منصور کو مروا ڈالا ورنہ اُس سے ایسا کلمہ نہیں صادر ہوا
جو قابل تاویل نہو لہٰذا آپ جیسے اہل فضل سے تعجب ہوا کہ جو کلمات صرف کفریہ ہیں انکی تاویلات
کے درپے ہوئے بدیدہ و دانستہ اُس کو صایح مسلمان قرار دیکر عوام کو گمراہی میں طرح الدیا دیکھئے
صاحب طریقہ محمدیہ کیا لکھتے ہیں مایدعیہ بعض المتصوفۃ فی زماننا اذا انکر بعض امورہم المخالف للشرع
ان حرمتہ ذالک فی العلم الظاہر وانا اصحاب العلم الباطن وانہ حلال وانکم تاخذون من الکتاب
وانا ناخذ من صاحبہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام فاذا اشکل علینا مسئلۃ استفتینا فان حصل قناعتہ
فبہا والا راجعنا الی اللہ تعالیٰ فناخذ منہ ونحو ذالک من الترہات کلہ الحاد وضلال وازدراء
للشریعۃ الحنیفۃ وعدم الاعتماد علیہا العیاذ باللہ تعالیٰ من ذالک فالواجب علی کل من سمع مثل
ہذہ الاقاویل الباطلۃ الانکار علی قائلہ والجزم ببطلان مقالہ بلا شک ولا تردد ولا توقف ولا
تلبث والا فہو من جملتہم یحکم علیہ بالزندقۃ قال تکفیر مسلم کی ایسا امر سہل نہیں کہ اس طرح
ذراسی بات پر جھٹ پٹ کافر کہدیا جاوے خیال فرماویں کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا
فرماتے ہیں مشکوۃ شریف کی کتاب الایمان میں ہے ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال
لا الٰہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب لا تخرجہ من الاسلام بعمل الحدیث دوسری حدیث ہے کہ جو کوئی تکفیر
مسلمان کی کرتا ہے تو اس تکفیر میں دونوں میں سے ایک ٹھکانا لیتا ہے اقول وباللہ التوفیق
ظاہر معنی اس حدیث کے اگرچہ آپکے کلام کو مؤید ہیں لیکن وہ معنی ہرگز کسی محدث نے مراد
نہیں لی ورنہ جو کفار موحد ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکاری ہیں
کافر نہوسے اور اسی طرح جو لوگ مدعی اسلام اولیاء اللہ کو حاضر و ناظر اور قبروں کو سجدہ کرنا
اپنے اعتقاد میں درست جانتے ہیں کافر نہوئے اور نیز جہاد خلیفہ اول کا منکرین زکوٰۃ پر
اتفاق صحابہ اس تعمیم کو اٹھاتا ہی غرض آیات اور احادیث اسکی تعمیم کو دور کرنیوالی بکثرت
ہیں آپ کو یاد دلانا گویا لقمان کو حکمت سکھانا ہے سو مولانا صاحب اسلام ایسی شے ہے کہ ذراسی
بات کی بات میں انکار کرنے سے باقی نہیں رہتا جو شخص بردہ الہام اور مجددیت میں

پیغمبروں سے بڑھکر برملا دعوی کر رہا ہے اور صدہا آیات قطعیات کو اس ضمن میں پس پشت
ڈال رہا ہے کیونکر کافر نہو قال اور صاحب مذہب سے منقول ہی لا نکفر احدا من اہل القبلۃ
کہ جس کے باعث علمائے تکفیر معتزلہ وغیرہ اہل ہوا سے اجتناب کیا ہے اگرچہ ہفوات معتزلہ
آپ کو معلوم ہیں کہ کس درجہ کے ہیں علی ہذا شیعہ کی تکفیر میں اکثر کو تردد ہی اقول و اللہ التوفیق
معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ جبتک اہل قبلہ سے کوئی موجبات کفر ثابت نہو تب تک انکی
تکفیر کرنی درست نہیں خود صاحب مذہب اپنی کتاب فقہ اکبر میں فرماتے ہیں لا نکفر
مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ اذا لم یستحلہا انتہی بلفظہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر
میں فرماتے ہیں ان المراد بعدم تکفیر احد من اہل القبلۃ عند اہل السنۃ والجماعۃ انہ لا نکفر ما لم یوجد شئے
من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر شئے من موجباتہ انتہی اسیواسطے اہل اسلام نے فرقہائے اہل ہوا کو
جو ضروریات دین سے منکر ہیں برملا کافر کہا ہے صاحب مواقف بعد نقل اقوال اہل ہوا معتزلہ
شیعہ خوارج وغیرہ کی تکفیر و تضلیل کیلئے اہل سنت جماعت سے بلا خلاف صاف نقل
کرتا ہے قال فی المواقف ناقلا عن بعض المعتزلۃ الناس قادرون علی مثل القرآن واحسن نظما و بلاغۃ
ولا دلالۃ فی القرآن علی حلال و حرام وللعالم الہان قدیم و محدث ہو المسیح الذی یحاسب الناس
فی الآخرۃ والیہود والنصاری والمجوس والزنادقۃ یصیرون فی الآخرۃ ترابا لا یدخلون جنۃ
ولا نارا وعن بعض الشیعۃ انہ کفر الصحابۃ بترک بیعۃ علی وکفر علی بترک طلب الحق وقال بالتناسخ
اللہ تعالی جسم فی صورۃ انسان بل رجل من نور علی راسہ تاج من نور کان روح اللہ فی ادم
ثم فی شیث ثم فی الانبیاء والائمۃ حتی انتہت الی علی واولادہ الثلاثۃ ثم الی عبد اللہ والائمۃ
انبیاء وابو طالب نبی فرض طاعتہ والجنۃ نعیم الدنیا والنار آلامہا والدنیا لا تفنی واستباحوا المحارم
وترکوا الفرائض وعن بعض الخوارج کفر علی بالتحکیم وابن ملجم محق فی قتلہ وعن بعضہم انبعث من العجم کتاب
یکتب فی السماء وینزل علیہ جملۃ واحدۃ وعن بعض المرجیۃ الایمان ہو المعرفۃ باللہ ورسولہ وبما جاء من
عند اللہ اجمالا لا تفصیلا فرض اللہ الحج ولا ادری این الکعبۃ لعلہا بغیر مکۃ وبعث محمد ولا ادری

یعنی شیعوں [illegible]

اہو الذی بالمدینۃ ام غیرہ وحرم الخنزیر ولاادری اہو ہذہ الشاۃ ام غیرہا وغسان کان یحکیہ
عن ابیحنیفۃ ویعد من المرجئۃ وہو افتراء علیہ وقال بعد ذکر الفرق الضالۃ عند اختتام عقائد
اہل السنۃ والجماعۃ لانکفر احدا من اہل القبلۃ الا بما فیہ نفی الصانع القادر العالم او شرک او انکار النبوۃ
او انکار ما علم مجیئہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بہ ضرورۃ او انکار المجمع علیہ کاستحلال المحرمات واما ما عداہ
فالقائل بہ مبتدع غیر کافر وللفقہاء فی معاملتہم خلاف ہو خارج عن فننا ہذا انتہی ملخصاً اب آپ نظر غور
سے فرمائے کہ بعض الفرقہائے مذکورۃ الصدر کو صرف آپکے مقلد ہوکر کافر نہ کہیں یہ آپ ہی کا منصب ہے
کہ جو اہل قبلہ قرآن کے اعجاز کا قائل نہو اور دو خدا ہونیکا اور کل صحابہ کے کفر کا اور ابوطالب کی
پیغمبری کا اور کتاب مجسم اپنے پر نازل ہونیکا اور ترک عبادت اور ارتکاب محرمات کو
مضر نہ سمجھنے کا قائل ہو اُس کو مسلمان قرار دینا۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم قال کون قول
صاحب براہین کا ہی جو معتزلہ اور روافض کے کسی عقیدہ کے اور قول کے برابر بھی ہو اور تاویل
صحت کی قبول نہ کرسکے کہ جس پر اپنے ارتداد وقائل کا فتوی دیدیا اقول وباللہ التوفیق الارض
والسماء معک کما ہو محی خلقت لک لیلاً ونہاراً وغیرہ چند اقوال اس کے اس قبیل کے
ہیں کہ تاویل صحت کی ہرگز قبول نہیں کرسکتی اور نیز ورقہ دوم جلد ثالث کے دیکھنے سے صاف
ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص نے آیات قطعیات سے قطعی طور پر انکار ظاہر کیا ہے۔ الغیر اگر قرامطہ
کی طرح دروازہ تاویلات کا کھولا جاوے جیسا کہ شارح مواقف نے نقل کیا ہی حیث قال تحت قول
المصنف وتاویل الشرائع کقولہم الوضوء عبارۃ من موالاۃ الامام والتیمم ہو الاخذ من الماذون عند
غیبۃ الامام الذی ہو الحجۃ والصلوٰۃ عبارۃ عن الناطق الذی ہو الرسول بدلیل قولہ تعالیٰ
الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر والاحتلام عن افشاء السر والغسل عن تجدید العہد والزکوٰۃ
تزکیۃ النفس والکعبۃ النبی والباب علیؓ الی غیر ذالک من خرافاتہم انتہی تو کوئی کلمہ کسی اہل
رد نعا کا کفر کیا گناہ بھی نہیں بن سکیگا قائل ہو لا؟ بلکہ اُس کے معتقدین کو بھی کافر کہہ دیا اگرچہ
وہ لوگ غلط تائید مذہب اسلام کے معتقد ہیں اقول وباللہ التوفیق ذرا غور کرنیکا مقام ہے

کہ کلمات کفریہ نقل کرنیکے بعد اُنکے قائل اور معتقدین کو کافر کہنے سے یہ مُراد لینی کہ اُس کو
محمد اسلام سمجھتے ہیں اور اُسکے ان کلمات پر اعتقاد نہیں رکھتے وہ بھی کافر ہیں یا آپ جیسے ذکی سے
بکمال بعید ہے **قال مولانا** اس صورت میں آنکی تکفیر سے تو شاید کوئی اوّلین آخرین لوگ بنجابت
نہ پاویں جب علماء متکلمین تکفیر معتزلہ کی نہیں کرتے اور خلق اُنکی معتقد ہے **اقول** وباللہ التوفیق
تحقیق ماتقدم سے صاف ظاہر ہے کہ علماء متکلمین تکفیر فرقہاء ضالہ کی کہ جو ضروریات دین سے
منکر ہیں برابر کرتے چلے آئے ہیں اور کر رہے ہیں صرف آپکے نزدیک فرقہاء مقدمۃ الذکر
سب کے سب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ان ہذا الا اختلاق **قال مولانا** علماء محققین نے
اُن کلمات کفریہ میں جو اہل فتاوی نے کفریہ نقل کئے ہیں بھی تامل درباب تکفیر کیا ہے
اقول وباللہ التوفیق بلکہ محققین نے تکفیر کو بپایہ تحقیق پہنچا کر غیر محقق کو تامل کا حکم فرمایا دیکھو
محقق دوانی شرح عقائد جلالی میں کیا لکھتے ہیں حیث قال لا یکفر احد من اہل القبلۃ الا
بما علم فیہ لنفی الصانع القادر المختار او شرک او انکار النبوۃ او انکار ما علم مجئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بہ ضرورۃ او انکار امر مجمع علیہ قطعا آہ فان قلت نحن نری الفقہاء یکفرون بکلمات لیس فیہا
شیئ من الامور التی عدہا المصنف من موجبات الکفر کما ذکروا فی باب الردۃ انہ لو قال شخص
انی اری اللہ فی الدنیا یکلمنی شفاہا کفر قلت حکمہم بالردۃ فی الکلمات مبنی علی انہ یفہم منہ احد الامور
المذکورۃ والظاہر ان التکفیر فی المسئلۃ المذکورۃ بناء علی دعوی المکالمۃ فانہا منصب
النبوۃ بل اعلی مراتبہا وفیہ مخالفۃ ما ہو من ضروریات الدین وہو انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
النبیین علیہ وعلیہم افضل صلوۃ المصلین وقس علیہ البواقی من الکلمات وتامل فیہا لیظہر
لک اشعارہا باحد الامور التی فصلہا المصنف عفی عنہ انتہی ملخصا حاصل ترجمہ اس
عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی فقہاء پر یہ اعتراض کرے کہ بعض کلمات کفریہ جو فتاووں میں درج
ہیں کوئی وجہ کفر کی اُنمیں جو علماء متکلمین نے لکھی ہیں پائی نہیں جاتی جیسا کہ لکھا ہے
کہ جو شخص کہے کہ میں نے خدا کو ظاہر دنیا میں دیکھا ہے اور میں نے اُس سے کلام کی ہے کافر

ہوجاتا ہی تو اس کا کیا جواب ہے محقق دوانی اِس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ قصور تمہاری سمجھ کا ہے دیکھو
خدا تعالی سے کلام کرنیکا دنیا میں رو برو ہو کر دعوی کرنا اعلی درجہ پیغمبری کا دعوی ہی جس سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جو نص قرآن سے ثابت ہی باطل ہوتا ہی اسیطرح باقی کلمات
کا حال ہے قال مولانا روی الطحاوی عن اصحابنا لا یخرج الرجل من الایمان الا جحود ما ادخله
فیه ثم ما تیقن انه ردة یحکم بها وما یشک انه ردة لا یحکم بها آه اقول و باللہ التوفیق اس کے یہ معنی ہیں کہ جس
کلمہ کے معانی میں تردد پیدا ہو یعنے مفتی کو یہ معلوم نہو کہ قائل کی کیا مراد ہے ایسے مقام میں فتوی کفر
کا دینا درست نہیں لیکن جو کلمہ اوپر مراد قائل کے محکم ہو وہ ہرگز مأول نہیں ہو سکتا آپ سے پوچھتا ہوں اگر
آیتہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین حضرت کی شان میں محکم ہی تو قادیانی نا صدق علیہ اس آیتہ کا
کیونکر ہو سکتا ہے اگر ایسے نصوص قطعیہ کو نیز و تر تاویل کلیہ ٹھہرایا جاوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خاتمیت تو درکنار رہی نبوت کا ثبوت دینا اہل اسلام کو متعذر بلکہ محال ہو جاویگا قال مولانا سواد امت
کا اتفاق ترادف وحی و الہام پر صاحب قاموس وحی کا ترجمہ الہام سے کرتا ہی اور بیضاوی وغیرہ نے
واوحینا الی ام موسی کی تفسیر میں الہمنا فرمایا ہی اقول و باللہ التوفیق اصل عبارت کو آپنے نقل نہیں کیا
وہ یہ ہے سواد اعظم علما کا الہام کو مرادف وحی قرار دینے میں متفق ہیں سو اس سے صاف ظاہر ہے
کہ اس نے الہام اور وحی کو باعتبار اصطلاح علما مرادف قرار دیا ہے چنانچہ خود اس نے اسی مقام
میں صراحتہ لکھا ہے اور کس سے سن لیا ہی کہ لفظ الہام کی کتب دین میں وہی معنی کرنے چاہیے
کہ جو کتب لغت میں مندرج ہیں جبکہ سواد آہ حالانکہ یہ امر غلط ہے دیکھئے امام غزالی کیا فرماتے ہیں

قال فی الاحیاء ثم الواقع فی القلب بغیر حیلۃ ینقسم الی ما لا یدری انه کیف حصل والی
ما یطلع علی السبب الذی منه استفاد ذلک العلم وهو مشاهدة الملک الملقی فی القلب
والاول یسمی الهاما والثانی وحیا یختص به الانبیاء والاول یختص بالاولیاء
والاصفیاء انتہی ملخصاً۔ صاحب قاموس نے وحی کا ترجمہ صرف الہام سے نہیں کیا بلکہ الہام کو سلک
معانی وحی میں منسلک کیا ہی حیث قال الوحی الاشارة والکتابة والمکتوب والرسالة والالهام

والکلام الملقی اہ اگر اسیکا نام ترادف ہی تو اشارہ اور کتابتہ وغیرہ بھی مثل الہام کی مرادف ہوئے ان
ہذا لاعجاب اور بیضاوی وغیرہ کا اوحینا الی ام موسیٰ کی تفسیر میں الہمنا بیان کرنا دال اوپر ترادف کی
نہیں بلکہ اس امر پر دال ہے کہ اس مقام میں وحی اپنی معنی متعارف میں مستعمل نہیں دیکھئے صاحب
بیضاوی وحی متعارف کو مقابل الہام کے آیہ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا الایہ کی تفسیر میں
قرار دیتا ہے حیث قال قیل المراد بہ الالہام والالقاء او الوحی المنزل بہ الملک انتہی قال ایک عجیب
بات ہے کہ خواہ مخواہ کلام کو بھول بھل لگا کر بتکلف کفر یہ بنائی جاوے۔ اقول وباللہ التوفیق
مقدمات مسلمہ خصم سے نتیجہ نکال لینیکا نام تو بھول بھل لگانا ہرگز نہیں ہو سکتا ورنہ دلائل الزامیہ کے
قیاسات کو عقیمہ سمجھنا چاہئیے وہو کما ترے البتہ جو شخص اصل عبارت کو چھوڑ کر اور اسکی تائید میں
نقل غیر تام لا کر غلط کو بتکلف صحیح بنا رہا ہے بڑی جانفشانی سے نونہال النقل کو بجائے اصل بھول
بھل لگا رہا ہے قال الہام کو قطعی کہنا قطعیت اسکی کے یہ معنی ہیں کہ ملہم کے نزدیک جو بہت
صاف طرح الہام ہوتا ہے قطعی ہوتا ہے نہ دیگر خلق کے نزدیک بخلاف وحی اہ اقول وباللہ التوفیق
اصل عبارت صاحب کتاب کی یہ ہے اگر آپ کہیں کہ الہام اولیا کا علم قطعی کا موجب نہیں تو یہ
قول آپکا صرف ایک وسوسہ ہے قبل بیان الہامات مصنوعہ کے قطعیت کو ثابت کرنا اور اپنے
الہامات میں فاکتب ولیطبع ولیرسل فی الارض اور انی راض منک اور فانی قد غفرت لک کا
بیان کرنا صاف دال ہے اس امر پر کہ اپنے الہامات کی قطعیت بہ نسبت جمیع خلق اور حجت ہونا اپنا
قطعی طور پر برملا ثابت کر رہا ہے بلکہ ایک مقام میں اس شخص نے اس مضمون کو تصریحاً بیان کیا ہی
ہو ہذا اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو امر بذریعہ الہام الٰہی کسی پر نازل ہو وہ اسکے لئے اور ہر ایک
کے لئے واجب التعمیل ہے انتہی بلخصا آپ کی اصلاحات پر قضیہ کیف یصلح العطار ما افسدہ
الدہر کا مصداق آ رہا ہے اما م ربانی مجدد الف ثانی در مکتوبات دو صد و نہم جلد اول میفرمایند
در رسالہ مبداء و معاد چند فقرہ نوشتہ است در بیان فضیلت انبیاء اولی العزم صلوٰۃ اللہ تعالیٰ
وتسلیماتہ علیہم و معنی فضیلات ایشان را از بعض دیگر چون منشاء آن ہر کشف والہام است کہ

ظنی است ازان نوشتن و تفرقہ نمودن در فضل نادم و مستغفر است چہ دران باب سخن کردن جز
بدلیل قطعی جایز نیست استغفر اللہ و اتوب الی اللہ من جمیع ماکرہ اللہ قولاً و فعلاً انتہی ایضاً در
مکتوبات چہل و یکم فرق درمیان این دو علوم آنست کہ در وحی قطع است و در الہام ظن زیرا کہ وحی بتوسط
ملک است و ملائکہ معصوم اند احتمال خطا در ایشان نیست و الہام اگرچہ بمحل عالی وارد و آن قلب
است و قلب از عالم امر است اما قلب را با عقل و نفس نحوے از تعلق متحقق است و نفس ہر چند
بہ تزکیہ مطمئنہ گشتہ است ہیہات ہر چند کہ مطمئنہ گردد ٭ ہرگز ز صفات خود نہ گردد ٭ پس خطا را در آن
موطن مجال پیدا شد انتہی قال یا احمد یتم اسمک و لا یتم اسمی تمامی کے معنی انقضا و فنا کے لئے جاویں
تو اس تاویل میں کیا حرج ہے دوسرے معنی لیکر کیوں تکفیر کیجاوے کہ خدا تعالی کے نام کو ناتمام
لکھا اور اپنے نام کو تمام بنایا کیوں یہ معنی مقرر کرتے ہو علی ہذا القیاس سب امور جو اپنے کہتا ہے
اسکو ظلال کمالات انبیا سمجھکر آہ اقول و باللہ التوفیق دوسرے معنی اسواسطے لئے جاتے ہیں
کہ یہ مقام درباب مدح ملہم کی ہے نہ درباب عظمت ملہم اور نیز آیۃ یتم نعمتہ علیک و یہدیک صراطاً
مستقیماً بر تقدیر فرض علاقہ اصلیت و ظلیت دوسرے معنوں کو موید ہے اور نیز اس شخص نے دوسرے
مقام میں خود ہی معنی دوسرے کئے ہیں دیکھئے جلد چہارم صفحہ ۵۱۰ سطر ۱۰) یرضی عنک ربک
و یتم اسمک خدا تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے اسم کو پورا کریگا انتہی اب آپ انصافاً فرماویں
کہ ہم باوجود فہم اور علم کے معنی مدلل و مصرح کو کس طرح پس پشت ڈالکر معنی اول اختیار کریں ۔
اگر صاحب براہین آیات انا اللہ لقد ارسلنا الی امم من قبلک و ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ
رمی و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور سورۃ انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر وغیرہ کا
ترجمہ حسب واقعہ کرتا یعنی ماصدق علیہ ان آیات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہراتا اور
انکی القا اور الہام کو بطور فال و شگون نیک سمجھتا تو ظلیت کی تاویل اپنے موقع پر ہوتی اس شخص
نے تو ہر آیت کے ترجمہ میں بالذات اپنے آپکو ماصدق علیہ ٹھہرایا ہے اگر اسیکا نام ظلیت ہے
تو اگر کوئی منکر اسلام مع اعانت فبہدہم اقتدہ و اتبع ملۃ ابراہیم الی غیر ذلک من الآیات خاتم النبیین کے

کمالات کو ظلال انبیاء ماسبق قرار دیکر انکار نبوت کی دلیل پیش کرے تو پھر آپ کیا جواب دے سکوگے
شاید اگر آپ یہ جواب دیں کہ بعض کمالات پیغمبر آخر الزماں کے اس قبیل کے ہیں کہ انبیاء ماسبق میں
موجود نہیں تو پھر علی تقدیر التسلیم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس شخص کے بعض کمالات بھی اسی قسم کے ہیں
کہ وہ انبیاء ماسبق اور خاتم النبیین میں نہیں پائے جاتے جیسا کہ انگریزی فارسی عربی اُردو
زبان میں الہامات کا نازل ہونا اور الارض والسماء معک کما ہو معی و خلقت لک لیلا و نہارا اگے
الی غیر ذلک ما لم یخاطب بہ احد من الانبیاء فیما علم قطعیۃ **قال** مولانا بندہ کا یہ مطلب نہیں ہے
کہ آپ صاحب اور سب لوگ اُنکی ان مقالات کو حق تصور کر دیا اُنکو ایسا ہی اعتقاد رکھو جیسا وہ
کہتے ہیں یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے یہ سب افترا کیا ہے یا اُنکو یہ امور بطور
القاء شیطانی پیش آئے ہوں یا حدیث النفس کی قسم کے خطرات ہوں یا واقعی الہامات
من اللہ تعالی ہوں مگر اُسمیں اُنکی مخیلہ اور ہوا جس کا اختلاط ہو گیا ہو یا اختلاط نہیں ہوا مگر اُنکی
تاویلات کچھ اور ہوں یا حق ہوں اور اُس کے معنی درست اور صحیح ہوں کہ جس سے کوئی امر غیر
مشروع مراد نہیں مگر بہر حال تکفیر کسی وجہ او رشق پر جائز نہیں اگر القاء شیطانی ہی ہو دبے تا ہم
اِس وقت تک کوئی وجہ ارتداد اور تکفیر کی نہیں پیدا ہو سکتی **اقول** و باللہ التوفیق اگر آپکا
یہ مطلب نہیں تھا تو آپ مولوی عبد القادر و شاہدین مریدوں اپنوں کو کتاب براہین کی
ترویج سے کیوں مانع نہ آئے اور جو آپنے احتمالات ستہ مقالات اُسکے کے بیان فرمائے
ہیں اگرچہ فی حد ذاتہا محتمل ہیں لیکن جب آپنے اُسکی ولائت سے انکار ظاہر کیا تو احتمالات
ثلثہ اخیر جو اقسام الہامات سے ہیں ہرگز اس مقام میں جاری نہیں ہو سکتے اور اگر احتمال
اول و اقعی تصور کیا جاوے تو صاحب مقالات کے کفر پر آیۃ و من اظلم ممن افتری علی اللہ
کذبا او قال اوحی الی و لم یوح الیہ شیء بوجہ اکمل دلالت کر رہی ہے باقی احتمال ثانی و ثالث
اگرچہ فی حد ذاتہا مؤدی بہ تفسیق و تضلیل نہیں ہیں لیکن القاء شیطانی اور شہوات
نفسانی کو قطعیات رحمانی قرار دینا کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے بہر حال کلیۃً آپکا کہ تکفیر اسکی

کسی وجہ اور شق میں جائز نہیں جزئیہ کے مقام سے بھی گر پڑا **قال** اور فرمانا کہ دعوے
اُس کا انبیاء سے بڑھکر ہے اس عاجز کی فہم میں نہیں آتا۔ **اقول** و باللہ التوفیق دعوی
الارض و السماء و معک کما ہو معی کا پیغمبروں سے بڑھکر نہیں تو کوئی آیت اس مضمون کی جو
کسی پیغمبر کی شان میں نازل ہوئی ہو پیش کریں **قال** مولانا کسی مسلمان کی تکفیر کرکے
اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ آخروی سر پر لینا سخت نادانی و حماقت ہے **اقول**
و باللہ التوفیق اسیطرح جو شخص اہل قبلہ ہوکر ضروریات دینی سے انکار ظاہر کرے یا او کلمات
کفریہ زبان پر لائے اُسکی تضلیل و تفسیق و تکفیر سے اعراض کرکے مسلمان قرار دیکر
اپنے پر بار جہالت و ضلالت لینا سخت حماقت ہی اسی جہت سے علماء شریعت قدیم الایام
سے اسی طریقہ پر چلے آتے ہیں کہ جب کسی شخص سے کوئی کلمہ خلاف شریعت سرزد ہوا اُسکی
تکفیر و تضلیل کرکے لوگوں کو متنبہ کردیا کرتے ہیں کیونکہ اس توقف اور سکوت میں عوام اہل اسلام کے
عقائد کو سخت صدمہ پہنچتا ہے دیکھئے منصور کو علماء وقت نے باوجود غلبہ حال کے مرتد و الملحد
اگر اسی کا نام نادانی و حماقت ہے تو کل علماء اُمت بموجب فرمانے آپکے سخت نادان و
احمق ہوئے اب زمانہ اعجاب کل ذی رای برایہ و لعن آخر الامۃ اولہا کا بموجب فرمان واجب
الاذعان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگیا اعاذنا اللہ بمنہ و کرمہ **قال** یہ بندہ جیسا
اُس بزرگ کو کافر فاسق نہیں کہتا اُنکو مجدد و ولی بھی نہیں کہہ سکتا صالح مسلمان سمجھتا ہے
اقول و باللہ التوفیق جب آپ اپنی تحقیق ما تقدم میں اُس پر کفر ہی ہونیکا بھی احتمال جاری
کرچکے ہیں تو اب آپ اُس کو صالح مسلمان کس طرح قرار دیتے ہیں اگر بلحاظ بعض
احتمال یہ حکم صادر فرماتے ہیں تو بلحاظ بعض آخر کافر و مجدد اور ولی کے حکم نکالنے میں آپکو
کیا تردد ہے **قال** اور اُنکے ان کلمات کو اگر کوئی پوچھے تاویل اور خود اُس سے اعراض و
سکوت ہے فقط والسلام **اقول** و باللہ التوفیق جو تاویلات آپ بیان کرچکے ہیں اُنپر
جو خدشات میرے ذہن ناقص میں آئے عرض کرچکا ہوں اگر کوئی اور تاویل آپکے ذہن

میں ہے تو اُس کو تحریر فرماویں۔ اور واضح رہے کہ مقالات اُس شخص کے قابل تاویل ہیں کہ
جس شخص کی ولایت میں شک نہو اور دنیا داروں سے از بس متنفر ہو البتہ ایسے شخص سے
اگر کوئی کلمہ احیاناً غلبۂ حال میں خلاف شرع صادر ہو تو اسکی تاویل کے درپے ہونا یا اُس کو
معذور سمجھکر سکوت کرنا اہل تصوف نے اختیار کیا ہے اور تقلید ان کلمات کی اہل تصوف کے
نزدیک بھی ہرگز جائز نہیں امام ربانی مجدد الف ثانی صاحب جلد اول مکتوبات بست و سوم
میں فرماتے ہیں۔ وما وقع من بعض المشائخ فی السکر من مدح الکفر مصروف عن الظاهر وانهم
معذورون وغیر السکاری غیر معذورین فی تقلیدہم لا عذر لهم ولا عند اهل الشرع انتهى ایضاً در مکتوبات
جلد ۲ نوشته بودند که شیخ عبد الکریم یمنی گفته است که حق سبحانه تعالی عالم الغیب نیست
مخدوما فقیر را تاب استماع امثال این سخنان هرگز نیست بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید
و فرصت تاویل و توجیه آن نمیدهد قائل آن شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی در کار است نه
کلام محی الدین عربی و صدر الدین قونوی و عبد الرزاق کاشی ما را بنص کار است نه بفص
فتوحات مدنیه از فتوحات مکیه مستغنی ساخته است حق تعالی در کلام مجید خود را عالم الغیب
خود می ستاید نفی علم غیب کردن از وے سبحانه بسیار مستقبح و مستکره است و فی الحقیقت
تکذیب است مر حق سبحانه غیب را معنی دیگر گفتن از شناعت نمی برآرد کبرت کلمة
تخرج من افواههم فیا لیت شعری ما حملهم علی التفوه بامثال هذه الکلمات الصریحة فی خلاف
الشریعة منصور اگر انا الحق گوید و بسطامی سبحانی معذور اند و مغلوب در غلبات احوال اما
این قسم کلام مبنی بر احوال نیست تعلق بعلم دارد و مستند بتاویل است عبد را نمی شاید و هیچ
تاویلے درین مقام مقبول نیست فان کلام السکاری یحمل و یصرف عن الظاهر لا غیر و اگر متکلم
این کلام مقصود از اظهار این کلام ملامت خلق داشته باشد و نفرت ایشان آن نیز
مستکره است و مستهجن از برای تحصیل ملامت راهها بسیار است بچه ضرورت کسی را
تا بسرحد کفر رساند انتهی پس جب اہل تصوف غیر مغلوب الحال صوفی کے کلمات پر

یہ تشدد فرما رہے ہیں تو علماء شرع ایسے شخص کے مقالات پر جو اہل کفر اور اہل رفض کی تعریف
بسبب نفع دنیاوی اسقدر کر رہا ہے کہ انکو اپنا مخدوم اور سید اور حضرت قرار دے رہا ہے اور جو
اہل اسلام اُسکی کتاب کے خریدنے سے اعراض کرتے ہیں اُنکی مذمت اخبار نویسوں کی طرح
اپنی کتاب میں کر رہا ہے کیونکر تشدد نہ کریں آپکی تحقیق مقتضی اس امر کی ہے کہ امام پنجم بھی
معاذ اللہ صالح بلکہ اصلح مسلمان قرار دیا جاوے کیونکہ ہفوات اسکی عقلی طور پر ہیں یعنی وہ
اس شخص کی طرح اللہ تعالیٰ پر افترا نہیں کرتا کہ میرے پر یہہ کلمات اللہ کیطرف سے نازل ہوئے
ہیں بہر حال اسکو صالح مسلمان قرار دینا اور اسکی کتاب کی ترویج سے مانع نہ آنا آپکا گویا عوام
اہل اسلام کے واسطے جو تاویل کا نام تک نہیں جانتے آپنے گمراہ کرنیکا سامان محقق طور پر از سر نو
پیش کیا انا للہ وانا الیہ راجعون دیکھئے صاحب در مختار نے مطالعہ کلمات ابن عربی سے
کسقدر تہدید نقل کی ہے انشاء اللہ العزیز حضرت احدیت میں ہم لوگ مکفرین مصنوعی
پیغمبر و دجال اور جناب گروہ ماولین میں شمار کئے جاینگے واللہ اعلم و علمہ اتم فقط والسلام
رقیمہ محمد لودہیانوی و عبد اللہ و اسمعیل عفی عنہم - پھر اس تحریر کو ہم تینوں ساتھ
لیکر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں پہونچے
دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے بعد ازاں مولوی
محمد یعقوب صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی
کا بطور اجمال زبانی بیان کیا مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر بطور ظلیت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اسپر ورود الہامات کا ہوتا ہو تو کیا عجب ہے میں نے کہا کہ اگر اہل کتاب یہود
نصاری یہ اعتراض کریں کہ جیسا قادیانی پر بسبب ظلیت آیات قرانی نازل ہو رہی
ہیں ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے بلکہ بسبب اتباع ابراہیم علیہ السلام
کے اُنپر قران بطور الہام نازل ہوا ہوگا تو پھر آپ کیا جواب دو گے مولوی صاحب نے
لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں اور آپ کو

اِسکی تکفیر سے منع نہیں کرتا کیونکہ آپ اُسکے کُل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونیکے
واقف ہیں اور نیز آپنے اُسکی کتاب براہین کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے بعد ازاں ہم نے
تحریر مذکورۃ الصدر کو بتاریخ ۱۴ جمادی الاول سنہ ۱۳۰۱ ہجریہ مولوی رشید احمد کی خدمت
میں بر سر عام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علما و فضلاء نامدار موجود تھے
پیش کیا آپنے فرمایا کہ مجھ کو جہانتک آتا تھا آپکی خدمت میں لکھکر روانہ کر دیا تھا میں نے
عرض کیا کہ جو کچھ آپکی تحریر پر اعتراضات وارد کئے گئے ہیں اُنکو ملاحظہ فرما کر جواب سے
مشرف فرماویں آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہانتک علم تھا میں نے لکھدیا تھا زیادہ اِس سے
مجھ کو علم نہیں مولوی عبد اللہ صاحب نے دوبارہ اِس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ دیکر
آیت واما السائل فلا تنهر پڑھکر فرمایا کہ آپ اِس کا جواب عنایت فرماویں مولوی صاحب نے
تحریر کو واپس دیکر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب صاحب بڑے ہیں اِس
باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے مولوی عبد اللہ صاحب نے کھڑے ہو کر باواز
بلند فرمایا کہ جو لوگ اِس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اِس کا وبال آپ کی
گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب
کی خدمت میں پہونچے فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحبزادہ نے معہ
گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسن مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے
آکر شور و غل مچایا مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو صرف
ایک شخص کلام کرے مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین
روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور جو اُس کو کافر نہ کہے وہ بھی
کافر ہے میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں میں نے
آگے بڑھکر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا ہمارا اول
سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر اور جو شخص اُس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے

جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آ کر کسی ثالث کے مکان پر بحث کرے اس مکان پر بحث کرنیکا موقع نہیں کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آرہی ہے ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب اول ہی بول اٹھے کہ نکوا آیا یہ کلام سنکر سب خاموش ہو گئے کسی نے گفتگو کرنیکا نام بھی نہ لیا۔ پھر میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے باب میں فرمایا تھا اسکو تحریر بھی کر دو گے آپنے فرمایا کہ میں بھی لکھدونگا کہ اسکے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں دو تین روز کے بعد لکھکر روانہ کردونگا یا آپ میری طرف سے تحریر کر لینا چنانچہ مولانا صاحب نے حسب وعدہ کے ایک فتویٰ اپنے ہاتھ سے لکھکر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہکر فیض باطنی حاصل نہیں کیا معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے اور شاہ عبد الرحیم صاحب سہارنپوری مرحوم نے بروقت ملاقات فرمایا کہ مجھ کو بعد استخارہ کرنیکے یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بطلنے بچے اسطور سے سوار ہے کہ منہہ اُس کا دم کیطرف ہے جب غور سے دیکھا تو زنار اس کے گلے میں پڑا ہوا نظر آیا جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اور یہ بھی میں یقیناً کہتا ہوں کہ جو اہل علم اسکے تکفیر میں اب متردد ہیں کچھ عرصہ بعد سب کافر کہینگے قاری عبد الکریم صاحب ساکن قریہ من بلانا نے بھی اسکو سخت ملحد و زندیق تحریر کیا۔ چونکہ یہ شخص غیر مقلدین کے نزدیک قطب اور غوث وقت تھا محمد حسین لاہوری نے جو غیر مقلدین ہند کا مقتدا مشہور ہے امداد قادیانی پر کمر باندھی اور اپنے رسالہ ماہواری میں ہمارے مذمت اور قادیانی کی تائید کرتا رہا یعنے کلمات کفریہ کی اشاعت کو معاذ اللہ اشاعۃ السنۃ قرار

دینار ہا مصرع برعکس نہند نام زنگی کافور + لیکن اس ماہواری رسالہ کے ذریعہ سے بموجب شعر عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد + خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگ است + اکثر اہل علم کو کلمات کفریہ قادیانی کے معلوم ہو گئے اور ہمارے فتوی کی تصدیق کی ندا ہر طرف سے آنے لگی یہانتک مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے ایک اِستفتا قادیانی کے باب میں علماء حرمین کی خدمت میں روانہ کیا مولانا مولوی رحمتہ اللہ مرحوم نے بعد کمال تتبع براہین احمدیہ و نہایت تفتیش رسالجات لاہوری کے یہ جواب لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے باقی علماء حرمین نے اسی مضمون کے مطابق اپنی اپنی رائیں ظاہر کیں پھر کچھ دیر بعد قادیانی نے بنا محجر کی سرائے میں قیام کر کے بذریعہ عبد القادر مولوی کے ہمکو صلح کا پیغام بدیں مضمون کہلا بھیجا کہ مخالفین دین محمدی میرے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب علماء اسلام تیرے پر تکفیر کا فتوی شایع کر رہے ہیں تو تو ہمکو اسلام کی طرف کس طرح دعوت کر رہا ہے مصرع کو خود گم است کرا رہبری کند + مولوی عبد اللہ صاحب نے فرمایا کہ اگر صلح کرنی منظور ہے تو اپنے کلمات کفریہ سے بروز جمعہ برسر وعظ اگر تائب ہو یا گفتگو کر کے ہمکو ساکت کرے یا ہم سے مباہلہ کرے بجاء جواب الجواب مرزا اپنے مسکن قادیان میں جا کر خواب خرگوشی اختیار کر کے سو رہا بعد اس کے ایک شخص نے کانگرس کے بابت اگر یہ سوال کیا کہ کانگرس میں داخل ہونا بہتر ہے یا نیچری کی جماعت میں شامل ہونا اولی ہے ہم نے جواب دیا کہ نیچری کے ساتھ ملنا ہرگز درست نہیں یہ شخص مرتد ہے مرتد کے ساتھ علاقہ رکھنا شرعاً حرام ہے اس شخص نے عیسی علیہ السلام کو معاذ اللہ یوسف نجار کا بیٹا برخلاف قرآن مجید کے قرار دیا ہے عبد القادر و شاہدین وغیرہ معتقدین قادیانیوں نے غیر مقلدین سے ملکر یہ مشہور کیا کہ مولوی صاحبان ہندوؤں سے مل گئے اور ایک فتوی علما کو دھوکہ دیکر ایسا طیار کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ جو شخص ہنود کی اعانت کرے اور مسلمانوں کو

ضرر دیوے وہ شخص شرعاً کافر و فاسق ہے بعد ازاں مولوی عبد العزیز کے نام منسوب
کر کے طبع کرا کر شائع کیا جب علما کو دھوکھا دینا انکا معلوم ہوا فوراً ہر عالم نے اپنا
معذرت نامہ مولوی عبد العزیز صاحب کی خدمت میں روانہ کیا کہ ہمارا فتوی
بالکل آپکی نسبت نہیں ہم آپکو مصداق اس فتوی کے نہیں جانتے آپکو کافر
جاننیوالے خود کافر ہیں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی و مولوی عبد الحق صاحب
مصنف تفسیر حقانی و مولوی غلام رسول صاحب امرتسری بھی اس معذرت میں شامل ہیں
ان سب صاحبوں کے معذرت نامے رسالہ نصرت الابرار میں بطور اختصار کے درج کر کے
شائع کئے گئے جس شخص کو تفصیل وار حال معلوم کرنا ہو اُس رسالہ کا ملاحظہ کرلے اُسوقت
موقع پاکر مولوی شاہدین و عبد القادر نے غیر مقلدین سے ملکر محمود شاہ غیر مقلد کو بلوا کر
ہمارے مقابلہ میں وعظ شروع کروایا ہم نے فوراً جو اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب نے
بابت چوری اور قید ہونے محمود شاہ مذکور کے سالہا سال سے شائع کیا ہوا تھا ازسر نو
طبع کرا کر شائع کر دیا اُسوقت اکثر سکان بلدہ ہذا نے اُسکو بہتان سمجھا جب کچھ دیر بعد
محمود شاہ مذکور نے مولوی محمد حسن غیر مقلد لودیانوی سے کچھ مبالغ بطور فریب کے بذریعہ
منی آڈر سہارنپور میں منگوائے۔ اور مولوی محمد حسن نے اُس پر نالش کی اور اہل پولس نے
وہی مثل جس میں اُس کا قید ہونا بابت چوری کے درج تھا برآمد کرائی اب سب کہنے لگے
کہ مولوی صاحبان کا اشتہار سچا تھا۔ اسیطرح محمد حسین لاہوری نے جب خیال کیا
کہ علماء حرمین و اکثر علماء اہل ہند نے قادیانی کی تکفیر پر مولویان لودھیانہ کے ساتھ
جنکے میں برخلاف ہوں اتفاق کرلیا تو اب مجھ کو بھی مناسب یہی ہے کہ قادیانی کی
امداد سے دست بردار ہو کر اسکی تکفیر پر کمر باندھوں اسی اثنا میں قادیانی نے اپنے
عیسی موعود ہونیکا دعوی کر کے اشتہار جاری کئے اور اُن اشتہاروں میں بعض
اہل علم کا نام لیکر مخاطب کر کے لکھا کہ اگر آپ کو شک ہو تو میرے ساتھ مباحثہ کرلو دو

اشتہاروں میں ہمارا نام بھی درج کر دیا ہم نے اُس کے جواب میں یہ اشتہار جاری کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحق یعلو ولا یعلیٰ

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ✤ ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

بعد از حمد و صلوٰۃ جملہ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی اشتہارات اس مضمون کے شائع کر رہا ہے کہ عیسیٰ موعود میں ہوں مولوی محمد و مولوی عبد اللہ و مولوی عبد العزیز وغیرہ جو میرے برخلاف ہیں میرے سے جلسہ عام میں روبرو ایک افسر یورپین کے بمکان احسن شاہ وغیرہ ایک روز بعد عید الفطر کے گفتگو کر لیں چونکہ ہم نے فتویٰ سنہ ۱۳۰۸ھ میں مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا جاری کر دیا تھا اور رسالہ نصرت الابرار اور فیوضات ملکی میں بحوالہ فتویٰ حرمین تحریر کر چکے ہیں کہ یہ شخص اور ہمعقیدہ اس کے اہل اسلام میں داخل نہیں اور اب بھی ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ یہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں شرعاً کافر ہیں۔ پس مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ اوّل سرکار سے اجازت طلب کرلے کیونکہ حکام شہر ہذا نے چند سال سے یہ حکم نافذ کر رکھا ہے کہ کوئی شخص اجنبی اس شہر میں آکر بلا اجازت سرکار کوئی جلسہ مذہبی منعقد نہ کرے ورنہ سرکاری مجرم قرار دیا جاویگا۔ بعد اجازت حاصل کرنیکے مکان شہزادہ نادر صاحب یا مکان خواجہ احسن شاہ صاحب یا کسی اور رئیس کے مکان کو واسطے گفتگو کے مقرر کر کے ہم کو مرزا صاحب اور صاحب مکان تحریری طور پر اطلاع دیں کہ ہمارے مکان پر

مرزا سے آپ آکر بحث کرلیں۔ چونکہ ہمارے نزدیک جب مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے
تو مرزا کو اول اپنا اسلام ثابت کرنا پڑیگا بعد میں عیسیٰ موعود ہونے میں کلام شروع ہوگی
اگر مرزا قادیانی بہ سبب کم لیاقتی کے تنہا مناظرہ نہ کر سکے تو اپنے متبعین کو ہمراہ لیکر
میدان گفتگو میں آوے۔ اگر اس نہج پر بھی وہ مطمئن نہو تو اُن اہل علموں کو جو مرزا قادیانی
کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں جانتے ہمراہ لیکر مکان گفتگو پر حاضر ہو کر اپنے دلائل پیش کرے
چونکہ ہر ایک شخص بموجب زعم اپنے کے اپنے آپ کو حق پر جانتا ہے۔ لہذا واسطے
تمیز حق اور باطل کے کوئی منصف مقرر کرنا امر ضروری ہے۔ لہذا پہلے مبادی بحث جلسہ
اولی میں فریقین طے کر کے مقاصد میں بحث شروع کریں۔ اگر مرزا قادیانی کو اس بحث کرنے
دشواری معلوم ہو تو ہم ایک طریق بحث کا جو نہایت آسان بتاتے ہیں اس کو اختیار
کرلیں جس میں اُنکا ایک حبہ بھی خرچ نہو وہ امر یہ ہے کہ مرزا قادیانی ہمارے ساتھ بلا
خرچ مکہ معظمہ کو چلے یا سلطان روم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مدعا کو ظاہر کرے
تا اہل حق کو تاج نصرت سے سرفرازی حاصل ہو اور مبطل کی گردن میں طوق لعنت کا
نمودار ہو اور آیندہ کوئی ایسے دعاوے باطلہ کے دعوی کرنے میں جرات نہ کرے۔
اگر مرزا صاحب کو مباحثہ بلا پابندی شرائط کے منظور ہو تو عید یا جمعہ کے مجمع میں
حاضر ہو کر مستفید ہوں۔ اور اگر امورات مذکورہ بالا سے کسی امر کی تعمیل کرنے میں
پہلو تہی کریں تو اُنکو لازم ہے کہ آئندہ ایسے دعاوی سے اپنا تائب ہونا ظاہر کریں۔
خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ اور جدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہی اور اہل
اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ جیسا ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہہ
مسئلہ موجود ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور انکے
نکاح باقی نہیں رہے جو چاہے اُنکی عورتوں سے نکاح کرلے۔ کتب فقہ میں یہہ
مسائل باب مرتد میں تصریح کے ساتھ موجود ہیں اگرچہ عوام کالانعام بعض مسائل کو

سُنکر کہتے ہیں کہ یہہ مولوی ضدی ہیں۔ جب خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُس مسئلہ کی صداقت ظاہر کر دیتا ہے تو پھر اُسی مُنہہ سے کہتے ہیں کہ ان مولویوں کا مسئلہ ٹھیک نکلا۔ دیکھو محمود شاہ کا جو ہم نے حال اشتہار میں لکھا تھا خدا تعالیٰ نے اُس کے مددگاروں کے ہاتھ سے صداقت ہمارے اشتہار کی ظاہر کی۔ اِسی طرح جیسا ہم نے سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں مرزا قادیانی کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا خدا تعالیٰ نے اسکی صداقت بھی محمد حسین لاہوری وغیرہ کی تحریرات سے ظاہر کر دی جو اُس کے اوّل درجہ کے مددگار تھے اور علماء ائمہ معظمہ نے بھی ہمارے فتویٰ کو صحیح قرار دیا۔ اب سکنائے شہر ہذا کو جو اس پر عقیدہ رکھتے ہیں یا کچھ اُنکے دل میں اس کے کافر ہونیکا شبہ ہے مرزا قادیانی کو ہمراہ لیکر ہمارے پاس آویں اور سرکاری انتظام اگر مرزا نہ کر سکے تو اُس کے مرید جو اُسپر دل و جان فدا ہیں اِس امر کا بندوبست کر لیں ورنہ سکنائے شہر سے چندہ کر لیں اگر صرف لقلقہ ہی غرض ہے تو مثل برادر اپنے کے چماروں کے پیغمبر بنکر اپنا کام چلاویں یعنی جیسا مرزا امام الدین قوم جاروب کش میں امام مہدی بن بیٹھا ہی تو مرزا غلام احمد چماروں کے عیسیٰ بنکر اپنا مطلب حاصل کریں چونکہ مناظرہ کرنیمیں ہر دو بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے لہذا کتب مروجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جاویگا۔ اور عربی زبان میں ہر دو صاحبوں کو تحریر معہ ترجمہ کرنی پڑیگی تاکہ عوام کالانعام جو مرزا کو بڑا عالم جانتے ہیں ظاہر ہو جاوے کہ مرزا کو سوا مرزائیت کے یعنی انشا پردازی کے جو اس قوم کی جبلّی خاصیت ہے کچھ علمی لیاقت نہیں خصوصاً علم دینی سے تو بالکل نابلد ہے ورنہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کو قبل از اتمام معرض بیع میں نہ لاتا کیونکہ بیع شے معدوم کے بدون شرائط سلم جو فیما نحن فیہ میں مفقود ہیں شرعاً ہرگز درست نہیں۔ پس جو شخص مرزا مذبور کو مجدد یا عیسیٰ موعود اعتقاد کرتے ہیں پرلے درجے کے نادان ہیں خدا تعالیٰ اس گروہ کو ورطۂ ضلالت سے نکالکر راہ ہدایت پر لائے یا اُنکے

شر سے عوام کو محفوظ رکھے - اگر کسی طرح کا حیلہ یا بہانہ مرزا قادیانی کسی شرط کی بابت پیش کرنا چاہیں تو بالکل لغو ہے - کیونکہ سرکاری طور پر فیصلہ اس کا بروقت بحث ہو سکتا ہے یعنی ہر دو فریق اپنے اپنے شرائط بروقت حاضری سرکار میں داخل کریں جن شرائط کو سرکاری افسر منظور فرما دے وہی فریقین کو تسلیم کرنی پڑینگی - بعد میں مباحثہ اس طرز سے شروع ہوگا کہ جسکی ایک ایک فرد شامل مثل سرکاری ہوگی اور ایک ایک فرد فریقین کے پاس رہیگی تاکہ کسی کو کمی زیادتی کی گنجائش نہ رہے ⁂

آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

المشتہران

مولوی محمد و مولوی عبد اللہ و مولوی عبد العزیز ساکنان لودیانہ عفی عنہم مرقومہ ۲۹ رمضان المبارک شہ ۱۳۰۸ ہجری

اِس اشتہار کے شائع ہونے سے مرزا قادیانی مثل نمرود کے آیہ فبہت الذی کفر کا ماصدق علیہ ہو گیا اور کُل کارروائیاں اُسکی ھباءً منثوراً ہو گئیں عالم حیرت میں آکر اپنے حواریوں کو طلب کیا خصوصاً حکیم نور الدین جسکو ساٹھ ۶۰ سالہ کی عمر میں دوازدہ ۱۲ سالہ دختر منشی احمد جان صاحب ساکن لودیانہ کی بذریعہ قادیانی ہاتھ لگی فوراً لاہور سے فریادرسی کے واسطے طلب کیا بعد مشورہ یہ امر قرار پایا کہ اِن مولویوں سے ہم کسی طرح عہدہ برا نہیں ہو سکتے کیونکہ جب یہ تقریری ثالث ایمان میں مباحثہ شروع ہوا تو فتوی منصف حرمین جس میں دائرہ اسلام سے خارج ہونیکا بہ نسبت آپکے ذکر ہے پیش ہوا فوراً ہمارے فریق پر ارتداد کا حکم لگا کر فریق ثانیکو فتحیاب کریگا جس سے ہمارے کُل دعاوی پر پانی پھر جائیگا پھر عیسیٰ موعود ہونے میں کسیطرح گفتگو نہیں کر سکتے کیونکہ بے ایمان کا عیسیٰ ہونا دائرہ امکان سے خارج ہے القصہ آپنے اِن مولوی صاحبان کو مخاطب کرنا نہیں بکمال غلطی کی البتہ جو اہل علم برخلاف ہر سہ مولویان آپکو مسلمان جانتے تھے اُنکے

مخاطب کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اُنسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں
بحث کرنیکا ہم کو موقع مل سکتا ہے ایمان کی بحث کا نام بجکم الم ایوخذ باقرارہ دہ زبان
پر نہیں لاسکتے لہذا اب اس سے بہتر اور کوئی مشورہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان مولویوں پر
کوئی الزام قائم کر کے گفتگو کرنے سے اعراض ظاہر کریں اگر آپ کی بحث مولوی محمد حسین
لاہوری سے مقرر ہو جو آپکے اسلام کا اقرار کر چکے ہیں تو نہایت مناسب ہے اس عاجز کو
تاریخ مقررہ سے چند روز پہلے اطلاع دیں کہ تا بخوبی انتظام کیا جاوے بنابریں قادیانی
نے ایک اشتہار یازدہم شوال ۱۳۰۸ھ میں بنام پادریان جاری کیا جس کا حاصل یہہ تھا
کہ مسلمان ہمارے ساتھ سختی کا برتاو کرتے ہیں اسواسطے ہم پادریوں سے بحث کرنیکا
اشتہار دیتے ہیں سختی کے برتاو سے اطلاق کفر و ارتداد وغیرہ جو ہمارے اشتہار مذکورۃ الصدر
میں ہے مراد لیا ہے اکثر عوام بلکہ خاص بھی ایسے الفاظ کے استعمال کرنیکو خلاف تہذیب خیال
کرتے ہیں اگر بنظر غور خیال کریں تو ان الفاظ کا مہذب ہونا اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے
کیونکہ خنزیر کو خنزیر کہنا خلاف تہذیب نہیں البتہ جو شخص بکری کو خنزیر یا خنزیر کو بکری
قرار دے تو وہ ضرور تہذیب سے خارج ہے چونکہ ہمارا اشتہار مذکورہ خلاف واقع نہیں اور
واسطے خیر خواہی عوام کے قادیانی کا حال مثل کتب اسماء الرجال کی ظاہر کر دیا ہے کہ تا عام لوگ
گمراہ ہونے سے بچ رہیں آمین ثم آمین کچھ مدت بعد مولوی محمد حسین لاہوری نے اپنا ذمہ قادیانی کی
امداد سے بری کرنیکے واسطے بحث شروع کر کے فتوی کفر کا لگا کر علماء ہندوستان کی
مواہیر اُسپر ثبت کر دالیں جب بوقت واپسی اس شہر لودیانہ میں آیا تو مولوی مشتاق احمد صاحب
مدرس مدرسہ سرکاری و خانصاحب بہرام خان افسر پولس کو ہمارے پاس اس غرض سے
بھیجا کہ مجھ کو مولوی صاحبان اپنے مکان یا مدرسہ یا مسجد میں بلا کر جلسہ عام میں میرے سے
مضمون اُن مواہیر کا جو قادیانی کی تکفیر پر علما سے ثبت کروا لایا ہوں معلوم کریں ہم نے
جواب دیا کہ ہم اُسکو ہرگز ہرگز اپنے پاس بلانا نہیں چاہتے کیونکہ ہم قدیم سے وعظ میں بیان

کرتے ہیں کہ اُن لوگوں سے ہرگز ملاپ نہ رکھو رشتہ داری نہ کرو اب ہم مولوی محمد حسین
لاہوری کو اپنے پاس کسطرح بلاویں البتہ اگر غیر مقلدی سے تایب ہو کر آوے تو ہم اُسکی
ملاقات کر سکتے ہیں خانصاحب بہرام خان نے کہا کہ پہلے مولوی محمد حسین قادیانی کا
طرفدار تھا اب وہ اُسکے برخلاف ہو کر اُسکو کافر کہنے میں آپ سے موافق ہو گیا اگر آپ نرمی
فرماویں تو شاید غیر مقلدی سے بھی رجوع کر کے بالکل مقلد ہو جاوے۔ میں نے جواب دیا کہ
قادیانی کے برخلاف ہونا اُس کا ہماری نرمی سے نہیں ہوا بلکہ خدا تعالی نے اُس کو
اُس طرف سے برگشتہ کیا اسیطرح جب خدا تعالی کو اُسکی ہدایت منظور ہوگی غیر
مقلدی سے بھی اُس کو برگشتہ کر دیگا پھر خانصاحب موصوف نے کہا کہ اگر آپ اُسکو
بلانا نہیں چاہتے تو اپنے معتقدین کو اُسکے پاس بھیجدیں کہ تا مضمون بحوالہ ہیر کا اُن کے
گوش زد ہو جاوے میں نے کہا اچھا آپ اُس کو یہہ کہدیں کہ باغ والی مسجد میں
آکر مضمون تکفیر قادیانی کا بیان کرے ہم اپنے لوگوں کو کہدینگے کہ تم لوگ بھی اِس جلسہ
میں جاکر قدرت ایزدی کا معائنہ کرو کہ خدا تعالی نے ہمارے فتوی کی صداقت اسی
مولوی محمد حسین لاہوری کے ہاتھہ سے کروائی جو اُس کا پرلے درجہ کا مددگار تھا اپنے
رسالہ لاہواری میں بڑے زور شور سے اُسکی تعریف لکھتا تھا اور ہمارے فتوی کی
تردید چھاپتا تھا۔ عباس علی صوفی و مولوی شاہدین و مولوی نور محمد وغیرہ نے بھی
قادیانی کے خلاف پر اپنا عقیدہ برخلاف زمانہ ماضی کے ظاہر کیا لیکن عبد القادر مولوی
ابتک اِس فعل قبیح و کفر صریح سے باز نہیں آیا اگرچہ کلمات کفریہ اُس کے بہت ایسے
ہیں جنسے صراحتہ کفر ثابت ہوتا ہے جیسے یوسف نجار کا عیسی علیہ السلام کو بیٹا قرار دینا
اور جو معجزات اُنکے قرآن شریف میں خدا تعالی نے بیان فرمائے ہیں اُنکو مشرکانہ خیال
بتانا اور پیغمبر کی نانیاں دادیاں کو فاحشہ بتلانا وغیرہ وغیرہ جو بالکل کفر صریح ہیں کوئی
صاحب جواب قادیانی سے پہلو تہی کرنا ہمارا اگفتگو عیسی موعود میں خیال نہ کرے کیونکہ اگر

قادیانی اپنا ایمان قائم کرکے اس بارے میں گفتگو شروع کرتا تو فوراً اسکے جواب میں ہم یہ رسالہ پیش کرتے حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر وہی ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لودیانوی بہیج خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ غلام احمد قادیانی کی تکفیر بباعث کلمات کفریہ کے اول سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی اسوقت اکثر لوگ ہمارے مخالف رہے بعد میں رفتہ رفتہ کل اہل علم نے قادیانی کے ضال مضل ہونے پر اتفاق کیا حتی کہ علماء حرمین شریفین نے بھی قادیانی پر دائرہ اسلام سے خارج ہونیکا فتوی تحریر کردیا جیسا کہ رسائل مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب میں تفصیلوار موجود ہے اگرچہ ان فتووں سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی لیکن بعض بعض کور باطنوں کو اس آفتاب ہدایت مآب سے کچھ فائدہ حاصل نہوا شعر تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ٭ کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را ٭ یعنے جو کفریات اُسکے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں اُنپر اُنکے ایمان کی بنیاد ہے جیساکہ رسالہ ازالۃ الاوہام میں عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے اور جو خدا تعالیٰ جل شانہ نے اُنکے معجزے مثل احیاء اموات اور مادر زاد نابینوں کو بینا کرنا اور جانور مٹی سے بناکر خدا کے حکم سے جاندار بنادینا وغیرہ وغیرہ جنکا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان سب کو اس قادیانی نے مشرکانہ خیال لکھکر منکر قرآن ہوکر اپنا کفر ظاہر کرکے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا اکثر مباحثات میں قادیانی اس امر پر زور دیتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں اور آنے

اور اُنکے فوت ہونیکا ثبوت آیات قرآنیہ میں موجود ہے اگرچہ اس کا جواب علماء اسلام نے دندان شکن اپنی اپنی تصانیفوں میں دے چکے ہیں لیکن ہماری طرف سے بھی اس امر کا جواب دینا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے لہٰذا اِس عاجز نے اِس کا جواب لکھنا شروع کیا اور نام اس کا کشف الغطاء عن ابصار من ضل وغوی رکھا حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم الکفیل اور ترتیب دیا گیا یہہ رسالہ او پر مقدمہ اور مقصد اور خاتمہ کے مقدمہ میں اصطلاحات علم اصول کی بیان کیجاتی ہیں جو واسطے استنباط احکام کے معلوم ہونا اُنکا نہایت ضروری ہے ظاہر اُس کلام کو کہتے ہیں جس کا مطلب الفاظ سے صاف ظاہر ہو۔ قال فی المنار الظاہر اسم لکلام ظہر المراد بہ للسامع بصیغتہ نص وہ جسکے واسطے کلام چلائی گئی ہو النص ماسیق الکلام لاجلہ کذا فی نور الانوار مثال ان دونوں کی یہہ آیت ہے احل اللہ البیع وحرم الربو یعنے حلال کیا اللہ تعالیٰ نے بیع کو اور حرام کیا سُود کو یہہ آیت بیع کے حلال اور سُود کے حرام ہونے پر بطور ظاہر کے دلالت کرتی ہے بیع اور سود میں جو فرق اِس آیت سے شارع کو مقصود ہے اُس پر دلالت اسکی بطور نص کے ہے اور حکم ظاہر اور نص کا یہہ ہے کہ جو اِن دونوں سے ثابت ہو اُس پر عمل کرنا واجب ہے قال فی نور الانوار وحکمہا وجوب العمل بالذی ظہر منہما علی سبیل القطع والیقین۔ یعنے ان دونوں سے جو احکام ثابت ہوں وہ قطعی اور یقینی ہوتے ہیں مُفسَّر وہ ہے جو اپنی مُراد پر ایسا واضح ہو کہ کسی تاویل کی اُسمیں گنجایش نہو قال فی المنار المفسر ما ازداد وضوحا علی النص علی وجہ لا یبقی معہ احتمال التاویل ببیان الشارع وحکمہ وجوب العمل بہ یعنے ظاہر اور نص اگرچہ قطعی ہیں لیکن احتمال تاویل کو مانع نہیں یعنے اگر کوئی دلیل قطعی خاص ظاہر پر دلالت کرے کہ یہاں ظاہری معنے حقیقی مراد نہیں بلکہ مجازی مراد ہیں تو اُسوقت ظاہری معنے ظاہر

اور نص میں مُراد نہیں لئے جاوینگے اور مفسر میں ایسے احتمال کو گنجائش نہیں کیونکہ شارع کے بیان کرنے سے اُسکی اصلی مراد معلوم ہوگئی جیسا کہ آیت فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً میں لفظ کافۃ کا واسطے بیان کرنے اِس امر کے زیادہ کیا گیا ہے کہ تا احتمال اِس امر کا باقی نرہے کہ شاید مُشرکین سے بعض مشرک مراد ہوں کل مراد نہوں اور حکم مفسر کا یہہ ہے کہ اُس پر عمل کرنا واجب ہے ساتھ احتمال منسوخ ہوجانیکے یعنے اِس کے منسوخ کرنیکے واسطے شارع حکم لگا سکتا ہے قال فی نور الانوار وحکمہ وجوب العمل بہ علی احتمال النسخ ای فی زمان النبی وفیما بعدہ فکل القران محکم لایحتمل النسخ اور محکم اُس کا نام ہے جس کا مفہوم قابل نسخ وتبدیل نہو قال فی المنار المحکم ما احکم المراد بہ عن احتمال النسخ والتبدیل اور حکم اُس کا یہہ ہے کہ اُس پر عمل کرنا واجب ہے اور کسی احتمال کو اس میں گنجایش نہیں قال فی المنار وحکمہ وجوب العمل بہ من غیر احتمال کقولہ تعالی ان اللہ بکل شیئ علیم یعنے تحقیق اللہ تعالی ہر شے کو جانتا ہے یہہ مضمون قابل نسخ وتبدیل نہیں اللہ تعالی کو ہمیشہ ہر شے کا علم ہے خفی وہ ہے جسکی مراد بغیر غور کرنیکے معلوم نہو قال فی المنار الخفی ما خفی مرادہ لعارض لاینال الا بالطلب جیسا کہ آیت السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما کی ظاہر ہے چور کے حق میں اور خفی ہے طرار یعنے کیسہ بر کے حق میں چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم اِس آیت سے بلا غور کرنیکے فوراً معلوم ہو جاتا ہے لیکن طرار کے ہاتھ کاٹنے کا حکم اِس آیت سے بعد غور کے مفہوم ہوتا ہے کہ طرار کی چوری معمولی چوری سے بڑھکر ہے اِسواسطے اِس کا ہاتھ ضرور کاٹنا چاہئے اور حکم اُس کا یہہ ہے کہ اُس میں غور کرکے معلوم کرے کہ اِس کے خفی ہونیکا کیا سبب ہے تاکہ اُسکی مراد معلوم ہو قال فی المنار وحکمہ النظر فیہ لیعلم ان الخفاء لمزیۃ او نقصان لیظھر المراد بہ اور مشکل اُسکا نام ہے جو اپنے جلیسوں میں داخل ہوکر مشتبہ ہو جاوے حکم اُس کا یہہ ہے اُسکی مُراد پر حق ہونیکا اعتقاد کرنا پھر متوجہ ہوکر غور اور تامّل کرنا یہانتک کہ اُسکی مُراد

ظاہر ہوجاوے قال فی نور الانوار والمشکل فہو الداخل فی اشکالہ وحکمہ اعتقاد
الحقیۃ فیما ہو المراد ثم الاقبال علی الطلب والتامل فیہ الی ان یتبین المراد جیساکہ
آیت فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ میں لفظ اَنّٰی کا مشتبہ ہوگیا کیونکہ اس لفظ کے دو معنے
ہیں ایک معنے اس کے مِن این یعنے کسی مکان سے اور دوسرے معنی اس کے
کیف یعنے کسی طرح جب غور اور تامل کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں کیف کے
معنوں میں مستعمل ہے کیونکہ لفظ حرث جو زراعت کے معنوں میں ہے وہ اسی
معنے کو معین کرتا ہے اور مجمل وہ ہے جس میں معانی کے ازدہام سے مراد اسکی ایسے
مشتبہ ہوجاوے کہ اسکی عبارت میں فکر کرنے سے اشتباہ رفع نہو بلکہ اجمال کرنیوالے
سے اسکی تفسیر معلوم کرنیکی حاجت پڑے اور حکم اس کا اسکی مراد کو برحق اعتقاد
کرنا اور توقف کرنا یہانتک کہ ظاہر ہو ساتھہ بیان کرنے اجمال کنندہ کے قال
فی نور الانوار اما المجمل فما ازدحمت فیہ المعانی واشتبہ المراد بہ اشتباہاً لایدرک
بنفس العبارۃ بل بالرجوع الی الاستفسار ثم الطلب ثم التامل وحکمہ اعتقاد
الحقیۃ فیما ہو المراد والتوقف فیہ الی ان یتبین ببیان المجمل کالصلوٰۃ والزکوٰۃ
یعنے لفظ صلوٰۃ وزکوٰۃ کا آیت اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ میں مجمل تھا کیونکہ معنے
صلوٰۃ کے لغت عرب میں دعا کے ہیں اور معلوم نہوا کہ کونسی دعا یہاں
مراد ہے پس استفسار کرنیسے آنحضرت نے بیان کردیا اور اسکو ادا کرکے ہمکو معلوم کرا دیا کہ یہاں قیام رکوع
سجود والی دعا مراد ہے اسیطرح زکوٰۃ کے معنے لغت میں بڑھنے کے ہیں اور
یہاں یہہ مراد نہیں بعد استفسار کرنیکی آنحضرت نے بیان فرمادیا کہ اس کے معنے
چالیسواں حصہ مال کا بعد ایکسال کے ادا کرنا ہے اور متشابہ وہ ہے جسکی مراد
کا معلوم ہونا قبل روز قیامت ممکن نہو اور حکم اس کا یہہ ہے کہ اپنے اعتقاد میں
جو اس سے شارع نے مراد رکھا ہے حق جانتا قبل معلوم ہونے اس مراد کے جیساکہ

حروف مقطعات جو سورتوں کے اوائل میں ہیں مثل الم وغیرہ کے قال فی نور الانوار
المتشابہ فہو اسم لما انقطع رجاء معرفۃ المراد منہ ولا یرجی بدوہ اصلا کالمقطعات
فی اوائل السور مثل الم حم - ظہور کے مراتب میں محکم کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے مفسر کا
درجہ نص سے اور نص کا ظاہر سے اعلیٰ ہے پس سب سے محکم کا درجہ اعلیٰ اور ظاہر کا
سب سے ادنیٰ ہوا - اور خفا میں سب سے زیادہ خفی متشابہ ہے اور مجمل مشکل سے
اور مشکل خفی سے زیادہ ہے پس متشابہ کا درجہ خفا میں اعلیٰ ہوا اور خفی کا سب سے
ادنیٰ - بروقت تعارض جسکا مرتبہ ظہور میں اعلیٰ ہوگا اس پر عمل کیا جاویگا اور جس کا
مرتبہ خفا میں کم ہوگا وہ اس پر جسمیں خفا زیادہ ہے غالب ہوگا جیسا کہ تفصیل اسکی
نور الانوار وغیرہ کتب اصول میں مذکور ہے مقصد اس میں عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام کی زندگی اور آخر زمانہ میں نازل ہونیکا بیان ہے دلائل شرعیہ قرآن
اور حدیث اور اجماع اور قیاس ہیں آیات قرآنیہ کا درجہ سب سے بڑھکر ہے بعد اسکے
حدیث ہے بعد ازاں اجماع ہے اگر تینوں میں سے کوئی موجود نہو تو قیاس مجتہد سے
دلیل پکڑی جاتی ہے چونکہ اس مقصد کے اثبات کے واسطے قرآن اور احادیث
اور اجماع موجود ہیں قیاسی دلائل سے ثابت کرنا ضرور نہیں لہذا ترتیب وار
دلائل ثلثہ کو واسطے اثبات اس مقصد کے بیان کرتا ہوں حسبی اللہ نعم الوکیل
نعم المولیٰ ونعم النصیر قال اللہ تعالیٰ وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ
لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ
اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ترجمہ اس کا بامحاورہ موضح القرآن سے معہ بعض
فوائد کے نقل کیا جاتا ہے اور لعنت کی ہم نے اہل کتاب پر اور بسبب کہنا انکے
کہ تحقیق ہم نے مار ڈالا مسیح عیسیٰ بیٹے مریم کے کو پیغمبر اللہ کا تھا اور نہیں مارا اس کو

اور نہ سولی دی اُس کو لیکن شبہ ڈالا گیا واسطے اُنکے اور تحقیق جو لوگ کہ اختلاف
کیا اُنہوں نے بیچ اُس کے البتہ بیچ شک کے ہیں اُس سے نہیں واسطے اُنکے
ساتھہ اُسکے کچھ علم مگر پیروی کرنا گمان کا اور نہ مارا اُسکو یقین بلکہ اُٹھا لیا اُس کو
اللہ نے طرف اپنی اور ہے اللہ غالب حکمت والا فائدہ یہود کہتے ہیں کہ ہم نے
مارا عیسیٰ کو اللہ نے فرمایا اُس کو ہرگز نہیں مارا خدا تعالیٰ نے اُسکی ایک صورت
اُنکو بنا دی اُس کو سولی چڑھایا پھر فرمایا کہ نصاری بھی اوّل سے یہی کہتے ہیں
کہ مسیح کو مارا نہیں وہ زندہ ہے لیکن تحقیق نہیں سمجھتے کئی باتیں کہتے ہیں بعضے
کہتے ہیں کہ بدن کو مارا اُنکی روح اللہ پاس چڑھ گئی بعضے کہتے ہیں مارا تھا پھر
تین روز میں زندہ ہو کر بدن سے چڑھ گئے ہر طرح وہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ
اُس کو نہیں مارا سو یہہ خبر اللہ کو ہے اُس نے بتایا اُسکی صورت کو مارا اور
اُنکے پکڑتے وقت نصاری سرک گئے تھے اور یہود ابھی نہ پہنچے تھے اُس دن کی
خبر نہ اُنکو نہ اُنکو تمام ہوئی عبارت موضح القران کی بقدر حاجت چونکہ اِس آیت
کا مطلب یہی ہے کہ جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول یا مصلوب گمان کرکے
اُنکا فوت ہونا قرار دیتے ہیں بالکل غلطی پر ہیں اگرچہ شروع اِس آیت کا
واسطے مضمون مذکورہ کے بموجب قاعدہ اصول نص قطعی الدلالۃ تھا لیکن تاکیداً
بار بار بیان کرنا شارع کا اِس مضمون کو اور اخیر میں آپکا اُٹھا لینا جتلا کر کُل احتمالات
کا سلسلہ یکلخت کاٹ ڈالا پس یہہ آیت بموجب قاعدہ اصول قسم مفسر میں
داخل ہوئی البتہ لفظ بل رفعہ اللہ میں کسیقدر اجمال تھا سو احادیث میں
یہہ مضمون تفصیلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما کر اِس کا اجمال
دُور کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آسمان کی طرف اُٹھا لیا قیامت کے نزدیک
آپ آسمان سے نزول فرماوینگے جیسا کہ صحیح بخاری اور اُسکی شرح وغیرہ سے

بجنسہ نقل کیا جاویگا - خلاصہ مطلب اِس کلام کا یہہ ہے کہ اس آیت سے زندہ
اُٹھالینا آپکا اِسی جسم عنصری کے ساتھہ قطعی طور پر ثابت ہی اور اس میں کسی
احتمال کو گنجائش نہیں پس یہہ آیت واسطے ثبوت مضمون مذکور کے آیت اَقِیمُوا
الصَّلٰوۃ سے جو واسطے فرضیت نماز کے وارد ہے یقینی ہونے میں بدرجہا عالی ہی
کیونکہ یہہ آیت اصل میں مجمل تھی نماز کا ثبوت اِس سے قبل بیان کرنے آنحضرت
کے نہیں ہو سکتا تھا اور آیت وما قتلوہ آہ واسطے مضمون مذکور کے نص اور مفسر ہی
خود بخود یہہ آیت واسطے ثبوت زندگی عیسیٰ علیہ السلام کے کافی اور وافی ہے
جو شخص نماز کی فرضیت سے اِنکار کرے اُس پر اہل اسلام کفر کا فتوی دیتے ہیں
پس جو شخص زندگی عیسیٰ علیہ السلام کا منکر ہو اُس پر فتوی کفر کا دینا نہایت ضروری
ہوا کیونکہ یہہ آیت نماز کی آیت سے یقینی ہونے میں بہت عالی مرتبہ پر ہے
کَمَا مَرَّ غَیْرَ مَرَّۃٍ پس جو شخص نماز کے منکر کو کافر قرار دے اور عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی
کے منکر کو ایماندار اعتقاد کرے پرلے درجہ کا ضال اور مضل ہے جب خدا تعالیٰ نے
زندگی عیسیٰ علیہ السلام کی یقینی طور پر بیان فرمائی اب بعد میں آپکے انتقال
ہونیکا حال بیان فرمایا وَاِنْ مِّنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ وَیَوْمَ
الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا - اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائیگا ساتھ
اُسکے پہلی موت اُسکی کے اور دن قیامت کے ہوگا اُس پر گواہ یعنے اہل کتاب
آپ کو زندہ دیکھکر ایمان لائینگے اور اُنکے کل شبہے رفع ہوجاوینگے بعد اس کے
آپ انتقال فرمائینگے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہے - وَالَّذِی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما
عدلا واقرأوا ان شئتم وَاِنْ مِّنْ اَہْلِ الْکِتَابِ الایہ رواہ الشیخان اگرچہ آیت میں
اجمالاً بیان تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے سے صاف ظاہر

ہوگیا کہ آپ آخری زمانہ میں ضرور نزول فرماوینگے یعنے جیسا کہ نماز کے واسطے آیتہ
اقیموا الصلوۃ اور زکاۃ کے بارے میں وآتوا الزکوۃ وارد ہے ان دونوں آیتوں میں
حکم نماز اور زکوۃ کا اجمالاً مذکور ہے اوقات اور عدد رکعات وغیرہ جو نماز میں ضروری
ہیں کسی ایک کا بھی ذکر نہیں اسیطرح جو زکوۃ واجب ہونیکی شرائط اور اسباب
شرعاً ضروری ہیں اس آیت میں انمیں سے ایک بھی مذکور نہیں فقط آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بیان کرنے سے سب حال معلوم ہوا اسیطرح اگرچہ اس آیت میں ایمان
لانا اہل کتاب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بیان ہے نزول وغیرہ امور کا حال حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے سے معلوم ہوا پس جیسا کہ آیت اقیموا الصلوۃ
وآیتہ وآتوا الزکوۃ واسطے فرضیت نماز اور زکوۃ کے قطعیات سے ہے انکے انکار سے
کفر لازم آتا ہے اسیطرح یہ آیت بھی عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر قطعی طور پر دلالت
کررہی ہے فان قلت لایستقیم ہذا الاستدلال الاان یکون الضمیران راجعین
الی عیسیٰ علیہ السلام لکن البیضاوی زیف ہذا الاحتمال ورجح عود ضمیر موتہ الی اہل الکتاب
مؤیدا القرأۃ ابی ابن کعب قبل موتہم وتبعہ مصنف المظہری حیث قال قلت نزول
عیسیٰ قبل یوم القیامۃ حق وان یہلک فی زمانہ الملل کلہا الاالاسلام حق ثابت
بالصحاح من الاحادیث المرفوعۃ لکن کونہ مستفادا من ہذہ الآیۃ وتاویل الآیۃ
بارجاع ضمیر الثانی الی عیسیٰ علیہ السلام ممنوع وکیف یصح ہذا التاویل مع ان کلمۃ ان
من اہل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم البتۃ سواء
کان ہذا الحکم خاصا بہم اولا فان حقیقۃ الکلام للحال ولاوجہ لان یراد بہ فریق من اہل الکتاب
یوجدون حین نزول عیسیٰ علیہ السلام فالتاویل الصحیح ہو ارجاع الضمیر الثانی الی اہل الکتاب
ویؤیدہ قرأۃ ابی بن کعب انتہی قلت قولہما باطل لکونہ مخالفا لما علیہ الجمہور من المحققین
کصاحب المدارک والامام الرازی وشراح البخاری وغیرہم قال فی المدارک الضمیر ان

لعيسى عليه السلام ليؤمنن بعيسى قبل الموت عيسى وهم اهل الكتاب الذين يكونون
فى زمان نزول عيسى روى انه ينزل من السماء فى آخر الزمان فلا يبقى احد من اهل الكتاب
الا ليؤمنن به حتى تكون الملة واحدة وهى ملة الاسلام وبمثله فى التفسير الكبير وغيره من التفاسير
وشروح البخارى وغيرها من كتب الحديث وتمسكهما بقرأة ابى بن كعب اوهن من نسيج العنكبوت
لان قرأة ابى بن كعب ليست بمتواترة ولا متضادة فالعمل عليهما واجب كما صرح الاصوليون
فى قوله تعالى حتى يطهرن بقرائتي التشديد والتخفيف بوجوب الغسل للحائض لجواز الوطى
ان قطع دمه فى مادون العشرة عملا بقرأة التشديد وعدم وجوبه ان قطع بعد تمام العشرة
عملا بقرأة التخفيف وههنا ايضاً كذلك فان ايمانهم قبل موت عيسى عليه السلام فى زمن
نزوله لايمكن الا قبل موتهم لان ما بعد الموت لم يبق احد مكلفا بل لم يبق اهلا للايمان قبيل الموت
وقت معاينته ملائكة العذاب كما بين فى موضعه واما قول صاحب المظهرى لا وجه لان
يراد من لفظ اهل الكتاب فريق يوجدون آه ظاهر الفساد لان الاضافة واللام تكونان
للعهد ما لم تقم القرينة على خلافه وههنا ايضاً للعهد للذين يوجدون فى زمن نزول عيسى
عليه السلام ولم تقم قرينة على خلافه بل القرائن قائمة على هذا العهد سنذكرها عن قريب
ان شاء الله تعالى الا ترى ان ما ذكر فى المدارك من لفظ الحديث فلا يبقى احد من
اهل الكتاب آه لا يمكن ان يراد به غير الذين يوجدون فى زمانه نزوله عليه السلام وكذا من
لفظ الخطاب الذى هو موضوع للحاضر اريد به الذين يوجدون فى آخر الزمان قطعا هو
قوله عليه الصلاة والسلام ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم الحديث وبالجملة القول بعدم
كون نزول عيسى عليه السلام مستفادا من هذه الآية بعد ادعاء حقيقة نزوله فى
آخر الزمان مستدلا بالاحاديث الصحاح كما من صاحب المظهرى ليس على ما ينبغى
لان الاحاديث كلها وحى من الله عز وجل لقوله تعالى وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى
يوحى فالواجب علينا ان نعتقد انها مطابقة للقرآن سيما اذا ظهر لنا جهة المطابقة

لغتہ مع کونہا مؤیدۃ باقوال الصحابۃ الذین شاہدوا الوحی وکانوا معصومین فی تبلیغ
الشرائع کما ہو فیما نحن فیہ فالتمسک بہا واجبۃ وعلینا ان نذکر الوجوہ التی تدل
علی ان الضمیر الثانی راجع الی عیسی علیہ السلام الوجہ الاول انہ یلزم علی تقدیر
ارجاع الضمیر الثانی الی اہل الکتاب الانتشار فی الضمائر وہو قادح للبلاغۃ فاختیارہ
فی الکلام القدیم فریتہ بلا مریتہ ولذا لم یذہب الیہ اکثرہم قال بدر الدین العینی فی
شرح البخاری روی عن طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسی علیہ السلام
واللہ انہ لحی ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون وذہب الیہ اکثر اہل العلم انتہی والوجہ
الثانی ان السیاق والسباق کلاہما یرجحان ان الضمیر الثانی راجع الی عیسی علیہ السلام
لان الکلام لما انجر الی ان عیسی علیہ السلام حی فمقتضی المقام ان یذکر موتہ وذلک لا یستقیم
الا بارجاع الضمیر الثانی الی عیسی علیہ السلام والوجہ الثالث ان علی ہذا التقدیر تکون
ہذہ الآیۃ دلیلا آخر علی منکری حیاتہ فان ایمان اہل الکتاب لما کان منوطا بحیوتہ
استحال ان یموت قبلہ والوجہ الرابع انہ اذا ارید من الضمیر الثانی اہل الکتاب لا یکون
افادۃ بل اعادۃ لان قولہ تعالی لیؤمنن دال علی انہم وقت الایمان یکونون احیاءً
لان الحیوۃ من لوازم الایمان والشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ فاثبات حیوتہم ثانیا بہذا الضمیر
لا یکون الا اعادۃ بخلاف ما اذا ارید منہ عیسی علیہ السلام فانہ حینئذ یکون افادۃ قطعاً
لان مفادہ وہو کون عیسی علیہ السلام حیا فی وقت ایمانہم لم یکن معلوما من قبل
ومن المعلوم ان حمل الکلام البلیغ سیما الکلام المعجز علی الافادۃ اولی لا سیما الافادۃ التی
ازداد بہا اعجاز القرآن لکونہ دالا علی نزولہ من السماء لان الموت لا تکون الا فی الارض
لقولہ تعالی وفیہا نعیدکم وذلک یستلزم نزولہ من السماء یعنی کما ان الآیۃ السابقۃ
دلت علی کونہ مرفوعا الی السماء کذلک ہذہ الآیۃ دلت علی موتہ فی الارض بعد نزولہ وہو
من المغیبات الخارجۃ عن طوق البشر الدالۃ علی اعجاز القرآن بابلغ وجہ والوجہ

الخامس انہ یلزم علی تقدیر ارجاع الضمیر الی اہل الکتاب ان کل احد منہم یؤمن بعیسی علیہ السلام قبل موتہم وھو خلاف الظاہر والتاویل بان المراد انہم یؤمنون وقت معاینۃ العذاب قبیل الموت وان لم یطلع علیہ احد من جلسائہ لاطائل تحتہ لانہ لم تقم بہ حجۃ علیہم بل لہم ان یقولوا لو کان القرآن من کلام اللہ لم یتخلف لانہ یستلزم الکذب فی کلامہ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا الخلاف ما اذا ارید بہ عیسی علیہ السلام فان الآیۃ حینئذ تصح حجۃ لنا بعد ما کانت حجۃ علینا قال العلامۃ بدر الدین العینی فی شرحہ للبخاری والحکمۃ فی نزول عیسی علیہ السلام الرد علی اہل الکتاب فی زعمہم الباطل انہم قتلوہ وصلبوہ فیبین اللہ تعالی کذبہم انتہی - خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مظہری میں ضمیر قبل موتہ سے اہل کتاب کا فقط مراد لینا صحیح قرار دیا ہے اور اسکی تائید میں قراۃ ابی بن کعب جو قبل موتہم کے لفظ کے ساتھ مروی ہے پیش کی ہے اور نیز صاحب مظہری نے لفظ اہل کتاب سے آخری زمانہ کے یہود ونصاری کا مراد لینا بیوجہ ٹھہرایا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول انکا بالکل بے اصل ہے اسیواسطے اکثر اہل علم نے حضرت عیسی علیہ السلام کا مراد لینا صحیح قرار دیا ہے اور قراۃ ابی بن کعب جو قبل موتہم کے لفظ سے مروی ہے قبل موتہ کے مخالف نہیں ہے کتب اصول میں لکھا ہے جہاں دو قرأتیں باہم مخالف ہوں دونوں پر عمل کرنا لازم ہے جیساکہ لفظ یطہرن میں دو قرأتیں تخفیف اور تشدید کے ساتھ مروی ہیں دونوں پر عمل کرکے علماء نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ تخفیف کی قراۃ سے وہ عورت مراد لیجاوے جس کا حیض بعد دس روز کے بند ہوا ہے اُس سے مجامعت کرنی شوہر کو اُسیوقت درست ہے عورت کا غسل کرنا شرط نہیں ہے اور تشدید کی قراۃ سے وہ عورت مراد لی گئی ہے جو قبل گذرنے دس روز کے حیض اُس کا بند ہوگیا ہو تو ایسی عورت جبتک غسل نہ کرلے اُس سے مجامعت کرنی شوہر کو درست

نہیں اسیطرح یہاں بھی دونوں قرأتوں پر عمل ہو سکتا ہے یعنے قبل موتہ
زندگی عیسی علیہ السلام کی اور قبل موتہم سے اہل کتاب کا زندہ ہونا مراد لینا
درست ہے یعنے جب عیسی علیہ السلام آسمان سے آخر زمانہ میں نزول فرماوینگے جو
اُس وقت اہل کتاب بقید حیات ہونگے آپ کو زندہ دیکھکر آپ پر ایمان لائینگے جیسا کہ
احادیث صحاح سے اس امر کا حق ہونا خود صاحب مظہری نے بڑی شد و مد سے بیان
کیا ہے پس اہل کتاب کا مراد لینا ضمیر ثانی سے بوجوہ چند ذیل محض بے محل ہے
وجہ اوّل یہ ہے کہ ضمیر بہ سے عیسی علیہ السلام کا اور ضمیر قبل موتہ سے اہل کتاب
مراد لینے سے ضمیروں میں انتشار لازم آتا ہے اور یہ امر اہل بلاغت کے نزدیک مذموم
وقبیح ہے پس کلام الہی میں ایسے احتمال کا جاری کرنا نہایت بیجا ہے وجہ دوم
یہ ہے کہ جب آیت کا سباق اور سیاق آپکی زندگی و انتقال کے بیان میں ہے
پس موت کا ذکر غیر کی طرف راجع کرنا خلاف عقل و نقل ہے وجہ سوم یہ ہے
کہ عیسی علیہ السلام کے مراد لینے سے دوسری دلیل واسطے رد منکرین حیوۃ کے
قایم ہوتی ہے یعنے جبتک کل اہل کتاب اُنپر ایمان نہیں لائینگے وہ فوت نہ ہونگے
وجہ چہارم یہ ہے کہ ایمان لانیوالیکا زندہ ہونا امر لازمی ہے کیونکہ مرنے کے بعد
تو کوئی شخص مکلف نہیں رہتا پس زندہ ہونا اہل کتاب کا وقت ایمان کے لفظ
ایمان سے جو لیؤمنن میں مذکور ہے ثابت ہوگیا قبل موتہ کی ضمیر سے دوبارہ
ثابت کرنا بیفائدہ ہے البتہ عیسی علیہ السلام پر ایمان لانے میں آپ کا زندہ ہونا
واسطے ایمان لانیوالوں کے شرط نہیں یعنے جیسا اور انبیا پر ایمان لانے میں انکا
زندہ ہونا ضرور نہیں اسیطرح آپ پر ایمان لانا بعد ممات کے بھی ہو سکتا تھا چونکہ
یہ واقعہ وقت نزول عیسی علیہ السلام زمانہ آیندہ میں بقید حیات آپکے ہونیوالا تھا
خدا تعالی نے بطور پیشین گوئی کے قرآن شریف میں بیان فرما دیا اور وہ بلا اجماع

ضمیر ثانی طرف عیسی علیہ السلام نہیں بن سکتا اسیواسطے جمہور کا یہی مذہب ہے
کہ ضمیر ثانی سے مراد عیسی علیہ السلام ہیں جیسا کہ گذر چکا بیان اس کا پہلے اور اس سے
یہہ بھی ثابت ہو گیا کہ عیسی علیہ السلام جو بموجب آیتہ پہلی کے آسمان پر زندہ ہیں
پس انتقال کرنا آپ کا جو اس آیت دوسری سے ثابت ہوتا ہے بعد نزول کے ہوگا
کیونکہ مر کر دفن ہونا زمین میں بموجب فرمانے پروردگار کے **وفیہا نعیدکم** بدون
نزول کے ممکن نہیں پس یہ دونوں آیتوں سے پورا واقعہ جو احادیث صحاح میں مذکور ہے
ثابت ہوا وجہ پنجم یہ ہے کہ بر تقدیر مراد لینے اہل کتاب کے یہ اعتراض پڑتا ہے کہ
اگر ہر اہل کتاب کا وقت مرنے کے ایمان لانا عیسی علیہ السلام پر پایا جاتا تو یہ امر نہایت
شہرت پکڑتا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ہر اہل کتاب وقت مرنے کے خفیہ طور پر
ایمان لاتا ہے کسیکو اسکے ایمان کی خبر تک نہیں ہوتی لاطائل اور خلاف ظاہر ہے
اور بر تقدیر مراد لینے عیسی علیہ السلام کے یہ آیت واسطے رد منکرین حیوۃ کے
دلیل قاطع ہے یعنے جب عیسی علیہ السلام آخری زمانہ میں اہل کتاب کو زندہ
معلوم ہونگے اسوقت انکے سب شبہ رفع ہو جاوینگے یقینی طور انکو یہ امر ثابت
ہو جاویگا کہ جو حال عیسی علیہ السلام کا اہل اسلام بیان کرتے تھے وہی ٹھیک
نکلا ہمارا کہنا سراسر جھوٹ تھا **فان قلت ان قولہ تعالی انی متوفیک
ورافعک الی یدل علی ان الرفع کان بعد موتہ معارضا لقولہ تعالی وما قتلوہ**
آہ وقاعدۃ التساقط فی المعارضۃ مشہورۃ فانہدم استدلالکم بقولہ تعالی وما قتلوہ
آہ قلت اولا ان المعارضۃ لا تتصور فی کلام الشارع لانہا دلیل الجہل کما صرح بہ صاحب
التوضیح لکنہا توجد فی الاحکام بالنسبۃ الینا لجہلنا بالتاریخ ویحمل ذلک فی الحقیقۃ
علی النسخ کما بین فی الاصول واما فی الاخبار کما فیما نحن فیہ فلا یمکن ان یوجد فی کلام
احد فضلا عن کلام الشارع لان النسخ اللازم للمعارضۃ لا یتصور فی الاخبار او تحقق المحکی عنہ

فی زمانه لابد لصدق الخبر ولا یمکن ارتفاعه بالنسخ ولو حملنا التعارض بمعنے التخالف فنقول لا تعارض لان کون التوفی بمعنے الموت او مساویا له لم یثبت بعد دونه خرط القتاد بل هو مشترک بین استیفاء الحق والقبض وهما من لوازمه العامة لان کون الاستیفاء عاما ظاهر وکذا القبض لوجوده فی النوم ایضاً فی قوله تعالی الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی وفی قوله تعالی وهو الذی یتوفیکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنهار ثم یبعثکم فیه لیقضی اجل مسمی فان التوفی استعمل فی الایة الاولی للقبض الذی یعقبه الموت او المنام وفی الثانیة للنوم خاصة فثبت کون التوفی عاما من الموت وذلک ما اردناه ولان آیة القتل مفسر فی اثبات الحیاة کما مر وآیة التوفی وان کان مشترکا لکن قوله تعالی ورافعک الی وقوله علیه السلام لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم الحدیث کما مره یشعر الی ان التوفی بمعنے القبض الذی لا یعقبه الموت کما لا یخفی وکون التوفی محتملا للموت لا یجدی ایضاً لان التوفی بسبب الاشتراک واحتمال کونه بعد نزوله مشکل والمشکل لا یعارض المفسر الذی هو آیة القتل لان المفسر مقدم علی المشترک بمراتب کما مر فی المقدمة والتعارض لا یکون الا فی الادلة المساویة فی الدرجة کما بین فی موضعه فان قلت احتمال کون التوفی فی آخر الزمان بعد الرفع یبطله تقدیم ذکره قبل الرفع قلت عطف الرفع علی التوفی بالواو لا یدل علی کونه موخرا عنه فی الوجود ایضاً لان الواو لیست للترتیب کما فی قوله تعالی واوحینا الی ابراهیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسی وایوب ویونس وهارون و سلیمان الایة فان سلیمان ذکر بعطف الواو بعد عیسی فی مرتبة خامسة ومن المعلوم ان سلیمان مقدم علیه بزمان کثیر ولهذا ذهب المفسرون الی ان فی بعض الفاظ القرآن تقدیم وتاخیر وعدوا لفظ التوفی والرفع المذکورین فی هذه الایة منه کما صرح السیوطی

فی الاتقان حیث قال واخرج عن قتادة فی قوله انی متوفیک ورافعک الیّ
قال ہذا من المقدم والموخر انی رافعک الیّ ومتوفیک انتہی وبہ یرتفع التدافع ویحصل
الموافقة بین الآیتین ولو فرض التعارض بینہما فلیس السبیل الا الرجوع الی الاحادیث
کما بین فی الاصول والاحادیث تنادی باعلی نداء ان عیسی بن مریم علیہ السلام حی
ینزل فی آخر الزمان الی الارض ولنذکر نبذاً منہا ما یشفی العلیل ویروی الغلیل روی
البخاری عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن
ان ینزل فیکم عیسی بن مریم حکما عدلا یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض
المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابو ہریرة
واقرؤا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم
القیامة یکون علیہم شہیدا وعن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم رواہ البخاری قال الطیبی ای یؤمکم عیسی حال کونہ
فی دینکم قیل یعکر علیہ قولہ فی حدیث مسلم فیقال لہ صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض
امراء تکرمة لہذہ الامة قال ابن الجوزی لو تقدم عیسی علیہ السلام اماما لوقع فی النفس
اشکال ولقیل اتراہ تقدم نائبا او مبتدئا شرعا فصلی مأموما لئلا یتدنس وجہ قولہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی وذکر فی کیفیة نزولہ انہ ینزل وعلیہ ثوبان ممصران
رواہ احمد عن ابی ہریرة مرفوعا والممصر ما فیہ صفرة خفیفة وفی کتاب الفتن لابی
نعیم ینزل عند القنطرة البیضاء علی باب دمشق الشرقی تحملہ غمامة واضعا یدیہ
علی منکبی ملکین علیہ ریطتان اذا اکب راسہ یقطر منہ کالجمان فاتتہ الیہود فیقولون
نحن اصحابک فیقول کذبتم والنصاری کذلک انما اصحابی المہاجرون
بقیة اصحاب الملحمة فیجد خلیفتہم یصلی بہم فیتأخر فیقول لہ صل فقد رضی اللہ عنک
فانی بعثت وزیرا ولم ابعث امیرا وعن کعب یحاصر الدجال المؤمنین ببیت المقدس

فیصیبہم جوع شدید حتی یاکلوا الاوتار قسیہم فبیناہم کذالک اذ اسمعوا صوتا فی الغلس فاذا عیسی علیہ السلام
وتقام الصلوۃ فیرجع امام المسلمین فیقول عیسی علیہ السلام تقدم فلک اقیمت الصلوۃ فیصلی
لہم ذلک الرجل تلک الصلوۃ ثم یکون عیسی الامام بعد ولیس فی ایامہ امام ولا قاض ولا مفت
وقد قبض اللہ العلم وخلی الناس عنہ فلینزل وقد علم بامر اللہ فی السماء ما یحتاج الیہ من علم ہذہ الشریعۃ
للحکم بین الناس والعمل بہ وروی ابو نعیم فی کتاب الفتن فی مدۃ اقامتہ علیہ روایۃ عن ابی ہریرۃ یقیم بہا اربعین
سنۃ وروی احمد وابو داؤد باسناد صحیح من طریق عبد الرحمن بن آدم عن ابی ہریرۃ مرفوعا مثلہ وعن کعب
یمکث اربعین سنۃ منہا عشر حجج یبشر المؤمنین بدرجاتہم فی الجنۃ وعن یزید بن حبیب یتزوج امراۃ
من الازد ولیعلم الناس انہ لیس باللہ وقیل یتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ
ویدفن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ وقیل یدفن فی الارض المقدسۃ ولما کان نزولہ
من السماء امرا یقینیا عند اہل السنۃ ادخلوہ فی العقائد واجمعوا علی انہ ینزل لا محالۃ و
فی العقائد النسفی وشرحہ وما اخبر بہ النبی علیہ الصلوۃ والسلام من اشراط الساعۃ
من خروج الدجال ودابۃ الارض ویاجوج وماجوج ونزول عیسی علیہ السلام من السماء
وطلوع الشمس من مغربہا فہو حق لانہا امور ممکنۃ اخبر بہا الصادق قال حذیفۃ
بن اسید الغفاری طلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نتذاکر فقال ما تذکرون
قلنا نتذکر الساعۃ قال انہا لن تقوم حتی تروا قبلہا عشر آیات فذکر الدخان والدجال
والدابۃ وطلوع الشمس من مغربہا ونزول عیسی علیہ السلام ویاجوج وماجوج وثلثۃ خسوف
خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرۃ العرب وآخر ذلک نار تخرج من الیمن
تطرد الناس الی محشرہم والاحادیث الصحاح فی ہذہ کثیرۃ جدا وقد روی فی تفاصیلہا وکیفیاتہا
فلیطلب من کتب التفسیر والسیر والتواریخ انتہی۔ خلاصہ مطلب اِس عبارت کا یہ ہی
کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آیت اِنِّی متوفیک ورافعک الیّ دلالت کر رہی ہے
کہ اٹھانا خدا تعالی کا عیسی علیہ السلام کو اپنی طرف بعد توفی کی جو بمعنے موت کے ہے

پس ثابت ہوا اِس آیت سے برخلاف آیت وما قتلوہ اہ مذکورہ بالا کے فوت
ہونا عیسی علیہ السلام کا تو اُس کا جواب یہ ہے کہ آیات قرانی میں اصلی مخالفت
نہیں ہے بلکہ ہماری سمجھ میں فرق ہونے سے مخالفت پیدا ہوتی ہے خصوصاً
جو آیات کسی امر کی خبر دے رہی ہیں اُنمیں مخالفت کا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اُس سے
کلام الہی میں کذب لازم آتا ہے اہل علم پر لازم ہے کہ ایسے مقام میں سوچ سمجھکر
وہ تاویل کرے جو کسی احکام قطعی کے برخلاف نہو اسیطرح اگر اس مقام میں
بنظر غور خیال کیا جائے تو بالکل مخالفت کا نام تک باقی نہیں رہتا کیونکہ بنا اِس
مخالفت کی اِس امر پر ہے کہ معنی توفی کے ہر مقام میں موت کے ہیں حالانکہ یہ امر
غلط ہے بلکہ معنی اسکے قبض اور استیفا حق کے ہیں جو غیر موت پائے جاتے
ہیں جیسا کہ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا
فَیُمْسِکُ الَّتِی قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اللہ
قبض کر لیتا ہے جانوں کو نزدیک موت انکی کے اور جو نہیں موئے قبض کرتا ہے انکو
بیچ نیند انکی کے پس بند کر رکھتا ہے جسکو کہ مقرر کی ہے اوپر اسکے موت اور بھیجدیتا
ہے اوروں کو ایک وقت مقرر تک فائدہ اس آیت میں توفی بمعنی قبض کے
مستعمل ہے خواہ وہ قبض موت کے واسطے ہو یا نیند کے واسطے اور دوسری آیت
میں توفی صرف نیند کے بارے میں مستعمل ہے قال اللہ تعالی وَھُوَ الَّذِی
یَتَوَفّٰیکُمْ بِاللَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّہَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْہِ لِیُقْضٰی
اَجَلٌ مُّسَمًّی اور وہ جو قبض کرتا ہے تمکو بیچ رات کے اور جانتا ہے جو کماتے ہو
بیچ دن کے پھر اٹھاتا ہے تمکو بیچ اُس کے تو کہ پورا کیا جاوے وقت معین فائدہ
ثابت ہوا ان دونوں آیتوں سے کہ توفی کے معنے موت کے نہیں ہیں بلکہ قبض
کے ہیں پس اس بنا پر آیت اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ آہ کے معنے آیت وما قتلوہ

کے بالکل موافق ہو گئے یعنے میں تجھ کو اپنے قبضے میں کر کے اپنی طرف اٹھا لونگا
اگر بالفرض ان دونوں آیتوں میں تعارض صوری قرار دیا جاوے تو اسکے واسطے
احادیث کی طرف رجوع کرنا لازم آتا ہے یعنے جس آیت کو حدیث تائید دے
اُسی پر عمل کرنا لازم آتا ہے سو اس امر پر احادیث پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں
کہ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آسمان سے نزول فرما کر انتقال فرماوینگے اس
مقام پر چند احادیث بطور اختصار کے بیان کیجاتی ہیں رَوَی البُخاری
عَنْ اَبِی ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ
بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا
یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَیَفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ
اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنَ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا ثُمَّ
یَقُوْلُ اَبُوْ ہُرَیْرَۃَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ - وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا
لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ یعنے امام بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جو جان میری
اُس کے ہاتھ میں ہے نزدیک ہے کہ نازل ہونگے تم میں عیسیٰ بیٹے مریم علیہما السلام
منصف عدل کرنیوالے توڑ دینگے صلیب نصاریٰ کی اور قتل کرینگے خنزیر کو اور اُنکے
زمانہ میں کافروں سے جزیہ لیکر اُنکو امان دینیکا حکم نہیں رہیگا بلکہ جو شخص ایمان
قبول نہیں کریگا اُسکو قتل کیا جاویگا یعنے کوئی کافر اُنکے زمانہ میں رعیت بنکر
زندہ نہیں رہ سکیگا اور مال اُسوقت بہت ہو جاویگا یہانتک کہ مال کو کوئی
قبول نہ کریگا ایک سجدہ اُسوقت میں سب جہان سے بہتر ہوگا پھر پڑھا ابو ہریرہؓ
نے اس حدیث کی سند میں یہ آیت وان من اھل الکتاب اہ یعنے اگر تمکو
اس مضمون میں شک ہے تو اس آیت سے اپنے شک کو رفع کرو کیونکہ اس کا مضمون

بھی اسی حدیث کے موافق ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ جب عیسی علیہ السلام نزول فرماوینگے نماز میں امام تمہارے میں سے ہوگا یعنے عیسی علیہ السلام مقتدی ہوکر نماز ادا کرینگے تاکہ کسیکو یہ گمان نہو کہ یہ اپنی نئی شریعت جاری کرینگے اور نزول آپکا دمشق میں ہوگا قوم یہود آپکے پاس آکر کہینگے کہ ہم آپ کے اصحاب ہیں آپ فرماوینگے کہ تم جھوٹے ہو اور اسیطرح نصاری کو کہا جاویگا فرماوینگے کہ اصحاب میرے وہ ہیں جو مہاجرین ملحمہ سے باقی رہے ہیں پس پاوینگے انکے خلیفہ کو جو انکو نماز پڑھا رہا ہوگا آپکو دیکھکر وہ پیچھے کو ہوجاویگا آپ فرماوینگے تو ہی نماز پڑھا تحقیق خداتعالی تیرے سے راضی ہے مجھکو خداتعالی نے وزیر کرکے بھیجا ہے نہ امیر کرکے اور ٹھہرنا آپکا بعد نزول کے زمین پر بقید حیات چالیس برس تک روایت کیا گیا ہے اور نکاح کرینگے تاکہ معلوم ہو لوگوں کو کہ یہ خدا نہیں ہیں اور اولاد بھی ہوگی اور دفن کئے جاوینگے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انکی قبر میں یہ سب عینی شرح بخاری میں مذکور ہے چونکہ نزول عیسی علیہ السلام کا آسمان سے یقینا ثابت ہے اسیواسطے کتب عقائد میں درج کیا گیا ہے تاکہ ہر شخص اپنے عقیدے میں اس امر کو یقینی خیال کرکے ایمان لاوے کہ عیسی علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے نزول فرماوینگے عقائد نسفی جو بڑی معتبر کتاب عقائد کی ہے لکھا ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیاں بیان کی ہیں دجال کا آنا اور نزول عیسی علیہ السلام کا آسمان سے اور طلوع آفتاب مغرب کی طرف سے سب حق ہے کیونکہ مخبر صادق علیہ السلام نے انکی خبر دی ہے حذیفہ سے روایت ہے کہ ایکروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ہم باتیں کررہے تھے آپنے فرمایا کیا باتیں کرتے ہو ہم نے عرض کیا ہم قیامت کے آنیکا ذکر کررہے ہیں آپنے فرمایا قیامت ہرگز نہیں آویگی جبتک دس نشانیاں نہیں ہولینگی پھر ذکر کیا دجال اور

دابتہ الارض اور طلوع آفتاب کا مغرب سے اور نزول فرمانا عیسی علیہ السلام کا آسمان سے
اور یاجوج ماجوج کا آنا اور تین خسوف ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب اور تیسرا
جزیرے عرب میں اور نشانیوں کے بعد آگ نکلیگی یمن سے ہانکیگی لوگوں کو میدان
محشر کی طرف اس بیان میں احادیث صحیحہ کثرت سے ہیں بڑی بڑی کتابوں میں
یہ امور تفصیلوار بیان ہیں پس حسب بموجب تحقیق بالا حیات اور نزول آپکا آیات
اور احادیث اور اجماع سے ثابت ہوا منکر ان امور کا بیشک کافر ہوگا خاتمہ
غرض ہماری اس تحریر سے یہ نہیں کہ قادیانی مسئلہ مذکورہ سے منکر ہونیکے باعث
ہی کافر ہے بلکہ غرض ہماری تحقیق حق ہے کہ اگر قادیانی میں اور کوئی وجہ ارتداد کی
نہوتی تو بھی اس مسئلہ کے انکار سے اُس پر کفر عائد ہو سکتا ہے لیکن اُس کا مرتد ہونا
اور کئی وجوہ سے ثابت ہے چند وجوہ بطور اختصار بیان کیجاتی ہیں ضمیمہ انجام آتھم
کے صفحہ ۷ میں اس مرتد نے لکھا ہے کہ تین دادیاں اور نانیاں آپکی زناکار تھیں
اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۳ میں لکھا ہے کہ عیسی علیہ السلام اپنے باپ یوسف
کے ساتھہ نجاری کا کام کرتے رہے ہیں یہ سب کفر ہے خدا تعالی اپنے کلام
پاک میں بیان فرماتا ہے کہ ہم نے عیسی علیہ السلام کو بلا باپ پیدا کیا یہ مرتد
انکا باپ یوسف نجار بیان کرتا ہے - اور جو معجزے قران شریف میں خدا تعالی
نے عیسی علیہ السلام کے بیان فرمائے ہیں انکو ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۰۲ میں
اس نے لکھا ہے کہ وہ شعبدہ بازی کے قسم سے ہیں اور دراصل بے سود اور عوام
کو فریفتہ کرنیوالے تھے - اس کلام کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں خدا تعالی نے
وہ معجزات برخلاف عادت واسطے ایمان لانے لوگوں کے عیسی علیہ السلام کے ہاتھ
پر ظاہر کئے انکو یہ مرتد عمل مسمریزم اور بے سود بتاتا ہے - ازالۃ الاوہام کے صفحات
نمبر ۱۲۸ و ۱۲۹ میں لکھا ہے کہ آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الزلزال کے

معنے نہیں سمجھے - توضیح مرام میں اُس نے لکھا ہے جبریل علیہ السلام کبھی زمین پر نہیں آئے نہ آتے ہیں ملخصاً صفحہ ۶۸ - ۷۰ - ۸۵ لکھتا ہے انبیا علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں - ازالۃ الاوہام ۶۲۸ و ۶۲۹ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بھی غلط نکلی ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۸۸ - ۶۲۹ حضرت رسول اکرم کو ابن مریم اور دجال - یاجوج ماجوج دابۃ الارض کی خبر نہیں دی - ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۹۱ براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے - ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳ - قران شریف میں جو معجزے ہیں وہ مسمریزم ہیں - ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۲۸ تا ۷۵۳ قران شریف میں انا انزلناہ قریبا من القادیان موجود ہے - ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۶ و ۷۷ مکہ مدینہ قادیان تین شہروں کا نام قران شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۶ و ۷۷ - حضرت رسول اکرم خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں ازالۃ الاوہام صفحہ ۴۱۱ - قیامت نہیں ہوگی تقدیر کوئی چیز نہیں ہے صفحہ دوم ٹائیٹل پیج ازالۃ اوہام - افتاب مغرب سے نہیں نکلیگا - ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۱۵ - عذاب قبر نہیں ہے - ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۱۴ تناسخ صحیح ہے صفحہ ۸۴ ست بچن - ایسے ایسے اُسکے کلمات بے شمار ہیں جنکا کفر ہونا علماء اسلام پر کیا بلکہ عوام پر بھی ظاہر ہے اور جو شخص اعتراض کرے کہ قادیانی اہل قبلہ ہے اُسکو کافر کہنا درست نہیں اور نیز جس شخص میں ایک کم سو وجہ کفر کی ہو اور ایک وجہ اسلام کی ہو اُس کو بھی کافر قرار دینا شرعاً منع ہے تو اِس کا جواب یہ ہے اہل قبلہ کو کافر کہنا اُسوقت تک درست نہیں جبتک اس میں کوئی وجہ کفر کی یقینی موجود نہو مثلاً اگر کوئی رافضی نماز روزہ کا پابند ہو کر اصل پیغمبری حضرت علی کا حق گمان کرے تو اُس کے کفر میں کسکو کلام ہے اور سو وجہ کفر کے مسلہ کے یہ معنے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایسا کلمہ کہا کہ جس کے ایک کم سو معنے کفر کیطرف عائد ہوتے ہیں اور بموجب ایک معنی کے وہ لفظ کفر کا نہیں ہے تو ایسی

صورت میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق اُس پر فتوی کفر کا جاری نہ کرے جیسا کہ ایک شخص کو کسی نے نماز کے واسطے تاکیداً کہا اُس نے نماز سے انکار کیا تو انکار اُس کا نماز کو بُرا جانکر یا نماز کے فرض ہونیکا منکر ہو کر یا نماز کا پڑھنا اُس کے نزدیک حقیر لوگونکا کام ہے وغیرہ وغیرہ جنکا مرجع کفر کی طرف ہی تو بیشک وہ شخص کافر ہی اگر غرض اُسکی اِس انکار سے صرف یہی ہے کہ میں نماز کو تیرے کہے سے نہیں ادا کرونگا تو اس صورت میں یہ انکار کفر نہیں ہے ایسی صورتوں میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق فتوی کفر کا نہ دے اور جو امر یقیناً کفر کا کسی میں پایا جاوے جیسا کہ بتوں کو سجدہ کرنا پیغمبروں کی اہانت کرنی اُسکے کافر ہونے میں کسیکو کلام نہیں اگرچہ نماز روزہ کا پابند ہو ملا علی قاری نے ان دونوں امروں کو شرح فقہ اکبر میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے پہلے فتوی میں جو مولانا مولوی رشید احمد صاحب کے جواب میں لکھا گیا ہے اُس میں ملا علی قاری صاحب کی عبارت درج ہے ہم دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اِس فرقہ کو راہ ہدایت پر لاوے ورنہ انکی شر سے عوام اہل اسلام کو بچاوے۔ وما توفیقی الا باللہ اخر دعوینا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ سید احمد خاں نیچری نے جو ایک جماعت ایسوسی ایشن قایم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ اعلان مطبوعہ ۸ - اگست ۱۸۸۸ء میں یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ جو کانگرس کے برخلاف

ہیں شامل ہیں ہر شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام علیگڈہ
یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ وغیرہ اور اسکی مدد کے
واسطے جابجا ایسوسی ایشنیں انجمن اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں
قایم کی ہیں جو شخص ان سے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اسکے
ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ برپا کرکے اسکو جبراً ملانا چاہتے ہیں آیا ایسی جماعتیں
مسلمانوں کو شامل ہونا اور انکی مدد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں اور نیچری لوگ بدخواہ
اسلام ہیں یا نہیں۔

جواب

اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔ اس شخص کی اعانت کرنی اور اس سے
علاقہ اور رابطہ پیدا کرنا ہرگز درست نہیں اصل میں یہ شخص شاگرد مولوی نذیر حسین
وہابی بنگالی دہلوی غیر مقلد کا ہے اور بنیاد اس فرقہ کی محمد عبدالوہاب نجدی سے شروع
ہوئی ہے تخمیناً کچھ اوپر سو برس کا عرصہ ہوا کہ متبعین محمد عبدالوہاب نے سلطان سے
باغی ہوکر مکہ معظمہ و مدینہ مطہرہ پر بھی قبضہ کرلیا اور اکثر علماء اسلام کو قتل کرڈالا آخرش
لشکر ظفر پیکر سلطانی نے سنہ ۱۲۳۶ ہجری میں فتح پاکر انکے شہروں کو برباد اور تاراج کیا
یہ سب رد المحتار معروف بشامی شرح درمختار میں مذکور ہے ابتک یہ حال ہے
کہ جس شخص میں کوئی علامت وہابیت کی حکام حرمین شریفین پاتے ہیں فوراً
اسکو گرفتار کرلیتے ہیں مولوی نذیر حسین مذکور جب حج کو گئے اسی وجہ سے
حکام حرمین نے انکو قید کردیا آخرش بہزار سفارش و منت تائب
ہوکر رہا ہوئے چونکہ اس ملک کے وہابی یعنے جو غیر مقلد اور کبھی موحد اور
گاہے محمدی اور اہلحدیث کے نام سے اپنے آپکو نامزد کرتے ہیں مولوی نذیر حسین
کے مقلد اور تابعدار ہیں پس انکو نیچری کے جو ہم سبق انکا ہے ضرور بالضرور

مدد کرنی پڑی اور عقائد اس کے بالکل شریعت کے برخلاف ہیں اُس نے اپنی تفسیر میں روزہ رمضان و حج بیت اللہ کی فرضیت سے انکار ظاہر کیا اور وجود ملائکہ خصوصاً صاحب وحی جبرائیل جنکے ذریعے سے کُل کتب سماویہ انبیا علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں نہیں مانتا اور دوزخ بہشت کا صاف منکر ہے۔ قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے کو بُت پرستی کہتا ہے اور سود کا لینا دینا درست جانتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ جن کی تفصیل جواہر مضیہ فی رد نیچریہ مصنفہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مطبوعہ ۱۳۰۴ ہجری میں جس پر علماء لاہور وغیرہ کی مواہیر ثبت ہیں موجود ہے اور نیز یہہ شخص معجزات انبیاء علیہم السلام اور کرامات اولیاء عظام کا سخت منکر ہے دیکھو عیسیٰ علیہ السلام کو یہودون کی طرح بیٹا یوسف نجار کا معاذ اللہ بتاتا ہے حالانکہ خدا جل جلالہ نے مدلل طور پر پایہ ثبوت پر پہنچا دیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بنے بلا باپ پیدا کیا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون + یعنے تحقیق مثال عیسیٰ کے نزدیک خدا کی مانند مثال آدم کی ہے۔ پیدا کیا اُس کو مٹی سے پھر کہا اُس کو ہو پس ہو گیا۔ فائدہ۔ نصاریٰ اِس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰ علیہ السلام بندہ نہیں خدا کا بیٹا ہی آخر کہنے لگے کہ اگر وہ خدا کا بیٹا نہین تو تم بتاؤ کہ کس کا بیٹا ہے اِسکے جواب میں یہہ آیت نازل ہوئی کہ آدم علیہ السلام کا نہ ماتہ باپ۔ عیسیٰ علیہ السلام کو باپ نہو تو کیا عجب ہے۔ غرض یہہ شخص بسبب تکذیب آیات قرآنی کے مرتد ہو کر ملعون ابدی ہوا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ کیف یہدی اللہ

قوماً کفروا بعد ایمانہم وشہدوا ان الرسول حق وجاءہم البینات واللہ لایہدی القوم الظالمین۔

اولٰئک جزآؤہم ان علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین خالدین فیہا لایخفف عنہم العذاب ولاہم ینظرون + یعنی کیونکر ہدایت کرے خدا اُس قوم کو کہ کافر ہوے پیچھے ایمان لانے کے اور گواہی دی یہہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچ ہے اور آئمین اُنکی پاس دلیلیں اور اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم ظالموں کو یہہ لوگ سزا اُن کی یہہ ہے کہ اوپر اُن کے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ رہنگی بیچ اُس کے نہ ہلکا کیا جاویگا اُن سے عذاب اور نہ

ڈھیل دے جاویںگے۔ اب بنظرِ انصاف خیال کرنے سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو
خدا تعالیٰ ابدالآباد ملعون قرار دے تو اس سے خط وکتابت تعظیمانہ الفاظ سے اور اس کو امور
دنیاوی میں پیشوا قرار دینا ہرگز درست نہیں۔ دیکھو ہنود یہود و نصرانی مجوس وغیرہ کافروں
کا نکاح آپس میں بموجب دین اُن کے جو درست ہے شرعاً بھی اُسکو جائز قرار دیتے ہیں۔
قال فی الہدایۃ۔ اذا تزوج الکافر بغیر شہود وذالک فی دینہم جائز ثم اسلما اقرا علیہ انتہیٰ
لیکن جو شخص مثل نیچریوں کے اپنے دین سے مرتد ہو جائے۔ تو اُس کا کسی عورت مسلمہ کافرہ
مرتدہ سے نکاح درست نہیں پس اولاد انکی ہرگز ثابت النسب نہوگی۔ قال فی الہدایۃ لایجوز ان یتزوج المرتد مسلمۃ
ولا کافرۃ ومرتدۃ وکذا لایتزوج المرتدۃ مسلم ولا کافر انتہیٰ ملخصاً۔ یعنی مرتد مرد کا کسی عورت سے اور مرتدہ عورت
عورت کا کسی مرد سے شرعاً نکاح درست نہیں غرض بلا قبول اسلام مرتد اسلامی عملداری میں بود وباش نہیں
کرسکتا بخلاف کافر کے۔ قال فی الہدایۃ۔ توضع الجزیۃ علی اہل الکتاب عبدۃ الاوثان ولا توضع علی المرتدین
لا یقبل منہم الا الاسلام۔ انتہی۔ یعنی اہل کتاب اور ہنود وغیرہ جزیہ قبول کرکے بلا قبول اسلام رعایا ہوکر اسلامی
عملداری میں رہ سکتے ہیں۔ لیکن مرتد جزیہ قبول کرکے بلا قبول اسلام رعیت ہوکر نہیں رہ سکتا۔ مفسدہ پردازی
دین اسلام میں قتل سے بڑھکر ہے۔ قال اللہ۔ والفتنۃ اشد من القتل۔ اگر کسی کو دوسرے کے خیالات کی نسبت
کچھ کلام ہو۔ تقریراً یا تحریراً تسلی حاصل ہوسکتی ہے۔ یا حکام کے ذریعہ سے اپنی دادرسی چاہے لیکن
صرف سینہ زوری اور فتنہ پردازی پر قائم ہوکر امن خلائق میں خلل انداز ہونا شرعاً اور قانوناً
سخت منع ہے خلاصہ اس جواب کا یہہ ہے کہ نیچریوں کی جماعت میں داخل ہونا اور اُن کی مدد
کرنی اور اُن کی شاخیں شہر بہ شہر قائم کرنی اور فساد برپا کرکے لوگوں کو دھمکا کر نیچری بنانا
اور نیچری کو اپنا مقتدا دینی یا دنیاوی امور میں ٹھہرانا ہرگز ہرگز درست نہیں جو فتوی نیچریوں
نے علماء کو دہوکا دیکر یا خود تیار کرکے نیشنل کانگریس کا حرام یا کفر ہونا اُن سے ثابت کرتے ہیں
نہیں پر عائد ہوتے ہیں کیونکہ نیچریوں کی ایسوسی ایشن میں بڑے بڑے متعصب ہندو مثل
راجہ بنارس جو کمال دشمن اہل اسلام کا ہے داخل ہیں۔ پس اگر نیشنل کانگریس بسبب شمولیت

ہنود کے بالفرض ممنوع قرار دیجائے تو جماعت نیچری کی جو ہنود متعصبین اور مرتدین وغیرہ
سے فراہم کیجاتی ہے بطریق اولیٰ مآل کار اور انجام اُس کا مضر اسلام سمجھکر کفر قرار دینا بحکم
المرء یوخذ باقرارہ ۔ انکو پڑا ۔ پس ای بھائیو دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو قعر ضلالت میں نہ ڈالو
اور اپنے اسلام کو ہاتھ سے نہ دو ۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم
والعدوان ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہی مدد کرو اوپر نیکی اور پرہیزگاری کے اور نہ مدد کرو اوپر گناہ
اور ظلم کے ۔ وما علینا الا البلاغ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین ۔ خادم الطلباء محمد عفی عنہ لودہیانوی +
یہہ خلاصہ اُس تقریر کا ہی جو میں نے روز جمعہ روبرو تخمینا ایک ہزار آدمی جن میں وکلاء ضلع
بھی موجود تھے ۔ علی محمد متوطن بمبئی کے سوالات کے جواب میں بیان کیا تھا مولوی محمد صاحب
اخویم مفتی لودہیانہ نے میری تقریر کو لباس فاخرانہ پہنا کر یہہ استفتاء تحریر فرمایا ۔ جزاہ اللہ
عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء فی دار الفناء والبقاء وہو خیر المحسنین صلے اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ
اجمعین ۔ عبد العزیز عفی عنہ لودیانوی ۔ کل اجوبہ صحیح طور پر اخویم صاحب مدظلہ نے تحریر فرمائی ہیں
اور تحریرات سید احمد خان سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ منکر کتب سماویہ کا صریح طور سے ہے اس کے کافر
و مرتد ہونے میں کچھ شبہ نہیں ۔ قال اللہ تعالیٰ ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ
لیغفر لہم ولا لیہدیہم سبیلا ۔ نیچری اور ہم عقیدہ اُس کا دونو کافر اور مرتد ہیں اور انکا کوئی عمل
مقبول نہیں ۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وہو فی الآخرۃ لمن الخاسرین ۔
جمیع انجمن ہائے اہل اسلام پر لازم ہی کہ اس نیچری کے کلمات اور اخبارات کا معاملات دینی و
دنیاوی میں ہرگز اعتبار نہ کریں ۔ قال اللہ تعالیٰ لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا ۔ درمختار
میں لکھا ہے کہ جس کا فتوی ممالک عرب و عجم خصوصا حرمین شریفین میں جاری ہے ۔ ویبطل من المرتد
اتفاقا ما یعتمد الملۃ وہی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشہادۃ والارث ۔ اس مسکین کے خیال
میں ایک اور امر ضروری ہے ۔ اگرچہ متعلق فتوی کے نہیں ہے وہ یہہ ہے چونکہ خدا تعالےٰ

کے فضل اور کرم سے سرکار دولت مدار ہمارے دینی امور میں حارج نہیں اس امر کا شکریہ ادا کرکے
حاکم وقت سے اس امر کی التجا کرنی چاہئے کہ ایک ایک قاضی و مفتی شہروں میں اور ایک ایک
نائب اُن کا قصبات میں مقرر کئے جاویں اور جمیع مقدمات دیوانی اہل اسلام کے سپرد
ان کے کئے جاویں۔ امید قوی کرتا ہوں کہ اراکین نیشنل کانگرس بھی اس امر پر
اتفاق کریں گے۔ کیونکہ اُن کو فوائد عام خلائق کے مد نظر ہیں اور قانون مجریہ حال کے بھی یہ امر
مخالف نہیں صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الراقم عبد اللہ لودیانوی عفی عنہ ؎

اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع وشراء وتجارت میں کرلیویں اس طرح میں کہ کوئی نقصان دین
میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے جائز ہے اور مباح ہے
مگر سید احمد سے تعلق رکھنا نہیں چاہئے۔ اگرچہ وہ خیر خواہی قومی کا نام لیتا ہے یا واقع میں
خیر خواہ ہو مگر اُس کی شرکت مآل کار اسلام ومسلمان کو سم قاتل ہے ایسا میٹھا زہر ملاتا ہے کہ
آدمی ہرگز نہیں سمجھتا۔ پس اُس کے شریک مت ہونا اور ہنود سے شرکت معاملہ کرلینا اور اگر
ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو یا مسلمانوں کی ذلت
یا اہانت یا ترقی ہنود ہوتی ہو وہ کام بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا اسی طرح پر ہے اور بس
فقط بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ نیچری لوگ شریعت کی رو سے مرتد ہیں معاملہ دنیاوی
اُن کے ساتھ کرنا شرعاً مسلمانوں کو حرام ہے۔ مدد کرنی اُن کی کسی امر میں ہرگز جائز نہیں بلکہ مدد گار
اُن کا بھی اُن میں شرعاً گنا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ومن یتولہم منکم فانہ منہم۔ یعنے جو کوئی محبت
کریگا تم میں سے ساتھ اُن کے پس تحقیق وہ انہیں میں سے ہے۔ اور ہنود سے معاملہ دنیاوی
کرنا بشرط حفاظت دین اپنے کے منع نہیں۔ فقط اسمٰعیل عفی عنہ لودیانوی ؎ لاشک فی صحۃ
الاجوبۃ عبد الواحد لودیانوی یہ سب تحریر میری نظر سے گذری اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ
نیچریوں سے ارتباط واختلاط موجب مضرت دین ہی اور ہنود سے معاملہ بیع وشراء یا اور
معاملہ دنیا کا رکھنا بشرط عدم نقصان دین موافق جواب مذکور کے جائز ہی فقط ناصر الاسلام

محمد شفیع رامپوری - یہہ تمام تحریر جناب مولوی صاحبان کی بموجب شریعت احمدی نہایت مدلل ہی - نظام الدین عفی عنہ لودیانوی حسب الفہم جوابات کو دریافت کیا بہت صحیح اور عمدہ موافق قرآن اور حدیث کے پائے - الراقم بندہ رکن الدین عفی عنہ سکنہ لودیانہ - کل اجوبہ کو بخوبی نظر غور سے دیکھا صحیح پایا الراقم بندہ محمد اسحاق لودیانوی +

خلاصہ انتظام المساجد بسم اللہ الرحمن الرحیم باخراج اہل الفتن والمفاسد

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی مذہب کا مذاہب اربعہ سے مقلد ہو کر تقلید کو شرک وحرام جانکر ترک کرے اور آئمہ دین خصوصاً امام اعظم کو مورد ان آیات کا قرار دے جو کفار کے حق میں وارد ہیں اور سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب کو بسبب بیس تراویح کے بدعتی کہے اور استقرار خدا جلالہ کا عرش پر ثابت کرے اور مطلقہ ثلثہ کو بدون حلالہ کرنے کے واسطے شوہر اول کے جواز نکاح کا فتوی دے اور واسطے جواز مواکلت و مشاربت اہل کتاب کے یہہ سند افترائی گذارے کہ جو قروط با میزش چربی خنزیر تیار کئے ہوئے اہل کتاب کے یمن سے آیا کرتے تھے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو کھایا کرتے تھے جیسا کہ مولوی عطا محمد ہوشیارپوری نے رسالہ اظہار الحق میں لکھا ہی اور اُس رسالہ پر مواہیر مولوی نذیر حسین اور مولوی محمد حسین لاہوری وغیرہ کی ثبت ہو کر لاہور میں چھپ کر پادریان لودیانہ کے پاس آیا اور اخبار نور افشاں میں دیر تک چھپتا رہا - آیا ایسا شخص زمرہ اہل حق سے خارج ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو بایں نیت کہ اِس کے آنے سے عوام اہل اسلام کے عقائد بگڑ جاتی ہیں مساجد سے اخراج کرنیوالا وعید آیت - ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا میں داخل ہی یا نہیں - بینوا توجروا +

جواب - الہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً ایسا شخص زمرہ اہل حق سے خارج ہے کیونکہ تقلید آئمہ دین کی جمیع ممالک اہل اسلام خصوصاً

حرمین شریفین و اولیاء کرام و سلاطین عظام میں قدیم الزمان سے جاری ہی اور منکرین پر تعزیر لگائی جاتی ہی اور اُن لوگوں کے حق ہونے پر آیات اور احادیث ناطق ہیں یعنے وراثت زمین بطور غلبہ اور امن اور اقامت جہاد وغیرہ جو امتِ محمدیہ کے حق میں شارع سے منصوص ہیں سب اُن میں موجود ہیں - قال اللہ تعالیٰ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا فرمایا اللہ جل جلالہ نے وعدہ کیا اللہ نے اُن لوگوں سے کہ ایمان لائے تم میں سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ کریگا اُنکو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا اُن لوگوں کو کہ پہلے اُن سے تھے اور البتہ ثابت کریگا واسطے اُن کے دین اُنکا جو پسند ہی واسطے اُنکے اور البتہ بدل دیگا اُن کو پیچھے ڈر اُن کے کے امن شاہ عبدالعزیز صاحب نے واسطے حقیت سنت جماعت و ابطال مذہب رفض انہیں آیات کو تحفہ اثنا عشریہ میں دلیل پکڑا ہے - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجہاد ماض منذ بعثنی اللہ الی ان یقاتل آخر ہذہ الامۃ الدجال - یعنے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جہاد ہمیشہ قائم رہیگا جب سے پیغمبری عطا ہوئی ہی مجھہ کو یہانتک کہ مار ڈالیگا آخر اس امت کا دجال کو (فائدہ - پس اگر تقلید امامان دین کی مرضیاتِ حق سے نہوتی تو ہرگز ممالک اہل اسلام میں بموجب) قولہ تعالیٰ ولیمکنن لھم دینھم جو آیت مذکورہ بالا میں خدا جل شانہ بطور دین جاری نہ ہونے دیتا اسی طرح مردود ہے امامان دین خصوصًا حضرت عمرؓ کو بدعتی کہنے والا جن کی شان میں آیات و احادیث وارد ہیں بلکہ چہا وہ آیات حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں اور حضرت صلعم نے اُن کے حق میں فرمایا وعن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ - یعنے مقرر اللہ نے پیدا کیا حق بات عمرؓ کی زبان اور دل پر اور اسی طرح عرش پر مستقر جاننے والا خدا جل شانہ کو مردود ہے - قال الرازی تحت قولہ تعالیٰ ثم استویٰ علی العرش ان القول بانہ تعالیٰ مستقر علی العرش او جالس علی العرش او بجہۃ فوق وطرف علو باطل مردود بوجوہ عقلیۃ ونقلیۃ

اور شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ مطلقہ ثلثہ کو بدون حلالہ کے درست کہنے والے عالم کو روسیاہ کر کے نکال دینا لازم ہے - وہذہ عبارتہ فقیہہ یفتی بمذہب سعید بن المسیب ویزوج للزوج الاول لقبیت مطلقہ ثلث تطلیقات کما کانت ویسود وجہہ ویبعد انتہی - چونکہ تقلید شخصی کی وجوب اور عدم وجوب میں اگرچہ بعض مقدمین کو کلام ہے لیکن مستحسن ہونے اُس کے میں کسی اہل حق کو کلام نہیں کیف - وقد قال اللہ تعالیٰ واتبع سبیل من اناب الیّ ولاشک ان الایمۃ الاربعۃ من المنیبین الی اللہ - پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مُرتد ہوا - لان تحریم ما احل اللہ واکفار المسلم کفر والکفر بعد الاسلام ارتداد ولذا قال فی التفسیر النیشاپوری اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحتہ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا - اور افترا مندرجہ استفاد رباب اکل فروط مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے وذکر صاحب تحفۃ الاخلاء بما حاصلہ قتل الساب والمفتری حدا وان ظہر التوبۃ منہ ولا یقبل عذرہ بالجہل لان معرفتہ ذات اللہ وصفاتہ وما یتعلق بانبیائہ فرض عین ولہذا افتی فقہاء الاندلس بقتل ابن خاتم باستخفافہ بحق النبی علیہ السلام ویجب علی العلماء انکارہ وبیان کفرہ لایجوز التہاون عنہا واذا سمعت ہذا فلا شک ان اخراجہم من المساجد من الواجبات المہتمۃ ✦ خلاصہ مطلب اس کلام کا یہہ ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنیوالا مرتد ہے اور حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ اُسکو قتل کریں اور عذر داری اُسکی باین وجہ کہ مجھ کو اس کا علم نہیں تھا شرعاً قابل پذیرائی نہیں بلکہ بعد توبہ کے بھی اُسکو مارنا لازم ہے - یعنی اگرچہ توبہ کرنے سے مُسلمان ہو جاتا ہے - لیکن ایسی شخص کے واسطے شرعاً یہی سزا ہے کہ اُسکو حکام اہل اسلام قتل کر ڈالیں یعنی جیسے حد زنا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی اسی طرح یہہ حد بھی تائب ہونے سے دور نہیں ہوتی اور علمائے اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اُسکے کفر اور ارتداد کے دینے میں تردد نہ کریں ورنہ زمرہ مرتدین میں یہہ بھی داخل ہونگے کیونکہ صیانت انبیاء

کی طعن اور نقص سے ہر فردِ مکلف پر بہر لحظ ضروریات دین سے ہی اسیواسطے علماءِ شہر اندلس نے ابن حاتم کو جو ذی علم اور ہم جلیس مفتی وقت کا تھا بمجرد اطلاق کرنے لفظ یتیم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حکام وقت سے قتل کروا ڈالا اور عوام اہل اسلام پر لازم ہے کہ بمجرد وقوع ایسے مفسدہ کے مدعی اور گواہ ہو کر حکام سے سزا پانی اُس کے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں اور اُس کے نزدیک جانے سے لوگوں کو باز رکھیں یعنی ملاقات اور صحبت اُس کے کو زہر قاتل سے بدتر تصور کریں ورنہ بموجب آیت ومن یتولهم منکم فانه منهم اور آیت تریٰ کثیراً منهم یتولون الذین کفروا الیٰ قوله ما اتخذوهم اولیاء الآیه۔ زمرۂ مرتدین میں داخل ہوگا۔ اور آیۃ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ الآیہ۔ جو سوال میں درج ہے اُس سے یہہ مُراد نہیں کہ کسی کو مسجد سے نکالنا درست نہیں دیکھو خود پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ پیاز وغیرہ بُودار چیز کھانیوالا ہماری مسجد میں نہ آوے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجذومہ عورت کو طواف کعبہ سے بسبب ایذا کے منع کر دیا یہہ دونوں مسئلے مشکوۃ شریف اور موطا امام محمد میں موجود ہیں اور تفسیر عزیزی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ آپ نے ایک واعظ کو جو ناسخ منسوخ کا علم نہیں رکھتا تھا مسجد سے نکالدیا۔ اور کتاب اشباہ نظائر میں ہی کہ جو شخص لوگوں کو زبان سے ایذا پہنچاوے اُسکو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔ پس جبکہ روکنا مسجد سے بہ سبب بُوئے پیاز اور طواف سے بہ سبب علت جذام اور نکالنا واعظ کا بہ سبب عدم امتیاز ناسخ و منسوخ اور زبانی ایذا دینے والیکا نکالنا شرعاً درست ہوا تو غیر مقلدوں کو جو جامع امور مذکورہ کے ہیں نکالنا بطریق اولیٰ درست ہوا۔ اور نیز بہ سبب لحوق اس مرض باطنی کے جو جذام سے بڑھکر ہے اور مساجد میں انکے آنے سے فتنہ اور فساد برپا ہوتا ہے خدا تعالیٰ مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا ہی۔ قال اللہ تعالیٰ۔ واللہ لا یحب المفسدین۔ یعنے خدا تعالیٰ جل شانہ اپنی کلام پاک میں فرماتا ہی کہ اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کرنے والوں کو۔ پس اس فرقہ فسادی کا مساجد سے نکالنا بموجب آیات اور احادیث اور روایات فقہیہ کے درست ہوا + راقم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا قبل وطی کرنے اور خلوت صحیحہ کے وہ عورت خانہ شوہر سے چلی گئی وہ عورت مستحق کل مہر لینے کی ہے یا نہیں + **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً - بلا وطی اور خلوت صحیحہ کے کُل مہر ذمّہ شوہر کے واجب نہیں ہوتا - البتہ اگر ایسی صورت میں طلاق دیجاوے تو نصف مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے - ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ - یعنے واجب ہوتا ہے نصف مہر اگر طلاق قبل وطی یا خلوۃ کے شوہر نے زوجہ کو دی ہو - واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لودیانوی - **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو تین طلاق دیدے تو اُس شخص کا پھر دعوٰی اپنی زوجہ پر باقی رہتا ہے یا نہیں اور اُس عورت کو نان نفقہ شوہر سے ملنا چاہئے یا نہیں - بینوا توجروا فقط **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً - بعد تین طلاق دینے کے شوہر کا دعویٰ بالکل ساقط ہو جاتا ہے بعد گذرنے عدت کے عورت کو اختیار ہے - سوائے شوہر اول کے جس سے چاہے نکاح کرے - اور ایام عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے - قال فی الدر المختار وتجب النفقۃ للمطلقۃ الرجعی والبائن واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین - اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دیدیں بعد دو ماہ کے اُس عورت نے کسی اور شخص سے نکاح کر لیا - اُس عرصہ میں اُس کو تین حیض آچکے تھے - شوہر ثانی نے وطی کر کے اُس کو طلاق دیدی - اور عدت بھی گذر گئی آیا اب اس عورت کا شوہر اول سے نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا فقط

جواب - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً - شوہر اول پر وہ عورت شرعاً جائز ہے کیونکہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں جنھوں کی قید اس میں نہیں - پس جب اس عورت

نے بعد تین حیض گذرنے کے نکاح دوسرے شخص سے کرلیا اور اس نے بعد وطی کرنے
کے طلاق دیدی اور عدت بھی گذر گئی اب یہہ عورت شوہر اوّل کو بالکل حلال ہے

کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی - باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں
علماء دین ومفتیان شرع متین - اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو اس شرط
پر طلاق دی کہ سوائے موضع راہوں وکریام وکھاچوں جس جگہ چاہے نکاح کرے - مگر مقامات
مذکورہ میں نکاح نہ کرے آیا شرعاً یہہ شرط باطل ہے یا نہیں - بینوا توجروا - فقط

جواب - اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - شرط مذکور باطل ہے یعنے طلاق اُس عورت
پر پڑ گئی - اور جو شرط اُس کے شوہر نے لگائی ہے وہ باطل ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا
ہے - وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد القرض الی قولہ والطلاق والخلع - انتہی - وفی الشامی
کطلقتک علی ان لا تتزوجی غیری - انتہی - یعنے طلاق میں اگر کوئی شرط لگادے کہ نکاح
تو کسی سے نہ کرنا تو یہہ شرط باطل ہے اور طلاق صحیح ہے - یعنے جن تین مقامات سے
شوہر نے منع کیا تھا - اگر ان مقامات جا کر نکاح کرے تب بھی درست ہے شرعاً منع نہیں واللہ اعلم
وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی - باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس
مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعوی طلاق کا کیا اور شوہر نے انکار ظاہر کیا
جانبین سے بالمقابل شہادت عدالت میں پیش ہوئی - آیا اس صورت میں گواہان مدعیہ سے
طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں - بینوا توجروا - فقط - **جواب** - اللھم ارنا الحق حقا
والباطل باطلا - بشہادت مدعیہ طلاق شرعاً ثابت ہو سکتی ہے صرف مدعیہ کے گواہوں کا
اعتبار ہے مدعی علیہ یعنے شوہر کو یہہ رتبہ نہیں کہ اپنی طرف سے شہادت پیش کر کے طلاق
سے بریت ظاہر کرے - البتہ اگر مدعیہ کے پاس شہادت طلاق کی کافی نہ ہوتی تو مدعی علیہ
یعنے شوہر اپنے انکار پر عدالت میں حلف کرتا تو ضرور وہ طلاق سے بری ہو جاتا - قال

فی الدر المختار ویسأل القاضی المدعی علیہ بعد صحۃ الدعوی فان اقر او انکر فبرھن المدعی قضی علیہ

دالا حلفہ ولو اصطلحا ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن وحلف لم یضمن والیمین لاترد علی المدعی انتہی ملخصا واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی - باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے عدت کے اندر نکاح کرلیا - اور اُس کے حرام ہونے کا اُس کو علم نہیں تھا - اِس واسطے اُس کو حلال جانکر اُس کا مرتکب ہوا - بعد میں معلوم ہوا کہ یہہ نکاح شرعاً حرام ہے آیا ایسے شخصوں کا جو اُس نکاح میں معاون تھے کیا حکم ہے - بینوا توجروا فقط - **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - چونکہ نکاح عدت کے اندر حرام قطعی ہے اور حرام قطعی کے حلال جاننے سے کفر عاید ہوتا ہے وفی الفقہ الاکبر ولا یکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ مالم یستحلہا انتہی قال العلی القاری فی شرحہ ای لکن - اذا لم یعتقد حلیتہا لان من احل معصیۃ قد ثبتت حرمتہا بدلیل قطعی فہو کافر - انتہی - جہل یعنے اس کی حرمت کا علم نہ ہونا اگرچہ بعض کے نزدیک عذر ہے لیکن اکثر کے نزدیک جہل عذر نہیں - قال القاری ایضا - ولا یعذر بالجہل وہذا عند عامۃ العلماء خلافا للبعض - انتہی - لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ جو جو لوگ اس امر میں شامل تھے سب کے سب اپنا اپنا نکاح دوبارہ کراویں - اور اِس امر سے برسر اعلان توبہ کریں اور حسب مقدور ہر شخص بعد نکاح کے مساکین کو کھانا کھلاویں - اول سب سے قاضی اپنا نکاح دوبارہ کراوے اور سب سے زیادہ جرم قاضی کا ہے کیونکہ یہہ مسئلہ قاضیوں کو اکثر معلوم ہوتا ہے۔ اُس کا عذر کرنا کہ میں جانتا نہیں تھا کہ عدت میں نکاح حرام ہوتا ہے بالکل مقبول نہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی + باسمہ سبحانہ - ماقول العلماء الحقانیۃ والفضلاء الربانیۃ ان النکاح فی العدۃ فاسد او باطل - بینوا توجروا - فقط - **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - النکاح المذکور فاسد والفرق بین الفاسد والباطل ثابت لا کما زعم البعض ابناء زماننا فان النسب یثبت بالنکاح الفاسد بخلاف الباطل کما ہو مصرح فی الفقہ - والحد یسقط فی الفاسد عندہ فلا یحد فاحفظہ فانہ من مزلۃ الاقدام واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو تین برس سے طلاق دی ہوئی ہے اگر یہہ بیان اُس کا واقعی نہ ہو تو اُس عورت کا شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا و توجروا۔ فقط - **جواب** - اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - اُس عورت پر فی الحال طلاق پڑ گئی - یعنے اگر پہلے سے طلاق دینا اسکا کذب قرار دیا جاوے - تو وہ عورت اِس بیان کرنے کے وقت سے شرعاً مطلقہ قرار دیجائیگی جیسا کہ درمختار میں لکہا ہے - لو قال انت طالق امس و نکحہا قبل امس یقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال انتہی ملخصًا واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی +

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اگر اہل مسجد بسبب کسی وجہ کے دوسری جگہ میں مسجد تعمیر کرلیں اور مسجد اول کو بالکل چہوڑ دیں یعنی اُس میں نمازی نماز پڑھنی ترک کر دیں اور اُسکا اسباب نو مسجد تعمیر شدہ میں خرچ کریں شرعاً درست ہی یا نہیں **جواب** - اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - ایک مسجد چہوڑ کر بسبب تنگی وغیرہ کے اور مسجد اُس کے عوض میں دوسری جگہ فراخ مقام میں تعمیر کر لینا شرعاً درست ہی - لما قال فی رد المحتار ناقلا عن جامع الفتاوی لہم تحویل المسجد الی مکان آخر ان ترکوہ بحیث لا یصلی فیہ ولہم بیع مسجد عتیق لم یعرف بانیہ وصرف ثمنہ الی مسجد آخر - انتہی - واللہ اعلم وعلمہ اتم خادم الطلبا محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک عورت سے زنا کرتا رہا بعدہٗ اُس نے اُس کی دختر نابالغہ سے نکاح کر لیا کچھ دیر بعد اُس عورت کو جو اس دختر کی والدہ تھی اُسی شخص سے زنا کا حمل ہو گیا آیا اُس شخص کا نکاح اُس کی دختر سے جو کیا تھا درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو اُس شخص کا نکاح اُس دختر کی والدہ سے جو اُس سے حاملہ ہے شرعاً درست ہی یا نہیں - اور اُس شخص نے اس دختر سے وطی نہیں کی اور نہ وہ ابتک حد بلوغ پہنچی ہی - بینوا و توجروا - فقط - **جواب** - اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا نکاح کرنا اُس شخص کا اُس عورت کی دختر سے شرعاً درست نہیں کیونکہ وہ دختر محرمات سے ہی

تا قال فی الدر المختار وحرم اصل مزنیتہ وفرعہا - انتہیٰ - ملخصاً - یعنے حرام ہے نکاح کرنا مزنیتہ کی
مادر سے اور مزنیہ کی دختر سے - وفیہ ایضاً - وہو عقد یفید ملک المتعۃ من امرأۃ لم یمنع من نکاحہا
مانع شرعی فخرج المذکور المحارم انتہیٰ - ملخصاً - یعنے نکاح وہ عقد ہے جس سے فائدہ اُٹھانا عورات
سے درست ہو پس جو عورتیں شرعاً حرام ہیں مثل دختر مزنیہ وغیرہ کے نکاح اُن سے نہیں ہوسکتا
جب وہ نکاح درست نہوا تو اس شخص کو اس عورت سے جو اُس کی منکوحہ کی مادر ہے اور
اُس کے زنا سے وہ حاملہ ہے نکاح کرنا شرعاً درست ہے جو حمل زنا سے ہو اُس کے واسطے
عدت ضرور نہیں نکاح درست ہی - البتہ اگر زنا کرنے والے کا حمل ہے تو اُس کو بعد نکاح کے
وطی کرنی بھی درست ہے - اور اگر کسی اور شخص نے اُس حاملہ سے نکاح کر لیا تو نکاح درست ہے
لیکن جب تک حمل اُس کا باہر نہ آوے وطی اُس سے نہ کرے - قال فی الدر المختار وشرحہ
فلا عدۃ لزنا بل یجوز تزوج المزنی بہا وان کانت حاملا لکن یمنع عن الوطی حتی یضع - انتہیٰ
واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی - **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع
متین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ نے اپنی دختر کا نکاح کرا دیا اور اُس دختر کو اس اثناء میں
حیض آچکا تھا - بعد میں اُس کے چچے نے دعویٰ کیا کہ اس کا ولی میں ہوں - میری موجودگی
میں والدہ کو اُس کے نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے اس واسطے اسکا نکاح شرعاً نہیں
ہوا - بینوا وتوجروا - فقط - **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - نکاح مذکور شرعاً
درست ہے کیونکہ مسمات مذکورہ بسبب حیض آنے کے شرعاً بالغہ ہو گئی اور بالغہ کے واسطے شرعاً
ولی کا ہونا ضرور نہیں وہ خود مختار ہے جب اُس کی والدہ نے نکاح کرا دیا اور وہ اُس کے
گھر آباد رہی اور اُس نے نکاح سے انکار نہیں کیا جس سے رضامندی اُس کی واسطے نکاح
کے ثابت ہو گئی - کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی - **باسمہ سبحانہ** - کیا
فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین - اس مسئلہ میں کہ مابین شیعہ وسنی کے نکاح درست ہے
یا نہیں - فقط - بینوا توجروا - **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - چونکہ اس

ملک ہند کے کل اہل رفض سبیہ ہیں یعنے اصحاب ثلثہ و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کو بدی سے
یاد کرتے ہیں اور یہہ امر موجب کفر ہے دو وجہ سے۔ وجہ اوّل یہہ ہے کہ سب اصحاب کبار
حرام قطعی ہے اور حرام قطعی کو جو حلال سمجھے وہ شرعًا کافر ہے چونکہ یہہ لوگ سب اصحاب کبار
کو حلال بلکہ عبادت جانکر اس کا ارتکاب کرتے ہیں پس اُن کے کفر میں کیا شک ہے
وجہ دوسری یہہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر کی بزرگی اور حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی
پاکی قرآن شریف میں صراحۃً بیان ہے۔ اور یہہ لوگ اُن کی بزرگی سے بالکل انکاری ہیں
اور جو شخص قرآن شریف کی نصوص قطعیہ سے منکر ہو وہ سب علماء کے نزدیک کافر ہے۔
لہذا مابین سنی اور رافضی کے نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ نکاح کیواسطے ایماندار ہونا زوجین
کا یا زوجہ کا کتابیہ ہونا شرط ہے۔ بدوں اس کے نکاح درست نہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب
محدث دہلوی نے فتاوی عزیزی میں لکھا ہے کہ نکاح مابین شیعہ و سنی کے مذہب حنفی میں
درست نہیں۔ عبارت اُن کی بجنسہ نقل کیجاتی ہے۔ نکاح کردن درمیان مرد سنی و زن شیعہ
مبنی بر تکفیر و عدم تکفیر این فرقہ است در مذہب حنفی موجب روایات مفتیٰ بہ حکم فرقہ شیعہ حکم مرتد است
چنانچہ در فتاوی عالمگیری مرقوم است پس نکاح کردن از زن کہ درین فرقہ باشد درست نیست
واللہ اعلم و علمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ **باسمہ سبحانہ**۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع
متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا بعد تین سال کے لڑکی پیدا ہوئی اور والد پسر
مذکور کا قبل ولادت لڑکی کے انتقال کر گیا اور لڑکی بھی ایک ماہ تک زندہ رہکر انتقال کر گئی
بعد وفات لڑکی مذکور کے اُس کی والدہ چھہ ماہ حیات رہکر انتقال کر گئی اور لڑکا ایام ولادت
سے تا وفات والدہ تک بدستور شیر پیتا رہا بعد والدہ پسر مذکور کے اُس کی جدہ یعنے نانی
نے جو کہ عرصہ سے بیوہ تھی اپنی پہانتی سے نکالا اور پسر مذکور کو بعرصہ دراز شیر پلایا اب پسر
مذکور کا دختر خالہ پسر مذکور سے نکاح عند الشرع جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط
جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا۔ نکاح اُس کا دختر خالہ سے درست ہے اور شیر پینا

اُس پسر کا اپنی نانی سے نکاح کو مانع نہیں کیونکہ اُسوقت عمر پسر مذکور کی تین سال سے
زائد تھی اور دودھ پینے سے رضاعت شرعی تب ثابت ہوتی ہے اگر ڈھائی سال کے اندر
ہو جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے - ہو مص من ثدی آدمیة فی وقت مخصوص ہو حولان ونصف
عندہ - انتہیٰ - واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی - **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء
دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی ہشت سالہ کا نکاح ایک شخص سے ہوا - اور
اُس شخص نے اُس منکوحہ سے وطی نہیں کی اور نہ وہ اُس کے پاس ایک مکان علیحدہ میں
رہی بعد اُس کے شوہر نے طلاق دیدی آیا اس مطلقہ کا نکاح دوسرے شخص سے کرنے
میں عدت ضروری ہے یا نہیں - بینوا وتوجروا - فقط - **جواب** - اللّٰھم ارنا الحق حقا والباطل
باطلا - مطلقہ مذکورہ پر عدت شرعاً نہیں ہے - کما قال فی الدر المختار وسبب وجوبہا عقد
النکاح المتاکد بالتسلیم وما جری مجراہ - انتہیٰ - واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی -
باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے
اپنی لڑکی کا رشتہ بطریق ایجاب قبول شرعی کے اس طور کیا کہ میں اُس شخص کے فرزند کو
اپنی لڑکی دیدی - اُس شخص نے کہا کہ میں نے اپنے فرزند کے واسطے تیری دختر قبول کی
بعد میں معلوم ہوا کہ اُس شخص کا کوئی فرزند نہیں اب شرعاً اُس کا کیا حکم ہے - یعنے شرعاً نکاح
ہوا یا نہیں - اگر نہیں ہوا تو اس شخص کی دختر کا نکاح دوسرے شخص سے شرعاً درست ہے یا نہیں -
بینوا وتوجروا - فقط - **جواب** - اللّٰھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - ایجاب وقبول مذکورۃ الصدر
سے نکاح منعقد نہیں ہوا - قال فی الدر المختار غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح
وفی الشامی ما ذکرہ فی المراۃ یجری مثلہ فی الرجل ان کان الزوج حاضراً مشاراً الیہ جاز
ولو غائباً فلا مالم یذکر اسمہ واسم ابیہ وجدہ انتہیٰ ملخصاً - یعنے اگر عورت یا مرد کے نام ساتھ غلطی سے
اُس کے والد کا نام نہیں لیا - بلکہ کسی دوسرے کا نام لے لیا تو ایسی صورت میں نکاح شرعاً
نہیں ہوتا - پس دختر مذکورۃ الصدر کا نکاح اور شخص سے کرنا شرعاً درست ہے - واللہ اعلم

وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ **باسمہ سبحانہ** ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دختر نابالغہ کا شرعاً جواب کر دیا۔ یعنے ایجاب قبول شرعی طور پر مابین فریقین کے واقع ہوا۔ اب شادی عرفی کی تاریخ مقررہ پر والد دختر نے شوہر اول سے انکار کر کے اُس کے خورد برادر کے ساتھ نکاح کر دیا آیا یہہ نکاح ثانی شرعاً درست ہے یا نہیں۔ پس جو شخص اس نکاح کا مددگار ہو اُس کا کیا حکم ہے۔ **جواب** ۔ اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً نکاح ثانی شرعاً درست نہیں کیونکہ ایجاب قبول جب شوہر اول کے ساتھ ہو چکا ہے وہی اس کا شرعاً شوہر ہو گیا۔ شادی عرفی کے وقت دوبارہ ایجاب قبول ہونا ضرور نہیں۔ قال فی الدر المختار وینعقد بایجاب وقبول انتہی۔ یعنے ایجاب قبول سے ساتھ نکاح ہو جاتا ہے اور جو لوگ نکاح ثانی میں مددگار تھے اگر ان کو علم تھا کہ شوہر اول سے شرعاً جواب ہو چکا تھا باوجود اس علم کے دوسری جگہ خوش ہو کر نکاح کر دیا تو ان سب لوگوں کا نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ نکاح پر نکاح غیر سے کرنا حرام قطعی ہے حرام کو حلال جاننا کفر ہے۔ قال فی العقائد ما حاصلہ استحلال المعصیۃ القطعیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ **باسمہ سبحانہ** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی سوتیلی دختر نابالغہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا اب وہ دختر بالغہ ہو کر دعوی کرتی ہے کہ میرا نکاح جو میرے سوتیلے والد نے کرایا تھا نہیں ہوا کیونکہ اُس کو شرعاً میرا نکاح کرانے کی ولایت نہیں تھی بینوا توجروا۔ **جواب** ۔ اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔ نکاح مذکور نہیں ہوا۔ کیونکہ سوتیلا باپ شرعاً ولی نہیں ہو جاتا اور نیز سوائے باپ دادا کے لعد کسی ولی کو بھی غیر کفو میں نکاح کرانے کا اختیار نہیں اور نیز اگر کوئی ولی سوائے باپ دادا کے کفو میں نکاح کرا دے تب بھی نابالغہ کو بعد بلوغ کے اختیار فسخ کرا دینے نکاح کا شرعاً ہے جیسا کہ در مختار میں لکھا ہے

لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدا وان کان المزوج غیرہما لا یصح من غیر کفو وبغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہر المثل صح ولہما اختیار الفسخ بالبلوغ والعلم بالنکاح

واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمدؐ لودیانوی + **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا اور بروقت تندرستی کے اپنی دختر کو کچھ مال دیدیا تھا اور کچھ اپنے بھائی کو دیگیا تھا بعد مرنے اُس کے اُس کا برادر زادہ بحیثیت متبنّٰی وورانت شرعیہ کے دختر پر بابت مال مذکور دعویٰ کرتا ہے آیا شرعاً یہہ دعویٰ درست ہی یا نہیں - بینوا وتوجروا - فقط + **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً - جو متوفی نے اپنی جائداد بروقت تندرستی اپنی کے دیدی ہو اُس پر دعویٰ کسی کا نہیں ہوسکتا - اگر بالفرض قبل فوت ہونے کے نہ دیجاتا تو اُس پر وارثوں کا دعویٰ ہوسکتا تہا - برادرزادہ بموجودگی برادر شرعاً ورثا میں داخل نہیں اور متبنّٰی کرنا شرعاً بالکل درست نہیں خدا تعالی نے متبنّٰی بنانے سے منع کرنیکے واسطے قرآن شریف میں یہہ آیت نازل فرمائی - ماکان محمدؐ ابا احد من رجالکم - الآیہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمدؐ لودیانوی - **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا بعد اُس کے ایک ہمشیرہ پدری اور ایک چچازاد بھائی باقی رہے شرعاً ترکہ متوفی کا کس طرح پر تقسیم ہونا چاہیئے - بینوا وتوجروا - فقط - **جواب** اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - ترکہ متوفی مذکور کا شرعاً دونوں کو نصف نصف ملیگا یعنی کل مال متوفی سے اول قرضہ ادا کر کے باقی ماندہ میں سے نصف ہمشیرہ پدری اور باقی دوسرا نصف چچازاد بھائی کو شرعاً ملیگا - کذا فی السراجی واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمدؐ لودیانوی - فقط **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسمات خونون نے انتقال کیا اُس کا ایک مکان تھا جس میں اُس کے رضاعی بھائی کی اولاد سکونت پذیر اور قابض ہے - اُس مکان کا ایک شخص مسمی حسینی نے دعویٰ عدالت میں دائر کیا کہ یہہ مکان میرے ماموں کی زوجہ کا ہے یعنی متوفی مذکورہ میرے ماموں کی زوجہ تھی اسواسطے وہ مکان مجھہ کو ملنا چاہیئے - آیا یہہ دعویٰ مدعی مذکور کا شرعاً قابل سماعت ہی یا نہیں بینوا توجروا **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً - چونکہ مدعی شرعاً متوفیہ مذکورہ کے ورثا میں سے

نہیں یعنی کسی طرح کی قرابت جس سے شرعاً وارث ہوسکے متوفیہ مذکورہ سے نہیں رکھتا۔ لہذا دعویٰ مدعی شرعاً ہرگز لائق سماعت نہیں۔ کذا یفہم من کتب الفقہہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وراثت برادر حقیقی میں جو ماں باپ ایک سے ہو اس بھائی پر جو ایک باپ سے ہی۔ لیکن والدہ اس کی اور ہے فوقیت رکھتا ہے یا نہیں یعنے بموجودگی برادر حقیقی غیر حقیقی کو جو دوسری والدہ سے ہی ورثہ شرعاً پہنچتا ہی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط۔ **جواب** ۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً برادر حقیقی کے ہوتے برادر غیر حقیقی کو جو دوسری والدہ سے ہی شرعاً ورثہ نہیں ملتا۔ قال فی السراجی

ثم یرجحون بقوۃ القرابۃ اعنی بہ ان ذا القرابتین اولیٰ من ذی قرابۃ واحدۃ لقولہ علیہ السلام ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات کالاخ لاب وام اولیٰ من الاخ لاب انتہی ملخصاً

خلاصہ ترجمہ اس عبارت کا یہہ ہے کہ برادر حقیقی کے ہوتے برادر علاتی کو ورثہ نہیں ملتا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی + **باسمہ سبحانہ** ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا۔ اس کی دو زوجہ اور ایک بھائی باقی رہا شرعاً اس کا مال کس طرح تقسیم ہونا چاہیئے اور ایک زوجہ کا زیور مندرجہ لکا خانہ سے زائد ہے ایسی صورت میں زیادتی کو اصل مال متروکہ میں شامل کرنا چاہیئے۔ یا اس عورت کے مال میں شمار کرنا لازم ہی بینوا توجروا۔ **جواب** ۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً۔ صورت مذکورہ میں بعد ادائے مہر و وصیت و قرضہ وغیرہ چوتھائی مال کی دونوں عورتوں کو اور باقی تین حصے بھائی کو شرعاً ملنے چاہئیں اور جو زیور زائد مندرجہ لکاخانہ سے جس عورت کا موجود ہے وہ اسی کا مال سمجھ اس کو ترکہ میں داخل کرنا نہ چاہیئے۔ فقہ کی کتاب مسمی کافی میں لکھا ہے القبض دلیل الملک یعنی جو چیز جس کے قبضہ میں ہے وہ چیز اسی کی ہے۔ جب تک کوئی دلیل شرعی اس کے برخلاف نہ پائی جاوے

کتاب جامع الفصولین میں لکھا ہے۔ ذو الید للشئ المستعمل المتصرف فیہ الدال علی انہ ملکہ ہو احق بالدعویٰ۔ یعنے جو چیز جس کے ہاتھ میں ہے اور اس کے استعمال میں آتی ہے

اُس کی ملک پر دال ہے وہی شخص اس پر دعوی کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔ صرف اس گمان
سے کہ یہہ زیادہ زیور شوہر نے اپنا بنا کر بطور امانت یا عاریۃً اپنی زوجہ کے سپرد کیا ہوگا۔ دعوے
کرنا وارث کا بالکل باطل ہے۔ جیسا کہ کتاب خزانۃ العلوم میں لکھا ہے۔ الدعوی بالظن
والسماع لا یقبل۔ غرض بلا دلیل مال غیر پر دعوی شرعاً قائم نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ راقم
محمد لودیانوی + باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ضاد اور ظا میں
فرق کرنا واجب ہے یا نہیں۔ اگر ضاد کی جگہ ظا یا ذال پڑھا جاوے تو نماز ہوتی ہے یا نہیں۔
بینوا توجروا۔ فقط۔ **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ
فرق کرنا ضاد اور ظا میں واجب ہے اور فرق نہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔ قال فی المنیۃ اما اذا
قرأ مکان الذال ظاءً او مکان الضاد ظاءً او علی القلب تفسد صلوٰتہ وعلیہ اکثر الائمۃ۔ انتہی
وذکر صاحب العینی شارح البخاری تحت قولہ تعالی وما ہو علی الغیب بضنین۔ بعد بیان ان عند
بعض القراء بالضاد وعند البعض بالظاء ناقلا عن النسفی حیث قال وقال النسفی فی تفسیرہ
واتقان الفصل بین الضاد والظاء واجب ومعرفۃ مخرجیہما لابد للقاری فان اکثر العجم لا یفرقون
بین الطرفین۔ انتہی۔ مافی العینی اور جو بعض روایات میں مکان ضاد کے ظا پڑھنے سے
نماز درست لکھی ہے وہ بعض متاخرین کا مذہب ہے لیکن وہ بھی علی الاطلاق نہیں بلکہ
اُس مقام میں درست ہے جہاں ظا سے معنی میں خرابی نہ پڑے ورنہ نماز بالاتفاق فاسد
ہو جاویگی۔ اس امر میں ذال اور ظا برابر ہیں۔ قال صاحب الکبیری شارح المنیۃ ناقلا عن قاضیخان
لو قرأ والعادیات ظبحا بالظاء مکان الضاد تفسد اذ لیس لہ معنی حسدر بالدال المہملۃ مکان
الضاد المعجمۃ تفسد للبعد الفاحش فی معناہما غیر المعظوب والمغذوب بالظاء المعجمۃ والذال
المعجمۃ تفسد اذ لیس لہما معنی ولا الظالین بالظاء المعجمۃ او الدال المہملۃ لا تفسد لوجود لفظہما
فی القرآن وقرب المعنی انتہی۔ مختصر اخلاصۃ المرام ان اکثر الائمۃ ذہبوا فی صورۃ تبدیل
الضاد ظاءً او دالاً الی فساد الصلوٰۃ واما المتاخرون فقالوا ان کان بعد التبدیل لہ معنی قریب لا تفسد

والاتقف عندہم ایضا - محصل کلامہم ایضا ان الظاء المعجمۃ لاتقوم مقام - الضاد مطلقا
بل اذا کان لہ معنی مناسبا والدال المہملۃ کذالک لاتقوم مقام الضاد الا اذا کان لہ معنی مناسب
فاحفظہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی - **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و
مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ جو مسجد قبرستان میں ایسی زمین پر تعمیر کیگئی ہو جو قبروں سے
خالی تھی لیکن گرداگرد اُس کے قبریں ہوں اور اُس مسجد کی چاردیواری موجود ہو تو ایسی مسجد
میں نماز پڑھنے کا شرعاً کیا حکم ہے - بینوا توجروا - فقط - **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا وارنا الباطل
باطلاً - قبروں کے اندر نماز کا ادا کرنا فقہانے مکروہ تحریر کیا ہے - لیکن اگر کوئی مکان نماز کیواسطے
طیار کیا گیا ہو اور اُس میں کوئی قبر نہ ہو تو ایسے مکان میں نماز کا ادا کرنا لاباس میں داخل ہے
نماز مکروہ نہیں ہوتی - قال فی الشامی اذا کان فی المقبرۃ موضع اعد للصلوۃ ولا قبر ولا نجاسۃ
فلاباس کما فی الخانیۃ وفی القہستانی لاتکرہ الصلوٰۃ فی جہتہ قبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی
صلوٰۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ انتہی - قال القسطلانی - اما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح و
قصد التبرک بالقرب منہ لا التعظیم لہ ولا للتوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور - انتہی - واللہ اعلم
وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی - **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرح متین
اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص شاگرد ہو کر استاد کو ایذا دے تو آیا وہ شخص عاق ہوتا ہے یا
نہیں اور جو والدین کے ایذا دینے سے عقوق ہوتا ہے عاق اُستاد کا اُس سے شرعاً کم ہے
یا زیادہ - بینوا توجروا - فقط - **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً - حقوق اُستاد
کے شاگرد پر والدین کے حقوق سے زیادہ ہیں - جیسا کہ عین العلم میں لکھا ہے حیث
قال حق المعلم زائد علی حقہما - یعنے حق اُستاد کا والدین کے حق سے زیادہ ہے اُس کی شرح
میں لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر باپوں کا وہ شخص ہے جو علم سکھاوے
اور نیز عین العلم میں ہے کہ نہ ڈھوکے دروازہ استاد کا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حق میں اس مضمون کا حکم آیت میں وارد ہے - حیث قال ولا تقرع باب دارہ قرع دلو

انہم صبروا حتی تخرج الیہم لکان خیرا لہم۔ انتہی۔ جامع التفاسیر میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی عنہ نے۔ انا عبد من علمنی حرفا۔ میں غلام ہوں اُس کا جس نے تعلیم کیا مجھہ کو ایک حرف اور اُستاد کے نافرمان کو جنت کی بو نہیں پہنچیگی۔ اور باران انواع میں مولوی عبد اللہ صاحب نے لکھا ہی کہ ماں باپ کے عاق کی توبہ درست ہے اور جو استاد کا عاق ہو اُس کا قاضی اور مفتی اور حاکم ہونا درست نہیں اور کوئی عبادت اُس کی قبول نہیں ہوتی اور اُس کو آخر عمر میں محتاجگی لایق ہوتی ہے اور بدوں رضامندی استاد کے اُس کی توبہ اور ایمان قبول نہیں ابیات انواع کے یہہ ہیں۔

ماں پیو دا حق فرض ہے مسعودی فرماد۔ اِس غالب استاد خزانی تحفۃ الفقہا
ہک لفظ پچھے کوئی پاس کسی تے اُس ہوند اُستاد۔ ایہہ وجہ خلاصی حضرت کہیا منکر دین فساد
ماپیو دا کوئی عاق ہجہ لس کراہت طاعت۔ توبہ اُس قبول ہے اندر خیر نجات
جے عاق ہووے اُستاد والتدا ایہہ مذکور۔ رب الہا خالقا کرنوں حق ظہور
عاق قضا نہ حاکمی نہ فتوے اسلطان۔ حج زکوۃ صلوۃ نہ کلمہ صدقہ نہ رمضان
لس آخر عمر فقیری آوے برکت علم نہ کجہ۔ لس ایمان توبہ رد کہن ہک وچ کتاباں بجھ
ماں پیو کسی سدنیدا ایہی جو ایہہ نقل کرمیئی۔ ایتھے نقل نہ پہنے پہنے جو استاد سدیئی

حکایت مشہور ہے کہ ایک خاکروب جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گذرتا تو آپ اُسیوقت کھڑے ہو جاتے۔ حاضرین نے سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ یہہ میرا اُستاد ہے اِس امر کا کہ کتا جب لات اٹھا کر پیشاب کرتا ہے اُسوقت بالغ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد بودیانوی۔ شاہ عبد القادر صاحب نے موضح القرآن کے فوائد میں بیان کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حق اُستاد کا نہ فرمایا ماں باپ کا بیان کیا اِسواسطے کہ اُستاد کا حق رسول کے حق میں آگیا کہ نائب رسول ہے۔ انتہی۔ بما حاصلہ۔ اور احادیث میں وارد ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء لہذا اضر در حقوق اُستادی انبیاء کے حقوق میں شمار ہیں ایذا دینے والا نبیوں کا ملعون ابدی ہوتا ہے۔ چنانچہ آیات میں جا بجا مذکور ہے۔ حکم ایذا دینے والے کا بغیر موجب شرعی کے

اُستادوں کو منفرع اس پر ہے لائق امامت و استفشا و دیگر احسانات دینی و دنیاوی کے
شرعاً کب ہوگا۔ اگر حکومت اسلام ہو تو سخت سزا یاب ہو اب مسلمانوں کو اس قدر لازم ہے
کہ ایسے شخص سے کنارہ کشی کریں۔ فقط۔ الراقم اسمٰعیل عفی عنہ۔ **باسمہ سبحانہ**۔ کیا فرماتے
ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا بعد اُس کے دو پسر اور ایک
دختر اور ایک زوجہ باقی رہی شرعاً ترکہ اُس کا کس طرح تقسیم ہونا چاہیئے۔ بینوا توجروا۔ فقط
جواب۔ اللھم ارنا الحق حقا و الباطل باطلاً۔ اوّل اُس کے مال سے دین اور مہر ادا کیا جاوے
بعد ازاں کل مابقی مال کو چالیس حصّہ کیا جاوے اُس میں سے پانچ حصّہ زوجہ کو اور سات حصّے
دختر کو اور چودان چودان ہر دو پسران کو حصّے دئے جاویں۔ بہذہ الصّلوٰۃ مسئلہ ۴۰
ابن ۱۴ ابن ۱۴ بنت ۷ زوجہ ۵
وکذا فی السراجی واللہ اعلم و علمہ اتم الراقم **محمد** لودیانوی + **باسمہ سبحانہ**۔ کیا فرماتے ہیں
علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ذبح کرتے وقت عقدہ یعنے کنڈی سینے
کیطرف رہ جاوے تو اُس ذبیحہ کا گوشت درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط **جواب**
اللھم ارنا الحق حقا و الباطل باطلاً۔ یہہ مسئلہ اگرچہ اختلافی ہے لیکن اکثر علمائے محققین کے نزدیک
گوشت مذکورہ حرام نہیں۔ قال العینی فی شرح الہدایۃ سئل الامام الرستغفنی عمن ذبح شاۃ
وبقیت عقدۃ الحلقوم مایلی الصدر اتوکل ام لا قال ہذا قول العوام ولیس ہذا بمعتبر و تجوز اکلہا
سواء بقیت العقدۃ مایلی الراس او مایلی الصدر لان المعتبر عندنا قطع اکثر الاوداج وفی النہایۃ
وہذا صحیح لانہ لا اعتبار بکون العقدۃ من فوق او من تحت الا تری الی قول محمد بن الحسن فی الجامع الصغیر
لا باس بالذبح فی الحلق کلہ اسفل الحلق او وسطہ او اعلاہ فاذا ذبح فی الاعلی لا بد ان تبقی
العقدۃ من تحت ولم یلتفت الی العقدۃ لا فی کلام اللہ ولا فی کلام رسولہ بل الزکوۃ بین اللبۃ
واللحیین بالحدیث انتہی۔ وفی الشامی ومثلہ فی المسح عن البزازیۃ وبہ جزم صاحب الدرر
لیکن جزم فی النقایۃ والمواہب بانہ لا بد ان تکون العقدۃ مما یلی الراس والیہ مال الزیلعی وقال
ما قال الرستغفنی مشکل فانہ لم یوجد فیہ قطع الحلقوم ولا المری واصحابنا وان اشترطوا قطع الاکثر

فلا بد من قطع احدهما عند الكل واذا لم يبق شيئ من العقدة مما يلي الراس لم يحل بقطع احد
منهما فلا يؤكل بالاجماع اه وردّه محشيه الشلبي والحموي وقال المقدسي قوله لم يحل بقطع واحد
منهما ممنوع بل خلاف الواقع لان المراد بقطعهما فصلهما عن الراس او عن الاتصال بالجثة
انتهى - وقال الرملي لا يلزم منه عدم قطع المري اذ يمكن ان تقطع الحرقد وهو اصل اللسان و
ينزل على المري فيقطعه فيحصل قطع الثلاثة انتهى - اقول والتحرير للمقام ان يقال ان كان
بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ما قاله شراح الهداية تبعا للرستغفني
والا فالحق خلافه اذ لم يوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب ويظهر ذالك بالمشاهدة او سؤال
اهل الخبرة فاغتنم هذا المقال ودع عنك الجدال انتهى ما في الشامي - حاصل اس عبارت کا یہہ ہے
کہ اس مسئلہ میں علما مختلف ہیں - صاحب شامی نے آخر میں بطور محاکمہ کے یہہ لکھا ہے کہ اگر وقت
ذبح کرنے کے عقدہ یعنی گھنڈی سینہ کی طرف رہے اور سوائے حلقوم کی باقی تینوں رگیں کٹ
جاویں تو درست ورنہ کھانا اُس کا حلال نہوگا - واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودہیانوی -

باسمہ سبحانہ کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بوقت وعظ نصیحت یہہ کہتا ہے کہ مسلمانی
کتنے لمبے چوڑی ہے اور کیا چیز ہے اور میں رسول کو نہیں جانتا کہ کون تھا جو کوئی مجھ کو
شراب وبھنگ وچرس ونشے وزنا وغیرہ سے منع کرتے ہیں تو اُس کو سور کھلاؤں گا اور
خود بھی کھاؤں گا - اور بعض اشخاص اس شخص کے معاون ہوں تو اب بموجب شریعت وہ اور اُس کے
معاون کون ہوئے اور اُن کی کیا سزا اور تعزیر اور نیز یہہ شخص اور اُس کے معاون توبہ سے
بھی منکر ہیں اور اُن سے ملنا برتنا کیسا ہے اس کا جواب مفصل معہ سزا تحریر فرماویں
کیونکہ بہشتی مقدمہ ۲۴ ہے **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - ایسے شخص کے مرتد ہونے
میں شک نہیں کیونکہ انکار کرنا حضرت کا جو بانی مبانی شریعت اسلام کے ہیں اشد کفر ہے
اور جو شخص اُس کی اعانت کرتے ہیں اور اس کو اچھا جانتے ہیں وہ بھی دائرہ اسلام سے
خارج ہیں - مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان مرتدوں سے اپنے آپ کو بچاویں اور ان کے ساتھ کوئی

معاملہ نہ کریں دینی ہو یا دنیاوی اسی واسطے شارع نے ایسے لوگوں سے سوائے اسلام قبول
کرنے کے اور کوئی طریق توبہ قبول کرنے کا حکم صادر نہیں فرمایا - یعنے کافروں کو رعیت بنا کر
حاکم اہل اسلام حکومت اسلامی میں رکھ سکتا ہے - اور مرتد کو بدوں قبول کرنے اسلام کے
رہائی کسی طرح نہیں دے سکتا - قال فی الہدایۃ توضع الجزیۃ علی اہل الکتاب و عبدۃ الاوثان
ولا توضع علی المرتدین لا یقبل منہم الا الاسلام انتہی - واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی -

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ظہر کا ادا کرنا
بعد جمعہ کے لازم ہے یا نہیں اور تراویح میں بیس رکعت ہیں یا آٹھ - بینوا توجروا - فقط -

جواب - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - اس ملک ہند میں بسبب نپائے جانے حکومت
اسلام کے جمعہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک فرض نہیں ہوتا - اسیواسطے ظہر کا پڑھنا لازم ہے
اور تراویح چاروں اماموں کے نزدیک بیس رکعتیں ہیں - جو شخص ظہر بعد جمعہ کے ادا کرنے سے
مانع ہو اور تراویح کو آٹھ رکعتیں قرار دے وہ شخص لامذہب ہے - ایسے شخص کو جماعت میں امام
نہونے دے - یہہ دونوں مسئلے کتب فقہ میں مثل عینی و فتح القدیر وغیرہ میں بسط کے ساتھ موجود
ہیں - واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی -

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان
شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی دختر کا شرع جواب دیکر فوت ہو گیا اب وہ لڑکی چودہ
سال کی ہے اور اُس کا ایک بھائی سولاں برس کا ہے - اور دو عم ہیں اور والدہ ہے اب
اُس کے نکاح کیواسطے شرعاً ولی کس کو قرار دیا جاوے - بینوا توجروا - فقط -

جواب - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - اگر ایجاب قبول جانبین سے بروقت شرع جواب پوری
طور پر وقوع میں آیا ہو تو نکاح اُسی وقت کا قائم ہے اور نکاح کرنے کی اور ولایت کسی
کی درکار نہیں - اگر ایجاب قبول وقوع میں نہیں آیا - پس اگر وہ دختر متوفی کی اس وقت
بالغہ ہے - تب بھی ولایت کی حاجت نہیں خود ہی مختار ہے اور اگر بالغہ نہیں تو بھائی اُسکا
اگر بالغ اور عاقل ہے تو اُس کو نکاح کروا دینے کی شرعاً ولایت ہے اور اگر وہ بالغ و عاقل

ہیں۔ تو اُس کے ہر دو عموں کو ولی قرار دیا جاوے۔ قال فی الدر المختار وینعقد بایجاب
من احدہما وقبول من الآخر والولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ علی ترتیب الارث والحجب وشرط
حریۃ وتکلیف وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیرۃ ومجنونۃ فینفذ نکاح مکلفۃ بلا رضاء ولی
انتہی ملتقطا من مواضع شتی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبا **محمد** لودیانوی۔
باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام ولا الضالین
کے ضاد کو ارادۃً بصورت ظا ادا کرتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں
بینوا بالدلائل الفقہیۃ جزاکم اللہ رب البریۃ۔ **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا
ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہیں۔ وفی الشامی بما حاصلہ وان لم یمکن التمیز بینہما
الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المہملتین قال اکثرہم لاتفسد وفی خزانۃ الاکمل
ان تعمد ذالک تفسد وان جری علی لسانہ ولایعرف التمیز لاتفسد وہو المختار وفی البزازیۃ وہو اعدل
الاقاویل وہو المختار انتہی۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح جزری میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ
علماء مصر سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فتویٰ کفر کا دیا اور لکھا کہ آیت۔ وجوہ
یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ میں ناضرہ کے معنی بھی ناظرہ ہو جاوینگے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم
خادم الطلباء **محمد** لودیانوی۔ **باسمہ سبحانہ**۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس
مسئلہ میں کہ ایک شخص نے درحالت صحت قبل از وفات دو سال اپنی جائداد کو بین ورثا حسب
رضامندی اُن کے تقسیم کر دیا۔ اور اس شخص نے اُن کو وصیت کی کہ میری وفات کے بعد اسی تقسیم
پر رہنا۔ تنازع فساد برپا نہ کرنا۔ چنانچہ بعد انتقال اُس کے عرصہ انیس سال سے اُسی تقسیم کے موجب
سب ورثا برضا ورغبت قابض ہیں۔ لیکن اب بعض ورثا موجودہ کی اولاد کا ایسا منشا ہو رہا ہے
کیا جاتا ہے کہ اُس تقسیم کو وصیت ناجائز میں داخل کر کے فسخ کرایا جاوے اور از سر نو تقسیم جائداد
کی کرائی جائے۔ آیا شرعاً ایسا ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔ **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا
والباطل باطلا۔ اگر شخص متوفی نے کل جائداد تقسیم کر کے ورثا کا قبضہ اپنی صحت میں کرا دیا تو ہبہ

تقسیم قبلیہ وصیت سے نہیں۔ پس بعد میں کوئی وارث فسخ نہیں کراسکتا۔ اگر یہ تقسیم بطور وصیت کے کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد اس طور پر باہم اپنے تقسیم کرلینا اور بعد میں ورثا نے بموجب وصیت کے برضا و رغبت عمل درآمد کرکے قابض ہوگئے۔ تو البتہ یہ تقسیم داخل وصیت ہے۔ لیکن یہ وصیت شرعاً جائز نہیں کیونکہ جو وصیت وارثوں کو کیجاوے اور کل وارث اُس پر رضامند ہوجاویں تو وہ شرعاً صحیح ہے۔ لما قال فی الدر المختار ولا لوارثہ الا باجازۃ ورثتہ انتہی ملخصاً جب تقسیم مذکورہ شرعاً صحیح ہوگئی تو اس کو اولاد بعض وارث کی کیا بلکہ خود وارث اُس کو فسخ کرا نہیں سکتے۔ کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی ۔ **باسمہ سبحانہ** ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے دخول کیا اور بغیر انزال ہونے کے اپنے عضو مخصوص کو فرج عورت سے نکال لیا تو ایسی صورت میں اُن دونوں پر غسل شرعاً واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا + فقط ۔ **جواب** ۔ اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا صورت مذکورہ میں غسل مرد عورت دونوں پر شرعاً واجب ہے قال فی الہدایۃ والمعانی الموجبۃ للغسل انزال المنی الی قولہ والتقاء الختانین من غیر انزال لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اذا التقی الختانان وغابت الحشفۃ وجب الغسل انزل اولم ینزل انتہی وفی الکفایۃ عن المبسوط واذا التقی الختانان وغابت الحشفۃ وجب الغسل انزل اولم ینزل وہو قول المهاجرین کعمر و علی وابن مسعود رضی اللہ عنہم واما الانصار کابی بن کعب وحذیفۃ وزید بن ثابت رضی اللہ عنہم قالوا لایجب الاغتسال بالاکسال مالم ینزل وبہ اخذ سلیمان الاعمش بظاہر قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الماء من الماء ولنا ان النبی علیہ الصلوۃ والسلام قال اذا التقی الختانان وجب الغسل انزل اولم ینزل والاصح ان عمر رضی اللہ عنہ لم یسوغ للانصار ہذا الاجتہاد حتی قال لزید ای عدو نفسہ ماہذہ الفتوی التی ظہرت عنک فقال سمعت عمومتی من الانصار یقولون کذالک فجمعہم عمر رضی اللہ عنہ فسالہم فقالوا کنا نفعل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولا نغتسل فقال او کان تجسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا لا فقال لیس لشیٔ و بعث

الی عائشہ رضی اللہ عنہا فسالہا فقالت فعلت ذالک مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

واغتسلنا فقال عمر لئن عدت الی ہذا لادبتک انتہی۔ خلاصہ۔ مطلب اس عبارت کا یہہ ہے کہ اِس مسئلہ کا تذکرہ حضرت عمرؓ کے وقت میں ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کا واجب ہونا ثابت کرکے سب کو اسی پر عمل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا جو اِس کے خلاف فتویٰ دیگا اُسکی میں گوشمالی کروں گا۔ یعنے اُسکو دُرّے لگاؤنگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی + باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جو کوئی خلافت خلیفہ اوّل کی برحق قرار نہ دے اور کہے کہ حق خلافت کا حضرت علیؓ کو تھا خلیفہ اوّل نے زبردستی سے یہہ عہدہ لیکر ترکہ دبالیا سُنت جماعت کے پاس اِس باب میں سوائے اجماع کے کوئی دلیل نہیں اور اس اجماع کو باطل اور ناحق قرار دیتا ہے ایسا شخص شرعاً کافر ہے یا ضال۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا۔ ایسے شخص کے گمراہ ہونے میں شک نہیں۔ بلکہ خوف کُفر کا ہے کیونکہ اجماع خلیفہ اوّل کی خلافت پر قطعی الثبوت ہے اور ایسے اجماع کا منکر شرعاً کافر ہے۔ جیساکہ کتب اصُول مثل تلویح وغیرہ میں موجود ہے اور نیز ثبوت خلافت خلفاءِ اربعہ کا قرآن سے بھی علماءِ اہل سنت نے مثل آفتاب کے ثابت کردیا ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ جس طرح پر خلفاء ثلثہ کی خلافت واقع ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی یہی طریقہ پسندیدہ اور حق تھا اور اس امر پر دلائل آیات قرآنی اور احادیث نبوی اور اجماع اُمّت اور اقوال عترت موجود ہیں جیسا کہ کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں ہزاراں دلائل قرآن اور حدیث اور اجماع اور اقوال عترت مدلل طور سے موجود ہیں۔ میں اُس میں سے بطور مختصر کچھہ نقل کرتا ہوں۔

قال اللہ تعالیٰ۔ وعد اللہ الذین آمنو منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین

من قبلکم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی ولا یشرکون
بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ہم الفاسقون۔ حاصل ترجمہ اس آیت کا یہہ ہے
کہ ایک جماعت کو ان میں سے زمین پر مسلط کریگا جیسا کہ پہلے لوگوں کو زمین پر خلیفہ کیا
تھا۔ مثل حضرت داؤد کی جیسا کہ اُن کے حق میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ یاداؤد انا جعلناک
خلیفۃ فی الارض۔ اور نیز وعدہ فرمایا کہ دین اُنکا جو پسندیدہ پروردگار کا ہے زمین میں اسکو
مکان دیگا۔ یعنے خدا تعالی اُن کے دین کو رائج اور شایع کریگا اور یہہ بھی وعدہ فرمایا کہ جیسا
تم کو اب کافروں کا ڈر اور خوف ہے اُس کو بدل کر امن عطا فرمائیگا۔ غور کرنے سے صاف
ثابت ہوتا ہے کہ اگر خلافت خلفاء ثلثہ کی ظلم اور باطل معاذ اللہ قرار دیجاوے۔ تو اللہ تعالی کا
یہہ وعدہ معاذ اللہ کذب ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ خلافت موعودہ اور کسی زمانے میں پائی نہیں گئی
پس انکار خلافت خلفاء کا حقیقت میں انکار قرآن کا ہے اور کلام الہی کو کاذب قرار
دینا ہے۔ نعوذ باللہ منہ اور اس آیت مذکورہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں بیان کیا ہے۔ بکذا النقل۔ فی نہج البلاغۃ الذی ہو من
مشاہیر کتب اہل التشیع قال اللہ قل للمتخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس
شدید تقاتلونہم او یسلمون فان تطیعوا یوتکم اللہ اجرا حسنا وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم
عذابا الیما۔ اس آیت سے مُراد وہ قبائل اعراب ہیں جنہوں نے سفر حدیبیہ میں حضرت
کا ساتھ نہیں دیا۔ مثل قبیلہ اسلم وجہینہ وغیرہ اور اُن سے جہاد بموجب اجماع مورخین ہر دو
فریق حضرت کی حیاتی میں نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت ابوبکر رضی کی خلافت میں ہوا۔ پس اس آیت
سے حضرت ابوبکر صدیق اکبر کی خلافت کا حق ہونا قطعی طور سے ثابت ہوا کیونکہ خدا تعالی
نے اس آیت میں اطاعت کرنے والوں کو وعدہ اجر کا کیا اور اعراض کرنے والوں کو
عذاب الیم کا مستحق قرار دیا اگر خلیفہ اول کی خلافت حق نہ ہوتی تو اُن کی اطاعت معاذ اللہ
موجب عذاب ہوتی نہ موجب اجر۔ قال اللہ تعالی۔ یاایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن

دینہٖ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ
ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اس آیت میں
اُن لوگوں کی تعریف ہی جو کمالات مذکورہ سے موصوف ہوں۔ جو غایت درجہ کے کمالات ہیں
اوّل خدا تعالیٰ کا قرب جو لفظ یحبہم ویحبونہم میں مذکور ہے۔ دوسرا معاملہ اُنکا ساتھ مومنوں کے
تیسرا معاملہ اُن کا ساتھ کافروں کے۔ چوتھا معاملہ اُنکا ساتھ منافقوں کے اور ضعیف ایمان
والوں کے اور ظاہر کہ امام کا معاملہ یا خدا سے ہے یا خلقت سے اور خلقت یا مومن ہے
یا کافر یا منافق یا ضعیف الایمان جب ان معاملوں میں امام پسندیدۂ خدا ہو۔ تو اُس کا امام
برحق ہونا ثابت ہوا۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے آخر ان اوصاف کے فرمایا۔ ذالک
فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم اور جہاد بالاجماع خلیفہ اور اس کے تابعداروں
نے مرتدین سے کیا ہے۔ کیونکہ حضرت کے اخیر وقت میں تین گروہ مرتد ہو گئے تھے حضرت
ابوبکرؓ نے اُن سے جہاد کیا۔ یہہ تینوں آیات مذکورہ الصدر حقیت خلافت وامامت خلفاء ثلثہ
کی ایسی طور سے ثابت کرتی ہیں کہ کسی غیر کا احتمال بالکل باقی نہیں رہتا۔ البتہ جن کو خدا تعالیٰ
نے گمراہ کیا ہے۔ اُنکو احتمالات باطلہ کا خیال آتا ہے تمام ہوا ترجمہ کلام مولانا شاہ عبدالعزیز
صاحب دہلوی کا بطور کمال اختصار کے واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت
ہو گیا۔ اُس کی زوجہ والد شوہر سے بطور ترکہ حصہ طلب کرتی ہے آیا شرعاً زوجہ مذکور کو
مال والد شوہر سے جو اُس نے خود پیدا کیا ہے یا جدی جائداد اُس کی ملک میں ہے ورثہ
مل سکتا ہے یا نہیں۔ **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ زوجہ مذکورۃ الصدر
کو والد متوفی کے مال سے شرعاً کچھ نہیں ملسکتا کیونکہ زوجہ پسر ورثا میں داخل نہیں البتہ جو جائداد
شوہر کی شرعاً ثابت ہو اُس میں سے زوجہ کو بعد منہا کرنے مہر کے چوتھا حصہ شرعاً ملسکتا ہے
کذا فی السراجی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ **باسمہ سبحانہ**۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان

شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے ایک مسجد تعمیر کی اور اُس کی موجودگی میں امام اہل
محلہ نے مقرر کیا اور بانی مسجد نے نمازیان محلہ کو کار بار مسجد کا مختار بنایا۔ اب بعد مرنے
عورت مذکورہ کے غیر شخص لوگ جو قوم بانی مسجد کے کہلاتے ہیں ارادہ کرتے ہیں کہ امام قدیم
کو معزول کرکے اور امام حرام خور کو مقرر کریں آیا یہ معزول کرنا شرعاً اُن کے اختیار میں ہے یا نہیں

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ امام قدیم کا معزول کرنا اُن کے اختیار میں نہیں ہے
بلکہ نمازیان محلہ کا اختیار امام کے مقرر کرنے کے بارے میں بانی مسجد سے بھی شرعاً فوقیت رکھتا
ہے بشرطیکہ جس امام کو نمازیان مسجد مقرر کرنا چاہتے ہوں افضل اور اصلح ہو اُس شخص سے جس کو
بانی مسجد امام بنانا چاہتا ہو۔ قال فی الدر المختار والبانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن
الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی۔ انتہی۔ واللہ اعلم واتم ۔ **باسمہ سبحانہ**۔ ما
قول العلماء الربانیۃ والفضلاء الحقانیۃ فی ان قیام رمضان الذی یعبرون عنہ بالتراویح مروی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ام لا وعلی الاول فکمیۃ رکعاتہ مروی ام لا۔ بینوا توجروا۔ فقط۔ **جواب**
اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ اعلم ان قیام رمضان وصلوۃ التہجد کلاہما مرویان عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم والفرق بینہما ان صلوۃ التہجد کانت فی النصف الاخیر من اللیل ولم یکن بجماعۃ فی المسجد
معہودا بخلاف قیام رمضان فانہ ثابت منہ صلی اللہ علیہ وسلم من اول اللیل بجماعۃ فی المسجد لما
رواہ الترمذی من ابی ذر قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یصل بنا حتی بقی سبع من الشہر
فقام بنا حتی ذہب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسۃ وقام بنا فی الخامسۃ حتی ذہب شطر اللیل
الحدیث وکذا اعداد الرکعات مروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم صلی عشرین رکعۃ سوی الوتر رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی فی معجمہ والبیہقی
فی سننہ لا یقال انہ ضعیف فلا یستقیم حجۃ لانا نقول ان تعیین عشرین رکعۃ فی زمان عمرؓ مع عمل
سائر الصحابۃ علیہ دلیل قاطع فی کونہ توقیفیا ومسموعا من الشارع لانہ من باب التشریع ومثلہ
داخل فی المرفوع کما بین فی موضعہ ہذا خلاصۃ ما ذکر شیخ الاسلام فی شرح البخاری حیث قال ثابت شدہ

در حدیث صحیح در قیام رمضان از عائشه که جهد میکرد در رمضان آنقدر که نمی کرد در غیر رمضان و در عشر آخر آن قدر که نمیکرد در غیر عشر و در مسلم از انس آمده بود که آنحضرت قیام میکرد در رمضان پس آمدم پس ایستادم به پهلوی آن حضرت و آمد مرد دیگر پس او نیز ایستاد تا آنکه جماعت شدیم پس معلوم کرد آنحضرت که ما پس ایستادیم گشت که سبک میگذارد ـ نماز پستر در آمد منزل خود را پس گذارد ـ نمازیکه نمی گذارد آنرا نزد ما الحدیث و این ظاهر در آنست که قیام رمضان زائد بود بر معتاد تهجد که بمنزل میگذارد ـ و حدیث ابی ذر در سنن ابوداود و ترمذی و نسائی که روزه داشتیم با آن حضرت رمضان را پس قیام نکرد با ما تا آنکه باقی ماند هفت شب از ماه پس قیام کرد ـ بما تا آنکه گذشت ثلث شب پستر قیام نکرد با ما در ششم شب باقی پستر قیام کرد ـ بما در پنجم باقی تا آنکه گذشت نصف شب پس گفتیم یا رسول الله اگر باقی شب هم نفل کنی ما را بهتر باشد فرمود کسیکه قیام کند با امام تا آنکه برگردد نوشته میشود قیام تمام شب او پستر قیام نکرد بما تا آنکه باقی ماند سه شب از ماه پس نماز گذارد با ما در سوم شب باقی و خواند اهل خود را و زنان خود را پس قیام کرد با ما تا آنکه ترسیدیم فلاح را یعنی سحور را دلالت دارد بر اشتهار امر قیام رمضان بجماعت و ثبوت عمل آنحضرت بدان در اول شب و آخر شب بجماعت فقصد انجلاف تهجد که جز در نصف آخر ثابت نشده و جماعت در آن و گذاردن آن میان مردم در مسجد معهود نگشته و چون آنحضرت بعد گذاردن چند شب عذر ذکر فرمودند لاجرم گذاردن آن بدین وجه سنت تقدیری بود یعنی اگر خوف نمی بود مواظبت میکرد و بدانکه عدد رکعات درین قیام که قرار یافت چه بود ـ در موطا از یزید بن رومان آمده که قیام میکردند مردم در زمان عمر به بست و سه رکعت و بیهقی در معرفت از سائب بن یزید آورده که قیام میکردیم در زمان عمر به بست رکعت و وتر نووی در خلاصه گفته اسناد آن صحیح است و مالک در موطا نیز از سائب مانند آن ذکر کرده و محمد بن نصر از طریق عطا آورده دریافتم ایشان را در رمضان که نماز میکردند بست رکعت و سه رکعت وتر در روایت موطا از سائب یازده رکعت نسبت کرده اند آن را بوهم دزد اختلاف در طریق سائب رجوع

باید کرد بطریق دیگر و ثابت شد از طریق رومان و عطا بست رکعت پس اعتماد بران بالقطع احتمال دارد که یازده در اول امر بود چنانچه مشهور ست بدان لفظ روایت که امر کرد عمر ابی بن کعب و تمیم داری را که قیام کنند در رمضان یازده رکعت الحدیث بعد ازان قرار یافت امر بر بست رکعت سوای وتر و از ان حضرت صلی الله علیه وسلم نیز روایت ابن عباس در رمضان بست رکعت آمده سوائے وتر در مصنف ابن ابی شیبه و معجم طبرانی و سنن بیهقی و لیکن گفته اند که ضعیف است بسبب ابی شیبه ابراهیم بن عثمان و ظاهر آنست که تقدیر رکعات قیام رمضان در زمان عمر رضی الله تعالی عنه بی توقیف و سماع از ان حضرت رسالت بعمل نیامده چنانچه گفته اند که امثال این چیزها حکم مرفوع دارد غالباً از ابن عباس یا از طریق دیگر حدیث رسیده که تخیر داد امیر المؤمنین یازده رکعت به بست و سه رکعت با وتر و سکوت کردند. سائر صحابه و عمل کردند. بدان گویا واقع شد اجماع بران و مرا عمل اصحاب حجت است همچون مرفوع خصوصاً که باجماع باشد انتهی ملخصاً و بعد اللتیا واللتی ان فرض ان التراویح و کمیتها لم یرویا عن النبی صلی الله علیه وسلم بل هما حدثا بامر عمر رضی الله تعالی عنه فلنا ان نثبت الامرین بالقرآن بهذا الوجه قال الله تعالی ما آتاکم الرسول فخذوه و قال علیه الصلوة والسلام لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر رواه الترمذی عن حذیفة و لیکن هذا آخر تحریرنا والحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین و علی آله والصحابة والائمة اجمعین. الی یوم الدین ۞

باسمه سبحانه

ما قول العلماء والفضلاء فیمن قال ان شد الرحال لزیارة قبر النبی صلی الله علیه وسلم لا یجوز لقوله علیه الصلوة والسلام لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد. بینوا توجروا ۞ **جواب** ـ اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ـ قول ذالک الشخص مردود و لعل کان مقصوده. ترویج قول ابن تیمیة الذی هو امام الفرقة الضالة التی سمیت فی دیار الهند بغیر المقلدین فانه ذهب الی منع زیارة قبر النبی کما نقل القسطلانی و رد مذهبه بالکل و حیث قال و قد بطل بما مر من انه المقصد بر بلا تشد الرحال الی مسجد للصلوة فیه المقصد بحدیث ابی سعید الخدری فی مسند احمد باسناد حسن مرفوعاً

لا ینبغی للمصلی ان تشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والاقصی ومسجدی ہذا قول ابن تیمیۃ
حیث منع من زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو من ابشع المسائل المنقولۃ عنہ انتہی۔
ملخصا واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔ **باسمہ سبحانہ** ۔ چہ میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں
مسئلہ کہ اگر خبر رویت ہلال از بلدان بعیدہ بذریعہ خطوط یا بزبانی آیندہ کان چنان معلوم شود
کہ در فلاں فلان شہر بروز فلاں روزہ داشتہ اند۔ بمقتضائے ایں عمل کردن لازم است
یانہ۔ بینوا توجروا فقط ۔ **جواب** ۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ اگر خبر مذکور بدرجہ
تحقیق رسد بمقتضائے آن عمل کردن لازم است۔ بلکہ دریں خبر شہادت ہم شرط نیست لما فی الدر المختار
لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی وغیرہ۔ انتہی۔ وفی رد المحتار
وفی الذخیرۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذہب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق
فی ما بین اہل البلدۃ الاخری یلزمہم حکم ہذہ البلدۃ ومثلہ فی الشرنبلالیۃ عن المغنی قلت وو
وجہ الاستدراک ان ہذہ الاستفاضۃ لیس فیہا شہادۃ علی قضاء قاض ولا علی شہادۃ لکن
لما کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بہا ان اہل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بہا لان
البلدۃ لا تخلو عن حاکم شرعی عادۃ فلا بد من ان یکون صومہم مبنیا علی حکم حاکمہم الشرعی فکانت تلک
الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور وہی اقوی من الشہادۃ بان اہل تلک البلدۃ رأوا الہلال و
صاموا لانہا لا تفید الیقین فلہذا لم تقبل الا اذا کانت علی الحکم او علی شہادۃ غیرہم لتکون
شہادۃ معتبرۃ والا فہی مجرد اخبار بخلاف الاستفاضۃ فانہا تفید الیقین فلا ینافی ما قبلہ ہذا ما ظہر
لی تأمل ۔ انتہی ۔ باید دانست اگرچہ از خطوط شہادت ثابت نمیشود لیکن استفاضہ خبر وتحقق آن
بذریعہ خطوط دریں زمان بسبب ڈاک از خبرہائے زبانی در اعتبار وتحقق فوقیت تمام جستہ بلکہ در معاملات
دور دراز خبر زبانی اعتبار ندارد یعنے تا وقتیکہ تحریری سند نمی باشد اعتبار نمی کنند پس آنانکہ خبر خطوط
را دریں باب از پایہ اعتبار ساقط گمان کردہ اند بلکہ مے گویند کہ خط را در احکام شرعیہ اعتبارے
نیست ۔ بے خبر اند از کتب قوم قال فی الدر المختار ۔ بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث

لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بلازم وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق بہ البراءات ودفتر بیاع وصراف وسمسار وجوزہ محمد لراو وقاض وشاہد ان تیقن بہ قیل وبہ یفتی انتہی وفی رد المحتار وکذا منشور القاضی والوالی وعامۃ اوامر السلطانیۃ مع جریان العرف والعادۃ بقبول ذالک بمجرد کتاب وامکان تزویرہا علی السلطان لا یدفع ذالک لانہ ان وقع فہو امر نادر قلما یقع وہو اندر من امکان تزویر الشہود - انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ - ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ تابوت یا چارپائی یا جنازہ زن مردہ اجنبی یا شوہر را برداشتن جائز است یا نیست درمیان برداشتن ولی وشوہر واجنبی چہ قدر فرق است بینوا توجروا - فقط - **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - برداشتن جنازہ ہر شخص را درست است محرم وغیر محرم شوہر واجنبی دریں امر برابر اند - زیرا نکہ فقہا دریں امر جنازہ زن را از جنازہ مرد جدا نساختہ اند - قال فی الشامی تداولہا الناس بالحمل علی ایدیہم بحر انتہی - قال فی المستخلص لان حملہا عبادۃ فینبغی ان یتبادر الیہ کل واحد کذا فی الکفایۃ - یعنی برداشتن جنازہ عبادت است ہر شخص را دریں امر مبادرت باید کرد - محرم وغیر محرم دریں امر برابر اند - زیرا نکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت دفن کردن ام کلثوم دختر خود ابو طلحہ را فرمود کہ لاش او را در قبر فرو بردہ بنہد - روی البخاری عن انس بن مالک قال شہدنا دفن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فرأیت عینیہ تدمعان وقال ہل فیکم من احد لم یقارف اللیلۃ فقال ابو طلحۃ انا قال انزل فی قبرہا قال فنزل فی قبرہا - گفت انس حاضر شدیم دفن ام کلثوم دختر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نشستہ بودند بر لب قبر پس دیدم دو چشم او را کہ اشک میریخت - پس گفت آیا در شما از کسے است کہ جماع نکردہ باشد امشب پس گفت ابو طلحہ منم کہ جماع نکردہ ام فرمود پس فرود آ دریں قبر گفت انس پس فرود آمد ابو طلحہ در قبر او و دریں دلالت است بر آنکہ در نیایند قبر را مگر مرداں اگرچہ میت زن باشد زیرا نکہ تجویز نکرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در آمدن زنان را دریں ہنگام انتہی مع ترجمہ شیخ الاسلام واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی غلب اہل الحق علی من البس
الباطل بالحق والصلوۃ علی النبی الذی
اختص بفصل الخطاب والسلام علی الرسول
الذی اختیر من بین الاحباب وعلی آلہ واصحابہ
الذین خربوا بنیان الکفر والبدعۃ والائمۃ الذین
اسسوا قواعد الاسلام والشریعۃ وجمیع المسلمین
الا المبتدعین الذین خسروا فی الدنیا والآخرۃ
وعموا عن درک الدولۃ القاہرۃ ایاکم والبدعۃ
الخبیثۃ وعلیکم بالسنۃ السنیۃ اما بعد فلما التمس
منی بعض خلانی وخلص اخوانی ان تدون رسالۃ
علی طریق السنۃ الجزیلۃ مزیلۃ لمفاسد اہل
البدعۃ الرذیلۃ فلم ار النجاح الا بانجاح مامولہم
واسعاف مسئولہم وسمیتہا بالفیوض المحمدیۃ ردا
للمفاسد الردیۃ فہا انا اشرع فی المقصود مستفیضا
بذی الفیض والجود ورتبتہ علی خمسۃ فیوض الفیض
الاول فی الصدقۃ والفیض الثانی فی الدعاء
للاموات والفیض الثالث فی وصول الثواب
للمیت والفیض الرابع فی البدعۃ والفیض الخامس

سب تعریف اللہ کو جس نے غالب کیا اہل حق
کو اوپر اہل ضلال کے درود وسلام ہو اوپر رسول
خدا کے جو مختص ہیں ساتھ جدا کر دینے حق
کو باطل سے اور وہ پیغمبر خدا ہے جو اختیار
کئے گئے دوستوں میں سے اور اوپر آل اور
اصحاب پر جنہوں نے اکھاڑ دیا بنیاد اہل
کفر اور بدعتوں کو اور اوپر اماموں دین کے جنہوں نے قواعد
اسلام کی بنیاد ڈالی اور سب مسلمانوں پر سوائے اہل بدعت کے
جنہوں نے دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھایا
اور نابینے ہو گئے دولت دین کے پہچاننے
سے بچاؤ اپنے آپکو بدعت سے اور لازم پکڑو سنت کو مگر
خواہش کری میرے سے بعض دوستوں نے اس کی کہ ایک رسالہ
موافق سنت کے تحریر کیا جاوے تاکہ بدعت کی بخوبی تردید ہو جاوے
پس میں نے اس امر کو قبول کر کے یہہ رسالہ مسمی بفیوض محمدیہ تحریر کیا ہے
میں اس رسالہ کو ساتھ توفیق ایزدی کے شروع کرتا ہوں مرتب کیا
میں نے اسکو اوپر پانچ فیضوں کے فیض اول صدقہ میں
فیض ثانی دعاء اموات میں فیض سوم میت کو ثواب
پہنچانے میں فیض چہارم بدعت میں۔ فیض پنجم

فی بیان اہل بغیر اللہ الغیض الاول فی الصدقۃ
الصدقۃ ثابتۃ بالآیات والاحادیث قال اللہ
تعالی وما انفقتم من خیر الآیۃ قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من
ثلاث صدقۃ جاریۃ الحدیث الا ان التعیین
الذی اخترعہ اہل البدعۃ یوم الثالث والعاشر
وغیر ذالک لم یوجد فی کتب المعتبرۃ لہ امر فضلا
ان یکون فی الاحادیث بل الروایات الفقہیۃ
تابی عنہ کل الاباء اما قرع سمعک انہم یکرہون تعیین
سورۃ من السور للصلوۃ بل یکرہون ادامتہ لا ولاد
والطوال والصغار فی اوقاتہا مع ورود السنۃ
بقرأتہا وایضا تشخیص ہذہ الایام عادۃ الہنود فکیف
وقال النبی صلعم من تشبہ بقوم فہو منہم فروایۃ
مجموع الروایات لعدم تصحیح نقلہا مردودۃ علی جامعہا
وما قیل ان الصدقۃ کلی طبعی فلا وجود لہا الا بوجود
الافراد والصدقۃ المعینۃ والمشخصۃ بالزمان
والمکان فرد لہ مدفوع بوجہین الاول ان الزمان
والمکان لیسا من المشخصات والا یرد ان ینعدم
الاشخاص بتعاقب الآنات وتبدل المکانات
الثانی ان تعیین زمان دون زمان مع کونہ زیادۃ
ترجیح بلا مرجح بل ترجیح للمرجوح تامل فانہ دقیق

بیچ بیان اس جانور کے جو غیر خدا کیواسطے ذبح کیا جاوے
فیض اول صدقہ میں صدقہ ثابت ہی آیات اور احادیث سے
فرمایا اللہ تعالی نے جو مال نیک کام میں خرچ کروگے اُس
کا عوض خدا تعالی تم کو دیگا۔ فرمایا آنحضرت نے جب آدمی
انتقال کر جاتا ہی اُسکا عمل بھی منقطع ہو جاتا ہی مگر جو شخص
مثلاً مسجد تعمیر کر کے یا علم دین پڑھا کر یا اولاد نیک چھوڑ کر
انتقال کر گیا ہو تو اُسکو بعد وفات کے بھی ثواب پہنچتا ہی
لیکن مقرر کرنا تیسرے اور دسویں اور غیرہ کا کتب معتبرہ سے
ثابت نہیں بلکہ روایات فقہیہ اس کے خلاف پر ہیں
دیکھو مقرر کرنا ایک سورۃ کا نماز کیواسطے علماء نے مکروہ
لکھا ہی اور نیز مقرر کرنا اُن ایام کا ہنود کی عادات سے ہے
پس کس طرح درست ہووے حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا فرمان ہی کہ جو شخص جن لوگوں کے ساتھ مشابہت
کریگا قیامت میں اُنہی کے ساتھ مبعوث ہوگا۔ پس جو لوگ
واسطے تعین ان ایام کے کتاب مجموع الروایات
کو سند پکڑتے ہیں بالکل پاگل ہیں اور جو کلی قرار دیکر
اس کو اس کی جزئی بنا کر استدلال پکڑتے
ہیں۔ بالکل نادان ہیں۔ کیونکہ جزئی ہونے
میں ہر وقت برابر ہے۔ کسی وقت
معین کو دوسرے وقت پر ترجیح
دینی بلا دلیل ہے۔

فالقول بجوازه مخالف للمعقول والمنقول وبعيد
جنابا في زوايا والاستدلال بالاحاديث الواردة
في فضائل الايام للجمعة والعيدين وشهر الصيام
ليس بشيئ اذ الكلام في التعيين لا التفضيل واين
هذا من ذاك على ان التعيين فيها من الشارع
وفي تلك المسئلة من عندكم على ان التعيين حكم شرعي
مخالف للقياس فيقتصر على مورده **الفيض الثاني**
في الدعاء الدعاء مؤثر عند الائمة خلافا للمعتزلة
قال الله تعالى ادعوني استجب لكم الآية - قال رسول الله
صلعم الدعاء مخ العبادة الا ان تخصيصه قبل اكل الطعام
فلم يثبت بعد اما التمسك بحديث ابي هريرة يوم غزوة
تبوك حيث دعا النبي صلعم على فضل ازواد الصحابة
سخيف جدا اذ منطوق الحديث دعاء النبي صلعم
للزيادة لا لايصال الثواب ولا اظنك شاكا في كونه
معجزة فتنبه ولا تكن من الخاسرين واما قراءة القرآن
على الطعام فلم يثبت مطلقا والقياس على الدعاء
مع عدم ثبوته قبل الاكل مع الفارق لجوازه للجنب
والنفساء بخلافها وعدم جواز الصلوة الا بها
نقل عن بعض المحققين في تعليقاتهم على عين العلم
ان رسول الله صلعم ما انتظر ادامًا قط يعني ان
رسول الله صلعم لم ينتظر للادام بعد حضور الطعام

پس جائز قرار دینا بالکل عقل اور نقل کے مخالف
ہے - اور جو لوگ ان احادیث کو جو فضائل جمعہ
اور عیدین اور ماہ رمضان میں وارد ہیں -
دلیل پکڑتے ہیں لائق اعتبار نہیں کیونکہ کلام
تعیین میں ہے نہ فضیلت میں اور نیز تعیین
ان میں خود شریعت نے کر دی ہے ہم نے اپنے
پاس سے نہیں کری ہے **فیض ثانی** دعا
میں ہے - دعا تاثیر کرتی ہے سنت جماعت کے
نزدیک - البتہ فرقہ معتزلہ دعا کو موثر نہیں
جانتے - خدا جل شانہ فرماتا ہے دعا مانگو رب اپنے
سے فرمایا رسول خدا صلعم نے دعا مغز عبادت کا ہے لیکن
کھانے سے پہلے خاص کر مقرر کرنا دعا کا ثابت نہیں اور
حدیث ابو ہریرہ کے ساتھ دلیل پکڑنے جو آنحضرت صلعم
نے اصحاب کے کھجوریں وغیرہ پر جو سبب کم ہو جانے زاد کے
دعا فرمائی تھی بالکل پاگل پن ہے کیونکہ اسمیں دعا واسطے
زیادہ ہو جانے زاد کے تھی نہ کہ واسطے ایصال ثواب کے
اور نیز وہ معجزہ تھا اور اس قرآن کا پڑھنا طعام پر جسکو ختم کہتے ہیں
بالکل ثابت نہیں اور دعا پر قیاس کرنا قرآن کا مع الفارق ہے کیونکہ
دعا جنبی اور حائضہ کو بھی درست ہے قرآن پڑھنا انکو درست نہیں اور
عین العلم کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حضرت صلعم نے بعد حاضر ہونے
طعام کے نان خورش کا کبھی انتظار نہیں کیا -

۵۲ یعنی حضرت رسول اللہ صلعم جو طعام موجود ہوتا کھا لیتے تھے نان خورش کی انتظاری نہیں کرتے تھے ۔

بل کان یشرع فی الاکل بالتسمیة بعد حضوره و قراة القرآن بعدها قبله عند حضوره زیادة علی السنة والزیادة نسخ کما بین فی موضعه فقراة القرآن علیه نسخ لسنته صلعم والعمل الرافع للسنة مکروه فالقراة علیه مکروه وفی فتاوی البزازیة کره قراة القرآن عند اتخاذ الطعام نقله فی الصغیری والکبیری فالقول بعدم کراهته قراة القرآن علی الطعام مخالف للروایة والدرایة +

الفیض الثالث - فی وصول الثواب اختلف الائمة والاکثرون علی وصوله والکتب مشحونة بذکره یعنی ان ثواب الدعاء وقراة القرآن یصل الی المیت علی وجه السنة السنیة اذا کان الکل منفردا واما الجمع فبدعة اذ لم یثبت من السلف والقیاس علی جواز کل واحد ممنوع لان حکم المجموع قد یکون غیر الافراد کقولنا کل رجل یشبعه ہذا الرغیف فاحفظه فانه یعصمک عن شکوک المفسدین وترہات المبتدعین لا یقال ان التسمیة آیة من آیات القرآن وسنیة قراتها بالاتفاق فلم لا یجوز ان یزاد علیها سورة اخری لانا نقول العبد سلیم کونها آیة انها نسخ کما مر وایضا القیاس مع الفارق لجوازها للجنب والنفساء بخلاف باقی الآیات وذکر العلامة فی التلویح ما حاصله ان کتابة التسمیة قبل کل

بلکہ بسم اللہ کہکر کھانا شروع کر دیتے تھے اور قرآن مجید کا پڑھنا بعد بسم اللہ کے قبل کھانیکے زیادتی ہی سنت نبوی پر اور زیادتی نسخ ہی جیسا کہ علم اصول فقہ مین مذکور ہی پس پڑھنا قرآن مجید کا بطور ختم سنت کا منسوخ کرنا ہی اور جو چیز سنت کو منسوخ کرے وہ مکروہ ہوتی ہی - پس قرآن شریف کا پڑھنا طعام پر مکروہ ہوا - فتاوی بزازیہ میں ہے - مکروہ ہے پڑھنا قرآن مجید کا طعام پر پس جو شخص اس فعل کو جائز جانتا ہی قول اُسکا روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے

فیض تیسرا - ثواب کے پہنچنے میں - ثواب میت کو اکثر اماموں کے نزدیک پہنچتا ہی یعنے دعا کا کرنا اور قرآن کا پڑھکر بخشنا ثابت ہی لیکن طعام اور قرآن دونوں کو جمع کر کے ثواب پہنچانا ثابت نہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ بسم اللہ ایک آیت ہی قرآن مجید کی اور اسکا سنت ہونا طعام میں ثابت ہے - پس کیوں نہیں جائز کہ اس پر اور کوئی سورہ زیادہ کیجاوے - تو اُس کا جواب یہہ ہے کہ فقط بسم اللہ کا پڑھنا مسنون ہے - اس پر زیادہ کرنے سے نسخ لازم آتی ہے - اور نیز بسم اللہ کا پڑھنا ناپاک کو درست ہے - باقی قرآن شریف کا پڑھنا درست نہیں علامہ نے تلویح میں کہا ہے - کہ لکھنا بسم اللہ کا پہلے ہر

سورة للتبرک ومن جوز کتابتہا مع الفاتحۃ قبل کل سورۃ
للتبرک لعید زندیقا اذلم ینقل من السلف وبالجملۃ الجمع
بین العبادات ان کان ماثورا من السلف کان
جائزا والا فبدعۃ اما دریت ان الجماع مع الزوجۃ
وقرأۃ القرآن واطعام المساکین عند حضورک
والصیام کل واحد واحد جائز مع ان الجمع حرام

الفیض الرابع — فی البدعۃ اعلم ان
مذہب اہل التحقیق عدم انقسام البدعۃ الی الحسنۃ
فکل ما احدث فی امر الدین بعد القرون الثلثۃ
بدعۃ قال رسول اللہ صلعم کل بدعۃ ضلالۃ وکل
ضلالۃ فی النار وعند البعض انقسامہا قالوا
ان ارتفع بہا سنۃ او واجب او فرض فسیئۃ و
الا فحسنۃ فقرأۃ القرآن علی الطعام بدعۃ ردیئۃ
اتفاقا لانہ یمیت السنۃ الموکدۃ التی ہی اکل الطعام
بعد التسمیۃ من غیر تاخیر وایضا یجب حضور القلب
عند القرأۃ للقاری والسامع مع ان الامر بالعکس
ولذا جاء فی الحدیث اذا حضر العشاء والعشاء قدام
العشاء علی العشاء وایضا جاء من جعل القرأۃ
وسیلۃ للطعام جاء یوم القیامۃ لوجہہ لا لحم علیہ
سوی العظام ونقل عن امام الغزالی بماحاصلہ
ان السوال بالرباب احب الی من قرأۃ القرآن

سورہ کیواسطے تبرک کے ہی اور جو شخص اسپر قیاس کرکے
بسم اللہ کیساتھ سورہ فاتحہ کو بھی ہر سورہ کے پہلے لکھنا
تبرک کیواسطے درست کہی اسکو زندیق یعنی بیدین کہا جاویگا
کیونکہ یہہ متقدمین سے منقول نہیں حاصل کلام کا جو جمع
کرنا عبادات کا متقدمین سے منقول ہی وہ جائز ہی ورنہ
بدعت ہی۔ آیا نہیں خیال کرتا تو کہ جماع کرنا اپنی زوجہ سے
اور تلاوت قرآن کے اور مسکینونکو اپنے پاس بٹھا کر کہانا
کھلانا اور روزہ رکھنا ہر یک جداگانہ عبادت ہی حالانکہ
جمع کرنا انکا درست نہیں **فیض چوتھا بدعت میں**
محققین کے نزدیک بدعت طرف حسنہ کے منقسم نہیں
ہوتی جیسا کہ تصریح کی ہی ساتھ اسکے مجدد صاحب نے اپنی
مکتوبات میں پس جو چیز قرون ثلثہ کے بعد امر دین میں نوایجاد
کیگئی وہ بدعت ہی رسول خدا صلعم نے فرمایا ہی کہ جو بدعت ہی
وہ گمراہی ہی اور جو گمراہی ہے وہ دوزخ میں ہے اور بعض نے بدعت
حسنہ کہا ہی اسکو جسکے کرنے سے کوئی فرض واجب سنت ترک نہووے
پس قرآن مجید کا پڑھنا بطور ختم اتفاقا بدعت سیئہ ہو کیونکہ اسکے پڑھنے
سے سنت نبوی دور ہو جاتی ہی اور نیز قرآن مجید کی تلاوت میں پڑھنیوالے
کا اور سامع کا دل حاضر ہونا چاہئے باوجود یکہ کھانیکے وقت
دل طرف طعام کی رجوع ہوتا ہی اسیواسطے حدیث میں آیا ہی کہ جب طعام
اور جماعت عشا حاضر ہوں تو پہلے طعام کو کہا کر بعد میں نماز عشا
ادا کرنی چاہئے اور حدیث میں وارد ہی کہ جسنے وسیلہ بنایا

وسیلۃ للاکل لانہا کرفع نجاسۃ النعل باللحیۃ
فان قیل لم یجعلوا القرأۃ وسیلۃ حتی تکون قبیحۃ
بل یفعلون عبادۃ۔ قلنا فما وجہ قرأۃ الفاتحۃ و
سورۃ الاخلاص علی الطعام الاقل ثمنا وقرأۃ یٰسین
والملک علی الازید ثمنا وہل ہذا الا تہافت۔

الفیض الخامس۔ فی بیان ما اہل بہ
لغیر اللہ اعلم ان کل ما اہل بہ لغیر اللہ حرام عند العلماء
الربانیۃ والفضلاء الحقانیۃ لان لفظۃ
ما فی ما اہل بہ لغیر اللہ موصولۃ کانت او موصوفۃ
من الفاظ العموم وحکمہ تناول الافراد قطعاً
حتی یجوز نسخ الخاص بہ کما بین فی موضعہ فمعنی
الآیۃ ان کل شئ اہل لغیر اللہ ای لتقرب غیر اللہ
حرام علیکم فتخصیصہ بوقت الذبح نسخ او تخصیص
العام نسخ لہ کذا ذکر فی علم الاصول وما وقع
فی بعض التفاسیر التقیید بوقت الذبح فمحمول علی
بیان شان النزول یعنی ان العرب کانوا
یذبحون باسم اللات والعزی فانزل اللہ
ہذہ الآیۃ بیانا لحرمتہا والعبرۃ لعموم اللفظ
لا لخصوص المورد والا لم یثبت الاحکام الا قلیلا
وحدیث انما الاعمال بالنیات دال علی عدم
اعتداد التلفظ باسم اللہ اذا لم یطابق النیۃ

قرآن مجید کو طعام کیواسطے اُس کے منہ پر
دن قیامت کے گوشت نہیں ہوگا فقط
ہڈی ہوگی اور امام غزالی سے منقول ہی
کہ سوال کرنا رباب کے ساتھ اچھا ہے میرے
نزدیک پڑھنے قرآن کے سے واسطے کھانے
کے کیونکہ یہہ ایسا ہے جیسا کہ جوتی کی نجاست
کو داڑھی کے ساتھ پوچ کر دور کرنا۔ اگر کوئی
اعتراض کرے نہیں کرتے قرآن مجید کو وسیلہ
بلکہ بطور عبادت کے پڑھتے ہیں تو اُس کا
جواب یہہ ہے کہ دال روٹی پر قل ہو اللہ
اور پلاؤ پر یٰسین کیوں پڑھی جاتی ہے

فیض پانچواں غیر خدا کیواسطے ذبح کرنیکا
ذکر یہہ حرام ہے علماء وفضلاء حقانیوں کے نزدیک
کیونکہ لفظ ما سبکو شامل ہی جو غیر خدا کیواسطے
ذبح کیجاوے پس معنے آیت وما اہل بہ لغیر اللہ کے یہہ
ہیں کہ جو چیز واسطے تقرب غیر اللہ کے ذبح کیجاوے
حرام ہی پس خاص کرنا اسکا ساتھ وقت ذبح کے
غلط ہے یعنی بروقت ذبح اگرچہ نام خدا
کا لیکر ذبح کرے لیکن غرض اُس کی تقرب غیر خدا
کا ہی تو وہ بیشک حرام ہی اور حدیث انما الاعمال بالنیۃ
بھی اسی امر پر دال ہی کہ قول بلا نیت کے معتبر نہیں

والالجاز صلوة من تلفظ بالنية وكان القلب
مخالفا فان قلت اذا كان منطوق الاية العموم
فلم تخصون في مسئلة المسافر وغيره اذا كان الاكل
مقصودا قلت لانها لا تتناولها الاية اذ معنى لغير الله
التقرب للغير كما يشهد به العقل والنقل قال الله
تعالى لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله
التقوى منكم اي ليس لنا في المذبوحة شيئ سوى التقرب
فاذا قرع سمعك هذا فلا اظنك شاكا في عدم دخول
مسئلة المسافر تحت الاية اذ التقرب فيها ليس لغير الله
فتفكر فانه من مزال الاقدام قد تحيرت فيه الافهام هذا
آخر ما تيسر لي في هذا المقام والحمد لله الذي وفقني
بالاتمام والصلوة على افضل رسله من بين الانام
تمت الرسالة المسماة بفيوض المحمدية رد اللمعات
المردية بعون الملك العلام ولا يخفى حسن تقريره
على ذوي الافهام + تمت الرسالة

باسمه سبحانه - ما قول العلماء الحنفية في
ان ما افتى الفاضل الگنگوهي بفرضية العشر على الاراضي
الهندية التي في ايدي المسلمين من القديم ان لم
يتحقق كونها خراجية في الابتداء فهي عشرية فعلى
هذا كلها عشرية ويقول بعشريتها الفاضل البريلوي
ايضا مع كمال ادعائه في تحقيق المسائل وتدقيقها فما الحكم

اگر کوئی اعتراض کرے کہ مسافر کیواسطے ذبح کرنیکو کیوں
حرام نہیں کہتے - تو جواب اس کا یہہ ہی کہ وہاں صرف
گوشت کا کھانا غرض ہوتا ہی تقرب غیر اللہ کا مقصود
نہیں ہوتا - اللہ تعالی فرماتا ہے کہ نہیں پہنچتا
خدا تعالی کو گوشت قربانیوں کا اور نہ خون
لیکن پہنچتا ہے خدا تعالی کو تقوی تمہاری
طرف سے یعنی نہیں ہمارا حصہ مگر تقرب -
پس ثابت ہوا اس تحقیق سے کہ مسافر کا
مسئلہ اس میں داخل نہیں - کیونکہ اس
میں تقرب الی غیر اللہ مقصود نہیں
تمام ہوا رسالہ **فیوض محمدی**
ساتھ توفیق خداوند کریم کے +

کیا فرماتے ہیں فقہائے حنفی اس فتوی کی
بابت جو فاضل گنگوہی نے دیا ہی کہ ہندوستان کی
زمینیں جو قدیم سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں
اگر یہہ معلوم نہ ہو کہ وہ ابتدا سے خراجی ہیں تو وہ عشری
ہونگیں - (یعنے اسکی پیداوار سے اگر بارانی ہو تو
دسواں حصہ اور جو چاہی ہو تو بیسواں حصہ دینا فرض ہے)
پس تمام املاک مسلمانان ہند کی عشری ہیں اور فاضل بریلوی
احمد رضا خان صاحب نے بھی عشریت کا دعوی کر کے
فتوی دیا ہے آیا یہہ فتوی صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا

عندکم رحمکم الله **جواب** اللهم ارنا الحق
حقا والباطل باطلاً - ان الافتاء المذکور باطل عقلاً
ونقلاً اما عقلاً فلان عدم کونها خراجیة غیر مستلزم
لکونها عشریة لجواز ان تکون موقوفة علی المسلمین
لانه ستعلم ان تقسیم الارض لیس کتقسیم العدد الی الزوج
والفرد بل کتقسیمه الی الزائد والناقص والمساوی
فکما ان عدم کونه زائدا لا یستلزم کونه ناقصا لجواز
ان یکون مساویا فکذا فیما نحن فیه وعلی تقدیر
فرض الملازمة لا یحصل انتاج التالی الا بعد ثبوت
وضع مقدمها کما هو داب الاقیسة الاستثنائیة
فالحکم من الفاضل الگنگوہی بانتاج تالی تلک الشرطیة
بلا ثبوت الملازمة والوضع المذکور دال علی انه
لا مسکة له فی العلوم الآلیة راسا واما نقلاً فلان
الارض التی اسلم اهلها علیها تکون عشریة والتی
افتتحت صلحا علی خراج معلوم فهی خراجیة والتی
اخذت عنوة فهی فی اختیار الامام ان شاء
قسمها بین المسلمین وان شاء جعلها موقوفة علیهم
کذا ذکر العینی فی شرحه للبخاری ومن المعلوم ان
الاراضی الهندیة لیست من التی اسلم اهلها علیها
لان اهلها کانوا کفارا فی بدء الفتح کما هو ظاهر
علی من طالع کتب التواریخ فلا جرم اما ان تکون

جواب — ای الله جو حق ہی وہ ہمیں حق
دکھلا اور اسکا اتباع نصیب کر اور باطل کو باطل
دکھلا اور اس سے پرہیز کی توفیق دی یہہ فتوی فاضل
گنگوہی کا عقلاً اور نقلاً صحیح نہیں عقلاً اسواسطے
صحیح نہیں کہ تقسیم زمین کی عشری اور خراجی کیطرف
ایسی نہیں ہی جیسی تقسیم عدد کی زوج اور فرد کیطرف
(کہ صرف عدد کی دو ہی قسمیں ہیں ایک زوج دوسرا فرد)
بلکہ یہہ تقسیم ایسی ہی جیسی عدد منقسم ہو طرف زائد اور ناقص
اور مساوی کے (یعنے اس اعتبار سے عدد کی تین قسمیں
ہیں) پس جسطرح عدد کے زائد نہ ہونے سے یہہ لازم
نہیں آتا کہ وہ ناقص ہو کیونکہ ہوسکتا ہی کہ مساوی ہو
ایسا ہی زمین کے خراجی نہ ہونے سی یہہ لازم نہیں آتا کہ وہ
عشری ہو ممکن ہی کہ مسلمانوں کی اوقاف میں سے ہو جس کا
حال عنقریب معلوم ہوگا + اور اگر یہہ ملازمت تسلیم بھی کیجائے
تو بدون وضع مقدم کے نتیجہ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ قاعدہ
اسی طرح ہی پس حکم مفتی کا ساتھ نتیجہ دینے تالی اس شرطیہ
کے بدون ثبوت ملازمت کے اور بغیر وضع مقدم کے
ثابت کرتا ہے اس امر کو کہ مفتی علوم منطق سی غافل ہے
اور نقلاً اسواسطے مفتی کا کلام غلط ہی کہ جو زمینیں ایسی
ہیں کہ ان کے باشندے اسلام لے آئے ہوں اس زمین مفتوحہ
کو ابتداء فتح میں امام وقت نے مسلمانوں میں تقسیم کردیا ہے

دیکھو صفحہ ٩١

من التی افتتحت صلحا کما نشاہد فی البلاد التی
فی ایدی الکفار من قبل الفتح الی یومنا ہذا وکان
رؤساؤہم یؤدون خراجا معلوما الی السلاطین
الاسلامیۃ مادامت الحکومۃ الاسلامیۃ باقیۃ فی
الہند فالاراضی التی فی ایدی المسلمین من تلک البلاد
خراجیۃ لا محالۃ واسلام اہلہا لا یجعلہا عشریۃ
لما قال العینی فی شرح الہدایۃ کل ارض فتحت عنوۃ
وقہرا وترکت علی اہلہا من علیہم الامام فانہ یضع
الجزیۃ علی اعناقہم اذا لم یسلموا والخراج علی اراضیہم
اسلموا اولم یسلموا انتہی - واما ان تکون من التی
افتتحت عنوۃ واقر اہلہا علیہا ویتوارثون فیما
بینہم ثم اسلموا بعد ذالک کما نری فی البلاد التی
کان ملاکہا فی بدأ الاسلام کفارا ثم ظہر فیہم الاسلام
فہی ایضا - خراجیۃ لان الاسلام لا یجدی
کما مر من العینی واما الاراضی التی فی ایدی
القریش وغیرہم الذین کانوا مسلمین من قبل
مجیئہم فی الہند تحتمل ان تکون عشریۃ ان ثبت
تقسیم الامام علیہم فی بدأ الفتح کما یظن فی بادی النظر
لکن بعد التعمیق یظہر خلافہ لان ملک الاراضی
فی ایدیہم لیست من بدأ الفتح بل اکثرہا من زمان
الاکبر کما یظہر من الاسانید التی فی ایدیہم

تو ان دونوں صورتوں میں عشری ہے اور جو زمین بطور
صلح خراج معلوم پر لیگئی ہے اور زبردستی فتح لیگئی ہے اور
باشندوں کو اسی جگہ رکھا گیا ہو وہ خراجی ہے تیسری قسم
وہ ہے جو زبردستی فتح کر لیکے بعد مسلمانوں پر وقف کر دیگئی ہے
یہ قسم نہ خراجی ہے اور نہ عشری جبتک کہ وقف رہے +
کہا عینی نے شرح بخاری میں جس زمین کے باشندے خود بخود
اسلام لے آئے وہ عشری ہے اور جو زمین کہ فتح لیگئی بطور
صلح خراج معلوم پر وہ خراجی ہے اور جو زمین زبردستی لیگئی
وہ امام کے اختیار میں ہے چاہے اسکو مسلمانوں پر تقسیم کر دے
اور اگر چاہے مسلمانوں پر وقف کر دے انتہی ملخصا اور یہہ امر
معلوم ہے کہ ہندوستان کی زمینیں اس قسم کی نہیں ہیں جنکے باشندے
خود بخود اسلام لے آئے ہوں کیونکہ وہ ابتداء فتح میں کافر تھے
پس ہندوستان کی زمین اس قسم سے ہے جو بطور صلح فتح ہوئیں اور یہہ
ظاہر ہے ان شہروں سے جو کفار کے قبضہ میں برابر ہیں اور انکے
رئیس شاہان اسلامیہ کو خراج ادا کرتے رہے ہیں جبتک شاہان اسلام
ہندوستان میں حکمران تھے پس وہ زمینیں جو ریاستوں کفار کے
رہنیوالوں کے قبضہ میں ہیں وہ خراجی ہیں کوئی اثر وہاں کے باشندوں
کا بعد فتح کے اسلام لانیکا نہیں کیونکہ علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں
کہا ہے جو زمین فتح کیگئی زبردستی اور وہاں کے باشندوں پر چھوڑ
دیگئی پس انپر جزیہ لگانا درست ہے اگر اسلام نہ لائیں اور انکی زمینوں
پر خراج لگیگا اسلام لائیں یا نہ لائیں - انتہی

وبعضها موجودة عند سادات بلدنا هذا الذی یقال له
لودیانہ فارتفع احتمال کونها عشریة ایضاً واما
احتمال کونها ارض مملکة التی تکون موقوفة علی المسلمین
کما ذکر فی الفتاوی الغزنویة حیث قال حضرت
شیخ جلال تھانیسری قدس الله سره در رساله خود
اختیار فرموده اند که زمین هندوستان در
ابتداء فتح مانند سواد عراق که در عهد فاروق
رضی الله تعالی عنه مفتوح شده بود موقوف
بر ملک بیت المال است زمینداراں رابیش
از تولیت و زراعت و حفظ دخلی نیست چنانچه
لفظ زمیندار نیز اشعاری بآں میکند تغیر و تبدیل
زمینداری و عزل و نصب زمینداران و اخراج
بعضے از انها و اقرار بعضے و عطائی بعض اراضی
با فغانان و بلوچان و سادات و قد وائیان
بصیغه زمینداری دلالت صریح برین میکند پس
درین صورت جمیع اراضی هندوستان ملک بیت المال
گشت و بعقد مزارعت علی النصف او قل منه
در دست زمینداران پس هر قطعه که بادشاه وقت
سلطانی تا بید حقیقی یا حکمی ببخشید ملک او شد
و هر قطعه را که بروجه اوراد مدد استحقاق باو داد در
دست او عاریت است آری نظر در ماثیر

یا وہ زمینیں ہیں جو زبردستی فتح کیگئی ہیں اور وہانکے باشندے
ذمی ہو کر رکھے گئے پھر اسلام لائے اسکے بعد جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں
اُن شہروں میں جو حکام اسلام کے ماتحت تھی اور وہانکے رہنیوالے
شروع فتح میں کافر تھے اور یہہ امر علوم ہی کہ اُس کے بعد اسلام
لائے سو وہ زمین اُنکی عشری نہیں ہوجاتی جیسا کہ عینی
سے گذرا پس وہ بھی خراجی ہونگی - اور جو زمینیں قریش وغیرہ کے
قبضہ میں بعہد دراز سے ہیں انمیں یہہ احتمال بھی ہے کہ عشری ہوں
بشرطیکہ اُنکا تقسیم ہونا مسلمانوں پر ابتداء فتح سے ثابت ہو جیسا کہ
ظاہر نظر میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن غور و فکر کرنے سے
اسکے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ زمینیں انکے مالکوں کے قبضہ میں
ابتداء فتح سے نہیں جیسا کہ اسانید کے ملاحظہ کرنے سے ثابت ہے
کیونکہ یہہ امر معلوم ہو گیا کہ اسانید انکے قبضہ میں اکبر بادشاہ
یا اُسکے بعد کے کسی بادشاہ کیطرف سے ہیں چنانچہ ہم نے اپنے شہر کے
سادات لودیانہ کے پاس اسی بادشاہ کے اور اسکے بعد کے زمانہ
کی سندیں پائیں پس اس صورت میں عشری نہیں ہونگی اور یہہ احتمال
کہ یہہ زمینیں وقف ہوں جیسا کہ فتاوی غزنویہ میں ہے کہ حضرت
شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ الله علیہ نے اپنے رسالہ میں یہ
احتمال لکھا ہے کہ ہندوستان کی زمینیں ابتداء فتح میں سواد
عراق کی مانند جو عہد حضرت فاروق رضی الله تعالی عنہ میں فتح ہوئی
بیت المال کے ملک پر موقوف ہیں زمینداروں کو تولیت اور
زراعت کرنے اور محافظت کرنے سے زیادہ دخل نہیں

ملوک قدیم باید نمود تا آنچه بروجه تابید داده اند از
قسم دیگر تمیز کرده و آنچه بروجه تابید داده اند
پس اگر با معافی خراج است پس خراج هم واجب
نمیشود. زیرا که درین صورت تملیک رقبه
اراضی هم شد و خراج را هم تنخواه کردند و اگر محض
تملیک اراضی است بدون معافی خراج خراج واجب
میشود و درصورت اولی امام لاحق را میرسد
که از زمین مذکوره خراج بگیرد بهر حال در حال
زمین اینجا نیز شبه است و در وجه اعطاء پیشینیان
متعارض ظنون واللہ اعلم انتہی ۔ عبارتہ بنا ذی
باعلی ہذا علی کون الاراضی الہندیۃ المملوکۃ
للمسلمین کلہا خراجیۃ وقد صرح القاضی ثناء اللہ
صاحب التفسیر المظہری فی رسالتہ المسماۃ بمالا بد
منہ بعدم عشریتہا ایضا ۔ واذا قرع سمعک ہذا فلا
اظنک شاکا فی بطلان کلام الفاضل الگنگوہی الذی
دیدنہ کذلک فی المسائل التی لاتدرک کنہہا الا بعد
تعمیق النظر فیہا لعدم کونہ من اہل النظر ولعدم
توغلہ بالفقہ ولذا تری اکثر فتاواہ خالیا عن السند
وانما ہو کالاعمی یطلقون خلفہ فافتوا بغیر علم فضلوا
واضلوا ولنذکر ہہنا من فتاواہ التی ضل فیہا
عن طریق الحق وماذا بعد الحق الا الضلال فتی الگنگوہی

چنانچہ لفظ زمینداری بھی اسی کیطرف اشارہ کرتا ہے زمیندارو
کا تغیر و تبدل اور انکا عزل و نصب اور بعض زمینوں کو انسے نکال لینا
اور بعض کو برقرار رکھنا اور بعض زمینوں کو افغانوں اور بلوچوں اور
سادات کو اور قدوائیوں کو زمینداری کے صیغہ میں دینا دلالت
صریح اسی پر کرتا ہے پس اس صورت میں ہندوستان کی تمام زمینیں
بیت المال کی مملوک ہو گئیں اور بطور عقد مزارعت نصف
آمدنی پر یا کم پر زمینداروں کے ہاتھ میں دی گئی ہیں پس جو
قطعہ بادشاہ وقت نے بطریق دوام حقیقی یا حکمی کسیکو
بخشدیا اسکی ملک ہو گیا اور جو قطعہ بطور وظیفہ اور استحقاق
کے اسکو دیا وہ عاریتاً اسکے قبضہ میں ہے ۔ البتہ قدیم بادشاہو
کے فرمانوں کو دیکھنا چاہیے تاکہ جو قطعات زمین بطریق ہمیشگی دی ہیں
وہ دوسروں سے جدا ہو جاویں اور جو بطریق ہمیشگی دی ہیں
اگر خراج بھی معاف کیا ہووے تو خراج واجب نہیں ہوگا کیونکہ
اس صورت میں رقبہ زمین کے مالک بھی ہو گئے اور خراج بجائے تنخواہ
مقرر کردیا اور اگر صرف زمین کے مالک کیا ہے خراج معاف نہیں کیا
تو خراج واجب ہوگا اور پہلی صورت میں پچھلے امام کو پہنچتا ہے کہ زمین
مذکورہ سے خراج لے بہرحال یہاں کی زمین کے حال میں بھی
شبہ ہے اور پیشینوں کے دینے میں مختلف گمان متعارض ہیں انتہی
یہہ عبارت صاف ظاہر بتلاتی ہے کہ ہر در مسلمانوں کی تمام مملوکہ زمینیں
خراجی ہیں اور کاشتکاروں سے جو لیا جاتا ہے وہ حکم خراج میں ہے
پس جبکہ خراجی ہوگئیں جیسا کہ تاتار خانیہ میں گذر چکا ہے

اولاً بكون القاديانی رجلاً صالحاً وثانياً بكونه
من اهل الهواء مع كونه قائلاً بان عيسیٰ ابن مريم
علی نبينا وعليه الصلوٰة والسلام كان ابنا ليوسف
النجار نعوذ بالله منه ـ ثم افتی بامكان الكذب
لله تعالیٰ وبمنع الظهر بعد الجمعة فی هذه الديار
التی لم يوجد فيها شرط السلطان الذی وجوده
ضروری عند الحنفية وافتی بجواز قول يا شيخ
عبد القادر جيلانی شيئاً لله مع ان فتواه كان
اولاً بكفر قائله وافتی بجواز تعمير المسجد للكفار الی
غير ذالك من المسائل التی ترك فيها مسلك المحققين
والتاسف كل التاسف علی البريلوی لانه فی
الاستدلال بالنقل سلك مسلك الغافلين الذين
يتمسكون لترك الصلوٰة بقوله تعالیٰ ولا تقربوا
الصلوٰة حيث نقل من الفتاوی العزيزية الی
قوله علی النصف او اقل منه در دست زميندار ان
وترك باقيه ما يدل علی كون الاراضی المملوكة للمسلمين
خراجية لكونها ومالمدعواه فالواجب علی المسلمين
الاحتراز عن العمل بفتواهما ما لم يجدوه فی الكتب
ويحققوه من الذين اشتهروا بتحقيق الحق وليس غرضنا
من هذا الكلام الا كغرض مصنفی كتب اسماء الرجال
اعنی النصيحة للمسلمين اذهی واجبة بقوله عليه الصلوٰة

يہ امر کہ امام مزارعین کو دو طرح پر تقویض سے ایک کیساتھ دیں یا انکو
قائمقام مالکونکے خراج اور زراعت میں خیال کریں یا بقدر
خراج کے اجارہ پر دیں جو حاصل ہوگا وہ حق امام ہیں خراج
اور حق مزارعین میں اجرت ہوگا اسکا نام عشر اور خراج نہیں
ہوگا انتہی ـ اور نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے مالابد
میں لکھا ہی کہ زمین ہندوستان کی عشری نہیں ہی پس جب ثابت
ہوا کہ ہندوستان کی زمینیں جو مسلمانوں کے قبضہ میں ملک کے طور پر ہیں
انمیں سے کوئی عشری نہیں تو ظاہر ہوگیا کہ فتوی مولوی گنگوہی
کا انکے عشری ہونیپر ضرور باطل ہی اور یہہ ان مولوی صاحب کی
پہلی ہی خطا نہیں بلکہ انکی عادت ہی اس قسم کے مسائل
میں جنکی حقیقت نہیں معلوم ہوتی مگر گہری نظر سے ور محققین
وہ مولوی صاحب اہل نظر نہیں ہیں کیونکہ پہلا فتوی یہہ دیدیا تہا
کہ مرزا قادیانی مرد صالح ہی وہ مرزا جس نے یہہ دعوی کیا ہی
کہ اسپر یہہ حکم خدا کیطرف سے نازل ہوا ہی (ہمنے اتارا اسکو قادیان
کے قریب) اور پھر یہہ فتوی دیا کہ مرزا اہل ہوا اور بدعت سے
ہی باوجودیکہ مرزا حضرت عیسی علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہتا ہے
نعوذ باللہ منہ ـ پہر مولوی صاحب نے یہہ فتوی دیا کہ خدا جہوٹ
بول سکتا ہی اور یہہ مخالف ہی قول اللہ تعالی کے کہ اللہ سے زیادہ
کوئی سچا نہیں ـ اور اس مفتی نے ہندوستان میں ظہر بعد جمعہ کو
منع کردیا باوجودیکہ ہندوستان میں شرط سلطان جو حنفیوں کے
نزدیک ضروری ہی نہیں پائی جاتی اور نیز جواز شیخ عبد القادر جیلانی

والسلام الدین النصیحۃ واللہ اعلم وعلمہ اتم خادم الطلبا محمد لودیانوی ۔

باسمہ سبحانہ ۔

ماقول العلماء الحقانیۃ والفضلاء الربانیۃ فی ان الفاضل اللودیانوی افتی بعدم جواز الصلوۃ فی المسجد الذی بنی فی القصبۃ البنود علی خلاف سمت القبلۃ بحیث مال الطرف الشمالی من الخط الذی یصلون علیہ المصلون فی ذالک المسجد عن القطب الشمالی بسبعۃ اذرع الی المشرق مستدلا بکتب الفقہ من شراح الہدایۃ من العینی وغیرہ وذہب الفاضل الگنگوہی الی خلافہ مستدلا بان الصلوۃ الی الکعبۃ لا یمکن اذا کان الصف طویلا من بناء الکعبۃ فایہما علی الحق عندکم رحمکم اللہ تعالیٰ ۔

جواب

اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ ما اجاب بہ الفاضل اللودیانوی ہو الحق وماذا بعد الحق الا الضلال لان الصلوۃ فی ذلک المسجد علی السمت التی بنی علیہا بعد العلم باطلۃ لا محالۃ لان التغیر معاین الکعبۃ وان لم یلزم علیہ اصابۃ عینہا لکن یجب اصابۃ جہتہا بان یفرض من تلقاء وجہ المصلی خط الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط آخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ وتلک المقابلۃ

شیئا لہ کا فتوی دیدیا باوجودیکہ پہلا فتویٰ اسپر تھا کہ یہہ کلمہ شرک ہے اور کفار کیواسطے جواز تعمیر مساجد کا فتویٰ دیدیا اور یہہ بھی فتویٰ دیدیا کہ جو مکانات کعبہ شریف کے گرد بنائے گئے جنکو مصلی کہتے ہیں وہ بدعت ہیں اور بھی مسائل ہیں جنمیں محققین کا راستہ چھوڑدیا ہے اور کمال افسوس ہے فاضل بریلوی پر کیونکہ استدلال اسکا ساتھ فتاوی عزیزیہ کے غافلوں کی طرز پر ہے یعنے آیہ لاتقربوا الصلوۃ کو دلیل پکڑنا وانتم سکاری باقی آیت کا نام نہ لینا اسی طرح فاضل مذکور نے جو عبارات زمین کے خراجی ہونیکی مدد تھی اسکو چھوڑدیا یعنی در دست زمینداران تک نقل کرکے باقی عبارات پس ہر قطعہ کہ بادشاہ وقت آنرا کو جو خراجی ہونے پر دلالت کرتی تھی چھوڑدیا ۔ پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان دونو عالموں کی فتوی پر عمل کرنیسے جبتک تحقیق نہ کرلیں پرہیز رکھیں اور ہماری غرض اس کلام سے اہل اسلام کی خیر خواہی ہے جیساکہ مصنفین کتب اسماء رجال ہر ایک راوی عالم کا اصل حال تبلادیتے ہیں کیونکہ یہہ امر واجب ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین خیر خواہی ہے ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم محمد لودیانوی ۔

کیا فرماتے ہیں علماء حقانی اور فضلاء ربانی بیچ اس مسئلہ کے جو مولوی عبدالعزیز صاحب اور حقیقی راقم نے یہہ فتوی دیا کہ مسجد بنودی میں جسکی جانب شمال شمالی قطب سے سات ہاتھ مشرق کیطرف کو مائل ہے نماز درست نہیں جیساکہ عینی شرح ہدایہ وغیرہ کتب میں موجود ہے

لانزول فی البلاد البعیدة عن مکة بالانتقال
الی الیمین والشمال بفراسخ کثیرة فضلا عن الصف
الطویل من بناء الکعبة کما توہم الفاضل الگنگوہی
الذی لاخبرة له بکتب القوم ولنتلو علیک نبذاً
من عباراتہم۔ قال فی الدر المختار ولغیرہ ای غیر
معاینہا اصابة جہتہا بان یبقی شیئ من سطح الوجہ
مسامتا للکعبة او لہوائہا بان یفرض من تلقاء
وجہ مستقبلہا حقیقة فی بعض البلاد خط علی
زاویة قائمة الی الافق مارا علی الکعبة وخط آخر
یقطعه علی زاویتین قائمتین یمنة ویسرة انتہی
وفی شرحہ المسمی برد المحتار المعروف بالشامی
اعلم انه ذکر فی المعراج عن شیخه ان جہة الکعبة
ہی الجانب الذی اذا توجه الیه الانسان یکون
مسامتا للکعبة او ہوائہا تحقیقا او تقریبا ومعنی
التحقیق انه لو فرض خط من تلقاء وجہه علی زاویة
قائمة الی الافق یکون مارا علی الکعبة او ہوائہا
ومعنی التقریب ان یکون منحرفا عنہا او عن ہوائہا
بما لا تزول به المقابلة بالکلیة بان یبقی شیئ
من سطح الوجہ مسامتا لہا او لہوائہا وبیانه ان المقابلة
فی مسافة قریبة تزول بانتقال قلیل من الیمین
والشمال مناسب لہا وفی البعیدة لا تزول الا بانتقال

اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے برخلاف اُنکے فتوی دیا
کیونکہ قبلہ کیطرف نماز پڑہنی ممکن نہیں جبکہ صف دراز ہو پس
دونوں میں سے کسکا فتوی حق ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب ۔ ای خداوند کریم ہم کو حق کی راہ دکھا اور
باطل سے بچا مسئلہ مذکور میں مولوی **عبدالعزیز** صاحب
لودہانوی حق پر ہیں کیونکہ مسجد مذکور میں موافق سمت
اُس کی کے نماز جائز نہیں ہے بسبب اس کے کہ دور والوں کو
نماز میں سمت قبلہ کیطرف متوجہ ہونا امر ضروری ہے واسطے اس کے
کہ ایک خط فرض کیا جاوے نمازی کے روبرو جو کعبہ پر سے
گذر کر افق کو جاملے اور ایک دوسرا خط فرض کیا جاوے
یمین یسار نمازی کہ جو خط اول کیساتھ تقاطع کر کے ہوا اور دو زاویہ
قائمہ کی اور یہہ مقابلہ دور نہیں ہوتا ساتھ حرکت کرنے نمازی کے دائیں
بائیں کو سو تک شہر ہا دور دراز میں پس صف طویل میں اس مقابلہ کو
مفقود قرار دینا فاضل گنگوہی کا غلط ہے در مختار
اور شامی میں لکہا ہے کہ جس کو کعبہ منظر نہیں آتا اسکے واسطے
یہہ امر فرض ہے کہ نمازی کے منہ کا حصہ کچہہ نہ کچہہ خانہ کعبہ
کیطرف رہے اسطریق پر کہ اگر خط کہینچا جاوے نمازی کے منہ
کیطرف سے خانہ کعبہ کیطرف اور ایک اور خط جو اسکو قطع کرتا
اوپر زاویہ قوائم کے دائیں بائیں صاحب شامی نے کتاب معراج
سے نقل کیا ہے کہ جہتہ کعبہ اسکو کہتے ہیں کہ جب آدمی اسکی
طرف متوجہ ہو تو خانہ کعبہ کے روبرو ہوتا ہے یا اس کے ہوا کے

كثير مناسب لها فانه لو قابل انسان آخر في مسافة
ذراع مثلا تزول تلك المقابلة بانتقال احدهما
يمينا بذراع واذا وقعت بقدر ميل او فرسخ
لا تزول الا بمائة ذراع او نحوها ولما بعدت مكة
عن ديارنا بعدا مفرطا تتحقق المقابلة اليمانية
مواضع كثيرة في مسافة بعيدة فلو فرضنا خطا
من تلقاء وجه مستقبل القبلة على التحقيق في هذه
البلاد ثم فرضنا خطا آخر يقطعه على زاويتين قائمتين
من جانب يمين المستقبل وشماله لا تزول تلك المقابلة
والتوجه بالانتقال الى اليمين والشمال على ذلك الخط
بفراسخ كثيرة فلهذا وضع العلماء القبلة في بلاد
قريبة على سمت واحد انتهى ما في الشامي وفي البحر
الرائق فلو فرض مثلا خط من تلقاء وجه المستقبل
للكعبة على التحقيق في بعض البلاد وخط آخر يقطعه
على زاويتين قائمتين من جانب يمين المستقبل
وشماله لا تزول تلك المقابلة بالانتقال الى اليمين
والشمال على ذلك الخط بفراسخ كثيرة ولهذا وضع
العلماء قبلة بلد وبلدين وبلاد على سمت واحد
انتهى وفيه ايضا - ذكر بعضهم ان اقوى الادلة
القطب اذا جعله الواقف خلف اذنه اليمنى
كان مستقبل القبلة ان كان بناحية الكوفة وبغداد

کہ اگر خط نکالا جاوے نمازی کے روبرو سے
تو وہ گذرے کعبہ پر سے اور جب تک کچھ حصہ
منہ کا کعبے کی طرف رہتا ہے تو نماز درست
ہے - یوں سمجھنا چاہیے کہ اگر ایسا مقام ہی
جو کعبہ کے نزدیک ہے تو تھوڑے سے
دائیں بائیں ہونے سے رخ بدل جاتا ہی
اگر نمازی کعبہ سے بہت دور ہے تو جہت دائیں
بائیں ہونے سے بدلتی نہیں مگر بہت دور
جانے سے مثلاً اگر کوئی شئے ایک گز کے
فاصلہ پر ہے اُسکے روبرو ہے اُس سے
ایک گز دائیں یا بائیں ہونے سے مقابلہ دور
ہو جاتا ہی - اگر کوئی چیز اس سے تین چار
کوس پر ہے تو اگر آدمی اپنی جگہ سے کچھ کم سو
گز دائیں یا بائیں ہو جاوے تب بھی وہ
شئے اُسی طرح اُسکے روبرو معلوم ہوتی ہے
چونکہ ہمارے شہروں سے کعبہ ہزارہا کوس دور ہے
پس اگر کسی شہر میں خط تحقیقی کعبہ تک
سمت قبلہ کیطرف نکالا جاوے اور دوسرا
خط مقاطع یمین اور شمال کیطرف کھینچا جاوے
اس خط ثانی پر دائیں بائیں کو سو حرکت
کرنے سے سمت قبلہ نہیں بدلتی اسیواسطے علماء

وہمدان ودجلہ من مصر علی عاتقہ الایسر ومن
بالعراق علی کتفہ الایمن وبالیمن قبالتہ لمستقبل
ممایلی جانبہ الایسر وبالشام وراءہ انتہی مختصرا
وطریق معرفۃ سمت القبلۃ مذکور فی کتب الہیاۃ
قال صاحب الملخص الجغمینی ونعنی بسمت القبلۃ
نقطۃ فی الافق اذا واجہہا الانسان کان
مواجہا للکعبۃ اذا کان طول مکۃ وعرضہا اقل
من طول البلد وعرضہ عددنا من محیط الدائرۃ
الہندیۃ المستخرجۃ فی ذلک البلد المنقسمۃ
بثلثمائۃ وستین جزا مبتدئا من نقطۃ الجنوب
بقدر فضل ما بین الطولین الی المغرب ومن نقطۃ
الشمال مثلہ ونصل ما بین النہایتین بخط مستقیم
ونعد من نقطۃ المغرب الی الجنوب بقدر
فضل ما بین العرضین ومن نقطۃ المشرق
مثلہ ونصل ما بین النہایتین بخط مستقیم فیتقاطع
الخطان لا محالۃ فنخرج من مرکز الدائرۃ خطا
مستقیما الی نقطۃ تقاطعہما وذلک الخط ہو
علی سمت القبلۃ التی یبنی اساس المحراب علیہا
انتہی مختصرا۔ واعلم ان من فنون الریاضیۃ
الہندسۃ احتاج الیہا ارباب الفتیا من الفقہا
روی ان رجلا استاجر رجلا لیحفر لہ حوضا عشرۃ

نے چند شہروں کی ایک ہی سمت مقرر کری
ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوفہ اور
بغداد وہمدان میں ہو تو قطب شمالی کو
دہنے کان کے پیچھے رکھے۔ اور
مصر کے لوگ قطب کو بائیں شانہ پر اور عراق
میں دہنے شانہ پر اور یمنی قطب کو اپنے
روبرو بائیں طرف مائل اور شام والے
اپنے پیچھے رکھیں اور طریق معلوم کرنے سمت
قبلہ دلی اور قرب جوار قصبہ نودی وغیرہ
کا یہہ ہی کہ ایک دائرہ زمین پر کھینچا جاوے
اور ایک خط جنوب سے طرف قطب شمالی کی نکالا
جاوے چونکہ طول دلی کا ایکسو بارہ ہی اور
عرض اٹھائیس اور مکہ معظمہ کا طول سات اور ستر
اور عرض اکیس ہے پس نقطہ شمال اور جنوب سے پینتیس
پینتیس درجہ مغرب کیطرف شمار کر کے ایک خط نکالیں
اسیطرح سات سات درجہ مغرب اور مشرق کیطرف سے
جنوب کیطرف شمار کر کے دوسرا خط نکالیں جہاں پر ان دونوں
خطونکا تقاطع ہو اسطرف ایک خط مرکز دائرہ سے
نکالکر اس نقطہ تقاطع سے ملا دیں اور اس خط
پر نمازیوں کو نماز ادا کرنی چاہیے۔ اور ظاہر ہی کہ
طرف شمالی اس خط کی قطب شمالی سے طرف مغرب کی برعکس

فی عشرۃ فحفر خمستہ فی خمستہ ورفعا الامر الی فقیہ لم یعلم ہذا العلم وسألاہ ان الاجیر کم یستحق من العشرۃ فافتی بانہ یستحق خمستہ دراہم فلم یسلم ذلک فرفع الی مفت آخر یعلم ہذا العلم فافتی بانہ یستحق درہمین ونصف درہم فسلم ذلک کذا ذکر مولانا عبد الحلیم فی کاشف الظلام والفاضل الگنگوہی لما کان عاریا من ہذا العلم کما تترشح من فتواہ فافتی بغیر علم حتی دخل فی وعید حدیث افتوا بغیر علم ضلوا فاضلوا۔ تمت

مسجد مذکور کئی درجہ مائل ہوگی۔ فتوی دہندگان کو علم ہیأۃ کی واقفی بھی ضروری ہے ایک شخص نے دہ دردہ حوض کے کھودنے کا ٹھیکا لیا اور کھودا اُسنے پانچ پانچ گز لمبا چوڑا یہ مسئلہ اُس سے پوچھا جو ریاضی سے ناواقف تھا اُسنے پانچ درہم دینے کا حکم دیا۔ اسکا فتوی نامنظور ہوا پھر یہ مسئلہ ریاضی دان سے پوچھا اُسنے دہائی درہم کہا یہ فتوی مانا گیا چونکہ فاضل گنگوہی بھی ریاضی سے بیخبر ہے اندھا دُھند فتوی دیکر وعید حدیث ضلوا فاضلوا میں آپہنچے بیشک داخل ہوگئے

الحمد للہ الذی نجانا من ہذہ الورطۃ العمیاء وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ واتباعہ الی یوم الدین۔ اجمعین۔ خاتم الانبیاء محمد + باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قدیم سے آباد ہو اور نمازی اُس محلہ میں اسقدر نہیں جو مسجد میں جمع ہوکر نماز ادا کرسکیں آیا ایسی مسجد کو گراکر ایک اور مکان میں مسجد دوسری تعمیر کرنی درست ہی یا نہیں اور نیز اس مسجد کے گرد نواح زمین موجود ہے اور داخل مسجد ہوسکتی ہے۔ بینوا توجروا۔ فقط + **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ بلا ضرورت مسجد کا گرانا اور بے آباد کرنا ہرگز ہرگز درست نہیں۔ قال فی التفسیر الاحمدی ناقلا عن الحادی سئل ابو القاسم عمن اراد ان ینقض مسجدا ویبنیہ احکم من بنائہ قال لا سبیل لہ الی ذلک الا ان یخاف ہدمہ۔ انتہی وایضا فیہ من جامع الفتاوی مسجد ضاق باہلہ ولا یمکنہم ان یزیدوا فقال رجل اعطونی المسجد حتی ادخل فی داری واعطی مکانا من داری فی الجانب الآخر یسعکم وہو خیر لکم لا ینبغی ان یعطوہ حتی ینوا مسجدا فیشتغلوا عن ہذا المسجد حینئذ لا بأس بہ انتہی۔ ملخصا

واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم **محمد** لودیانوی + **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء دین و
مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اسماء الٰہی میں سے کسی نام کو لیکر کسی شخص کا نام رکھدینا
جیسا کہ اہل کشامرد میں رحمان احد عزیز وغیرہ ناموں سے نامزد ہوتے ہیں جائز ہے یا نہیں
اور چونکہ حضرت علیؓ کا نام بھی اسماء الٰہی سے ہے اس سے سند پکڑ کر رحمٰن واحد وعزیز وغیرہ
کو درست قرار دینا صحیح ہے یا نہیں - بینوا توجروا - فقط + **جواب** - اللھم ارنا الحق حقاً
والباطل باطلاً - اسماء الٰہی دو قسم ہیں ایک قسم وہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور بندوں پر بولنا اُنکا درست
ہے - جیسا کہ اسم علیؓ اور رشید کا - قال فی الدر المختار جاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرھما من الاسماء
المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذالک فی زماننا اولیٰ لان العوام
یصغرونہا عند النداء - انتہی - دوسرا قسم وہ ہے کہ اسکا اطلاق غیر ذات باری پر بالکل درست نہیں
جیسا کہ رحمٰن اور احد اور عزیز اس قسم کے نام سے کسی شخص کو نامزد کرنا شرعاً درست نہیں تفسیر
کبیر میں لکھا ہے کہ اسم احد کا خاص خدا تعالیٰ کیواسطے ہے - حیث قال قال الازہری لا یوصف
شیئی بالاحدیۃ غیر اللہ تعالیٰ لا یقال رجل احد ولا درہم احد کما یقال رجل واحد ای فرد بل احد
صفۃ من صفات اللہ تعالیٰ استاثر بہا فلا یشرکہ فیہا شیئی صفات اللہ تعالیٰ اما ان تکون اضافیت
کقولنا عالم قادر واما ان تکون سلبیۃ کقولنا لیس بجسم ولا بجوہر وقولنا اللہ یدل علی مجامع الصفات
الاضافیۃ وقولنا احد یدل علی مجامع الصفات السلبیۃ فکان قولنا اللہ احد تاما فی افادۃ العرفان
الذی یلیق بالعقول البشریۃ انتہی مختصراً - قسطلانی و تیسیر القاری بخاری شریف کی شرحوں میں لکھا ہے
کہ لفظ احد نہیں استعمال کیا جاتا - کلام مثبت میں غیر خدا پر حیث قال ان احد الا یستعمل فی الاثبات
علی غیر اللہ تعالیٰ فیقال اللہ احد ولا یقال زید احد انتہی - ما فی القسطلانی - احد را استعمال نمیکنند
در اثبات بر غیر اللہ تعالیٰ انتہی - ما فی تیسیر القاری اور قاموس میں لکھا ہے کہ لفظ احد خالص خدا
تعالیٰ کے واسطے ہے - حیث قال والاحد لا یوصف بہ الا اللہ سبحانہ تعالیٰ لخلوص ہذا الاسم الشریف
لہ تعالیٰ - انتہی ما فی القاموس مشکوٰۃ کے باب اسامی میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

عاص اور عزیز اور عتلہ اور شیطان کے نام کو بدل ڈالا شارحین نے لکھا ہی کہ عزیز کا
نام اسواسطے بدلا کہ یہہ نام ذات باری کا ہے۔ حیث قال غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
العاص والعزیز والعتلۃ والشیطان انتہی مافی المشکواۃ اور امام نوادی نے شرح صحیح مسلم
میں لکھا ہے کہ جو اسما خدا تعالی کیواسطے خاص ہیں غیر خدا پر اُن کا اطلاق کرنا حرام ہے
حیث قال فی باب تحریم التسمیۃ بملک الاملاک ان التسمیۃ بہذا الاسم حرام وکذا لک التسمیۃ باسماء اللہ
المختصۃ بہ کالرحمن والقدوس والمہیمن وخالق الخلق ونحوہا قوم کشامرہ میں بھی یہہ لفظ غیر خدا
کیواسطے موضوع نہیں بلکہ عوام غلطی سے عبد الاحد کے نام کو احد جو کرکے پکارتے ہیں۔
جیساکہ عبد الستار عبد الغفار عبد الرحمن وغیرہ کو لفظ ستار غفار رحمن سے پکارتے ہیں
لیکن ذی علم لوگ ہر وقت تحریر احد جو نہیں لکھتے بلکہ عبد الاحد تحریر کرتے ہیں ایک شخص
اس شہر نودیانہ میں ذی علم بنام احد جو مشہور تھا لیکن نکاح ناموں میں جہاں مہر اُس کی
ثبت ہے عبد الاحد کے لفظ سے مرقوم ہے یہہ شخص عبد الواحد کوتوال کا والد تھا اور خواجہ احسن شاہ
صاحب کا رشتہ دار تھا اگر کسی کو مزید تحقیق منظور ہو۔ خواجہ صاحب موصوف سے تحقیق کرلے
خلاصہ کلام بالا کا یہی ہے کہ اس قسم کے نام رکھنے درست نہیں اسی واسطے علماء دیندار
گمراہ جانتے ہیں اُس شخص کو جو کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احد بے میم ہیں یعنی احد ہیں
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق احد کا گمراہی ٹھہرا تو باقی اہل اسلام پر
اطلاق کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ لفظ احد کا صرف اگرچہ غیر اللہ پر اطلاق
نہیں ہوسکتا لیکن جب شاہ کا لفظ اس سے ملایا گیا تو کیونکر منع ہوسکتا ہے۔ تو جواب اُسکا یہہ ہے
کہ لفظ شاہ اصل نام پر زائد ہوتا ہے جیسے محمود شاہ احسن شاہ اسی طرح احد شاہ کا حال ہے
یعنے جیسے لفظ خان قوم افغان کے نام پر اضافہ کیا جاتا ہے ایساہی بعض کشامرہ اپنے ناموں پر
لفظ شاہ یا ڈار یا بابا وغیرہ الفاظ اضافہ کر دیتے ہیں اصل ناموں کی اصلاح کیواسطے
ان الفاظ کو کچھہ دخل نہیں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد کودیانوی

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص بعد نماز طرف بغداد کی ضرب الاقدام واسطے شیخ عبد القادر جیلانی کے کرے اور اس امر کو فرمودہ پیران پیر قرار دے اور معمول بہ طریقہ قادریہ کا جانے اور یا شیخ عبد القادر جیلانی کا وظیفہ حاضر جانکر کرے - شرعاً یہ شخص کافر ہے یا نہیں - بینوا و توجروا - فقط -

جواب - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ایسا شخص کافر ہے - قال القاضی شہاب الملتہ والدین فمد قررنا من قبل ان ضرب الاقدام بعد الصلوٰۃ نحو العراق کفر فاعلہ و فاعلہ واقعان فی جریمتہ عظمتہ ہکذا نقل من تحقیق احکام الفتوی فی مدارج السالکین شرح منازل السائلین وما افتری علی المشائخ العظام من نحو ضرب الاقدام بعد الصلوٰۃ فہو کفر انتہی و فی دافع المبطلین من تصنیف افضل المتاخرین ابراہیم بن محمود البلخی ما قول ائمتہ الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین - آنکہ جماعہ عادت خود ساختہ اند و اصرار بر آن مینمایند و ممتنع نمی شوند و حجت میگیرند کہ در شہرہائے معظم چنین میکنند ما نیز ہمین میکنیم یا فلاں فلاں مشائخ و مثل ضرب الاقدام نحو العراق بعد صلوٰۃ آیا مجرد ایں قول حجت شود یا نے و ایں فعل از حرمت بر آید یا نے و ایشان معذور باشند یا نے - **جواب** - فی کتبہ محمد بن محمود الکشانی رحمتہ اللہ علیہ فی کتبہ ابو المفاخر بن محمود البلخی فی کتبہ محمد بن طاہر بخاری فی کتبہ یوسف بن محمد سمرقندی فی کتبہ مظفر بن منصور البلخی فی کتبہ محمد بن فخر الدین الحلوانی فی کتبہ عبد العزیز بن نجم الدین شیرازی فی کتبہ ابراہیم بن اسمٰعیل النیشاپوری فی کتبہ محمد بن ابی بکر الہندی فی کتبہ علی بن محمد بن قاضی حمید الدین ناگوری علیہ ہکذا فی محک الطالبین انتہی - اس مضمون کا فتوی علماء دہلی وغیرہ نے بھی قبل عذر کے دیا تہا - نام نامی انکے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں - محمد صدر الدین

محمد عبد الرب | محمد برکت اللہ | نوازش علی | سید رحمت علیخان | محمد یعقوب | اصاب من اجاب

فقیر خواجہ ضیاء الدین | نعم الجواب عبد القادر | الجواب صحیح کتبہ محمد عبد الرزاق سہارنپوری

برقول مدارج السالکین فتوی است و نماز در عقب چنیں کس روا نیست مگر کفر ضارب

اقدام کرد منادی غوث اعظم باشد و روح آنحضرت را بسوی خود متوجه داند مثل کفر رد قض
است کہ ذبیحہ او مثل ذبیحہ مرتد است | سید محبوب علی جعفری | المجیب مذہب | محمد مجددم
اصاب من اجاب | مشتاق احمد | محمد فضل رحمن خان | رانی کوٹی للہ در المجیب ما اخذ مسکین
علاء الدین | کوم والہ | محمد شاہ | ساکن لودیانہ قاضی ثناء اللہ
پانی پتی نے ترجمہ فارسی ارشاد الطالبین میں لکھا ہے مسئلہ جہال میگویند کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی
شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست و اگر گویند با الٰہی بحرمت
خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی حاجت من روا کن مضائقہ ندارد انتہی قاضی حمید الدین
ناگوری نے توشیح میں لکھا ہے۔ منہم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب
باعتقاد ان ارواحہم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج وذالک شرک قبیح وجہل صریح قال اللہ تعالیٰ
ومن اضل ممن یدعون من دون اللہ الآیہ۔ اس مضمون کی عبارات اکثر کتب معتبرہ میں بہت
درج ہیں اور ایک فتویٰ منع جواز یا شیخ میں علماء حال نے دیا ہی اور اسکو حاجی اسمعیل صاحب
بنگلوری نے مرتب کرواکر مطبوع کروا دیا ہے یا انشاء اللہ عنقریب کروا دینگے۔ اس میں مسئلہ
ندا الغیر اللہ کا تفصیلاً لکھا گیا ہے اور اس عاجز کی بھی اس میں بہت وسیع تحریر ہے۔ واللہ
یہدی من یشاء الی صراط المستقیم۔ الراقم محمد لودیانوی۔ **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے
ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص لوگوں سے زمین گروی لیکر اس
زمین کی پیداوار کھاتا ہی آیا شرعاً گروی سے فائدہ اٹھانا جائز ہے یا نہیں **-جواب**
اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ گروی سے نفع اٹھانا ہرگز درست نہیں۔ قال فی الشامی
ما حاصلہ عن عبداللہ ابن اسلم السمرقندی انہ لا یحل لہ ان ینتفع بشیئ منہ بوجہ من الوجوہ
وان اذن لہ الراہن۔ یعنے کسی وجہ نفع کھانا گروی کا شرعاً درست نہیں اگر کوئی اعتراض
کرے۔ کہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ مالک کی اجازت سے تو درست ہی۔ تو اسکا جواب یہ ہی
کہ اگر مابین ان دونوں کے نفع اٹھانے کی شرط کی ہو — قال فی الشامی اذا کان مشروطا

صار قرضا فیہ منفعۃ و ہو ربا و الا فلا - یعنے گروی میں نفع اٹھانیوالے کو شرط کر لینا سود ہے چونکہ زمانہ حال میں گرو میں شرط نفع کی کیجاتی ہے - لہذا نفع کھانا گرو کا ہرگز شرعاً درست نہیں قال

فی الشامی والغالب من احوال الناس انہم یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراہم وہذا بمنزلۃ الشرط انتہی ملخصا - واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی -

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید تین چار گاؤں میں ایک قاضی ہے - گاؤں والے بروقت جنازہ یا نکاح خوانی جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں اُسکو بلا لیتے ہیں - اب یہہ قاضی عید کے دن ایک گاؤں میں عید کی نماز پڑھا کر دوسری گاؤں میں پھر عید کی نماز جا کر پڑھاتا ہے اور وہاں سے تیسری گاؤں میں - پس اول تو یہہ سوال ہے کہ گاؤں میں عید کی نماز جائز ہے یا نہیں اور دوسرے عید کی نماز ایک جگہ پڑھا کر دوسری گانو میں پڑھانی جائز ہے یا نہیں - اور اگر ایسا کیا گیا تو کسی جگہ کی عید کی نماز جو پہلے پڑھی گئی یا بعد میں اُنمیں کوئی نماز جائز ادا ہوئی یا نہیں - بینوا توجروا + **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا چونکہ نماز عید و جمعہ میں بموجب مذہب حنفی کے اس ملک ہند میں شرائط موجود نہیں - لہذا پڑھنا ان دونوں کا باشندگان ملک ہند پر لازم نہوا - لیکن بطور احتیاط اس شعار اسلامی کو قائم رکھنا مناسب ہے - تاکہ بالیقین کل مجتہدین کے نزدیک مکلف ذمہ وار لیسے فارغ البال ہو جاسئے - لہذا عید کا ایک شخص نے دو مکانوں میں ادا کرنا جو مخالف احتیاط کا ہے درست نہیں - کیونکہ نماز عید کی واجب ہے سو وہ اول دفعہ ادا کرنے سے ذمہ سے ادا ہوئی دوبارہ پڑھنا اُسکا نفل میں داخل ہے اور نفل عیدگاہ میں بعد نماز عید کے درست نہیں - جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے اور نیز نفل ادا کرنیوالے کے پیچھے نماز عید جو واجب الاداء ہے - ہرگز درست نہیں ہوتی - اسی طرح کتب فقہ میں مذکور ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی + **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی جائداد کو فرزند اُسکا گرو یا بیع کر دے اور یہہ شخص عالم سکوت میں رہے تو یہہ بیع اور رہن کرنیسے اُس شخص کی ملکیت قایم رہتی

یا نہیں بینوا توجروا ۔ فقط جواب ۔ الہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ بیچ کے وقت سکوت کرنا مالک کا ملکیت کو قائم نہیں رہنے دیتا بخلاف گرو کرنے کے یعنے اگر کوئی قریبی مالک کا گرو کرے اور مالک خاموش رہے تو اس صورت میں مالک کی ملکیت کو زوال نہیں پہنچتا لما جاء فی الاشباہ وشرحہ الحمودی سکوتہ عند بیع قریبہ اقرار بانہ لیس لہ وقید بالبیع لانہ لو کان عاریۃ او رہنا لا یکون اقرارا اجماعا ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ کا مال دینا ایسے شخص کو جو کبھی نماز پڑھتا ہو اور کبھی ترک کرتا ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں ۔ فقط

جواب ۔ الہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ ایسے شخص کو جو نماز ہمیشہ ادا کرتا نہیں لیکن اس ادا کو اچھا نہیں جانتا یعنے ترک نماز کو برا جانتا ہے زکوٰۃ کا مال دینا شرعاً درست ہے لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لمعاذ خذہا من اغنیاءہم وردہا فی فقراءہم یعنے حاکم مال زکوٰۃ کا مالدار مسلمانوں سے لیکر ان مسلمانوں کو دے جو محتاج ہوں بلکہ جو شخص مالدار ہو اور اس پر قرض برابر مال کے ہو اسکو بھی زکوٰۃ کا مال دینا شرعاً درست ہے قال فی الدر المختار ومدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینہ ۔ انتہی واللہ اعلم اتم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کی والدہ نے کر دیا اور وہ لڑکی اپنے شوہر کے گھر میں رہی اور شوہر اسکا اس سے مجامعت کرتا رہا ۔ بعد ازاں وہ لڑکی بالغہ ہو گئی اور اپنا نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے اور شوہر اسکا عذر کرتا ہے کہ بروقت بلوغ میرے پاس رہی ہے اور بالغہ ہوتے ہی اس نے فسخ کرانے نکاح کا دعوی نہیں کیا ۔ اس واسطے اب اسکا حق فسخ کرانیکا شرعاً باقی نہیں ہے ۔ بینوا توجروا فقط

جواب ۔ الہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ زوجہ مذکورہ الصدر کو حق فسخ کا شرعاً باقی ہے کیونکہ قبل بلوغ کے موطوءہ ہونے سے وہ ثیبہ میں شرعاً داخل ہو گئی اور ثیبہ کو حق فسخ کا آخر عمر تک باقی رہتا ہے

لما قال فی الدر المختار۔ خیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس ولا یبطل بقیامہا عن المجلس لان وقتہ العمر۔ انتہی وفی رد المحتار المعروف بالشامی والثیب شمل ما لو کانت ثیبا فی الاصل او کانت بکرا ثم دخل بہا ثم بلغت کما فی البحر وغیرہ انتہی وفی الہدایۃ ولا یبطل خیار الغلام ما لم یقل رضیت وکذالک الجاریۃ اذا دخل بہا الزوج قبل البلوغ انتہی۔ واللہ اعلم علمہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی +

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص کا نکاح ہوا تین سو روپیہ نقد وپچاس روپے کا زیور مہر مقرر ہوا تین سو روپیہ میں سے نصف ایک سو پچاس روپیہ اور کل زیور پچاس روپے کا مہر معجل اور باقی ایک سو پچاس روپیہ غیر معجل ہوا۔ آیا منکوحہ مہر معجل کا دعوی شوہر پر اپنے والد کے گھر رہکر کر سکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا فقط +

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً۔ زوجہ مذکورہ بابت مہر معجل کے دعوی کر سکتی ہے قال فی الدر المختار بما حاصلہ ولہا منعہ من الوطی والسفر بہا لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو تیس روپیہ تنخواہ کے ملتے ہیں اسکی زوجہ اور پانچ فرزند اور ایک دختر اور ایک چچا حقیقی ضعیف العمر نابینا اور ایک بھائی حقیقی بیکار بعمر ۲۵ سالہ ہے نان نفقہ انکا اسکے ذمہ ہے یا نہیں اور کل تنخواہ صرف انہیں پر اسکو خرچ کرنی لازم ہے یا نہیں اور جو دو بیٹے بڑے مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں انکا خرچ شرعاً اسکے ذمہ ہے یا نہیں +

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً۔ ہر شخص کے ذمہ امیر ہو یا فقیر نفقہ اپنی زوجات واولاد صغار کا لازم ہے۔ اور اولاد ذکور بالغوں کا نفقہ اگر تحصیل علوم دینیہ میں غرق ہیں اور صاحب رشد ہوں واجب ہے اور چچا جو نابینا ہو اسکا نفقہ بشرط غنا اسکے لازم ہے۔ یعنے اگر خرچ کنندہ صاحب نصاب ہے تو اسپر شرعاً نان نفقہ ایسے چچا کا لازم ہے اور اگر محتاج ہے

تولازم نہیں ایسا ہی بھائی بہن کا نفقہ جو کسب نہ کرسکیں یا کسب کرنے میں اُنکا ننگ ناموس جاتا رہے اغنیار پر لازم ہی مہمان نوازی میں خرچ کرنا غنی کو لازم ہے۔ غنی کو اپنی ضروریات میں خرچ کرنا شرعًا درست ہی بشرطیکہ اسراف نہو مشاہرہ جو سرکار سے مقرر ہے اس میں کسی حقدار کا حق نہیں کہ اُسکو تقسیم کریں۔ وہ فقط نان نفقہ لابدی کے حقدار ہیں خواہ وہ دس روپیہ میں سب کا ہو سکے یا کم میں باقی میں اُنکا کوئی حق نہیں ہے جو زوجہ نافرمان ہو یا اولاد نرینہ علوم مروجہ مدارس انگریزی میں تعلیم پاتے ہوں اُن کا خرچ لازم نہیں بلکہ ایسے خرچ کرنے میں خوف گناہ کا ہے۔ کذا فی الدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی ریش بسبب کسی عارضہ کے دور ہو جاوے یا ابتدا سے اُسکی ریش نہ نکلی ہو اور عمر اُسکی بیس سال کی بھی ہو تو ایسے شخص کی امامت مثل امرد کے مکروہ ہی یا نہیں بینوا توجروا۔ فقط

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقًا والباطل باطلًا۔ ایسے شخص کی امامت جائز ہی یعنے بلاکراہتہ نماز اُس کے پیچھے درست ہے۔ جیسا کہ رد المختار شرح در المختار المعروف بشامی میں لکھا ہی وفی الحاشیۃ المدنی عن الفتاوی العفیفیۃ سئل العلامۃ الشیخ عبد الرحمن بن عیسی المرشدی عن شخص بلغ من السن عشرین سنۃ وتجاوز حد الانبات ولم ینبت عذارہ فہل یخرج بذالک عن حد الامرودیۃ وخصوصًا قد نبت لہ شعرات فی ذقنہ تؤذن بانہ لیس من مستدیر اللحیۃ فہل حکمہ فی الامامۃ کالرجال الکامل ام لا اجاب سئل العلامۃ الشیخ احمد بن یونس المعروف بابن الشلبی من متاخری علماء الحنفیۃ عن مثل ہذہ المسئلۃ فاجاب بالجواز من غیر کراہتہ وناہیک بہ قدوۃ واللہ اعلم وکذالک سئل عنہا المفتی محمد تاج الدین القلعی فاجاب کذالک انتہی حاصل معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ جس شخص کی ریش نہ آئی ہو اور عمر اُسکی بیس سال کی ہو گئی ہو۔ اُس کے رخسارے بالکل صاف ہوں ذقن پر کوئی

کوئی بال منڈوا دیا ہو یا نہ ہو ایسے شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے امرد کا حکم اسپر عاید نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم
وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین متینان شرع
متین اس مسئلہ میں کہ ایک بھینس بیائی اور بصورت خنزیر بچہ پیدا ہوا وہ بچہ پیدا ہوتا ہی مار ڈالا گیا آیا

اس صورت میں اس بھینس کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا فقط۔ جواب۔ اللہم ارنا الحق
حقا والباطل باطلا۔ صورت مذکورہ میں بھینس کا دودھ پینا بالاتفاق جائز ہے اسکی حلت میں کسی کو
کلام نہیں البتہ اسکے بچہ کی حلت حرمت میں اسوقت اختلاف ہے جسوقت اس بھینس کا کسی حرام
شے سے جفت ہونا ثابت ہو لیکن دودھ اس صورت میں بھی بالاتفاق درست ہے۔ مولوی
عبد اللہ صاحب نے باران انواع میں صلوٰۃ مسعودی سے نقل کیا ہے۔ اگر کتا بکری سے جفت
ہوا اور بچہ اگر بصورت کتی کے پیدا ہو تو حرام ہے اور اگر بکری کی شکل پر پیدا ہو تو حلال ہے اور اگر
بکرا کتیا سے جفت ہوا وہ بچہ بالکل حرام ہے۔ الغرض صورت مذکورہ میں جفت ہونا کسی شے حرام
کا بیان نہیں کیا گیا۔ لہذا اسکے بچہ پر بسبب صورت کے حکم حرمت کا نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم
وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین متینان
شرع متین اس مسئلہ میں کہ شر خالص کے کپڑے سے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور شر ریشم کی قسم

میں سے ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ شر کو صاحب
نفائس اللغات نے ریشم کا ادنی قسم لکھا ہے اگر حقیقت میں قسم ریشم سے ہے تو اسکا استعمال مردوں کو
درست نہیں۔ عورتوں کو درست ہے۔ نماز کی خصوصیت نہیں ہر وقت استعمال اسکا شرعاً مردوں
کو ناجائز ہے۔ اگر کوئی تحقیق اسکی غیر ریشم ہونے کی پایہ ثبوت کو پہنچا وے۔ تو اس وقت حکم اسکا جیسا
مناسب ہو گا موجب کتب فقہ دیا جاویگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے
ہیں علماء دین متینان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نہایت غصہ میں آ کر کہا ایک طلاق
دو تین لیکن اپنی زوجہ کو نہ مخاطب کیا اور نہ اسکا نام لیا۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں
اگر ہوتی ہے تو ایک واقع ہوتی ہے جیسا اہل حدیث کا مذہب ہے یا تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔ بینوا توجروا فقط

جواب ۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ جس شخص کا غصہ نہایت کو پہنچ جاوے جس سے اسکا قول
بلا ارادہ ولا علمی کے طور اس سے صادر ہو تو ایسے شخص کی طلاق شرعاً نہیں پڑتی جیسا کہ ردالمحتار حاشیہ
درمختار میں تحریر ہے حیث قال اذا بلغ الغضب غایتہ بحیث لا یعلم بالقول ولا یریدہ فہذا لاریب انہ لا ینفذ
شیئ من اقوالہ ۔ انتہی ملخصا ۔ اور نیز بلا ذکر کرنے محل طلاق کے طلاق واقع نہیں ہوتی ۔ اور اہل
حدیث یعنی غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ مطلقہ ثلثہ سے بلا حلالہ نکاح کرنا درست ہے بالکل باطل ہے کسی امام نے اسپر
عمل نہیں کیا بلکہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب عقد الجید میں لکھا ہے کہ جو مفتی
مطلقہ ثلثہ کو بلا حلالہ درست کہے اسکا منہہ سیاہ کر کے شہر بدر کیا جاوے ۔ فیشہر لفظ مفتی بمذہب سعید بن
المسیب یزوج بالزوج الاول بقیت مطلقۃ بثلث تطلیقات کما کانت وہو وجہ بعید ۔ انتہی ۔
ابن ہمام شارح ہدایہ نے ایسے مفتی کی کافر قرار دینے کو جائز لکھا ہے غرض اگر تین طلاق کوئی شخص
اپنی زوجہ کو ایک ہی لفظ کے ساتھ کہے تو بھی اسپر بلا حلالہ درست نہیں ہوتی چونکہ صورت مذکورہ
میں بسبب غصہ نہایت کے اور نیز بسبب ذکر نہ ہونے زوجہ کے لفظ طلاق میں طلاق بالکل واقع
نہیں ہوئی ۔ لہذا زوجہ اپنی کو بلا نکاح کے اپنے گھر شوہر لا سکتا ہے اگر احتیاط کیواسطے تجدید نکاح
کرے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔ راقم محمد لودیانوی ۔ باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے
ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر ماتا کا تھان نیچے خنزیر کو دبا
بنادیوے تو اسکا اسلام باقی رہتا ہے یا نہیں ۔ جواب ۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ ماتا کا تھان
بنانا ہی کفر ہے خنزیر کا دبانا دوسرا کفر ہے کیونکہ غرض اسکی اس تھان کا پوجنا اور لوگوں کو پوجانا ہے جیسا کہ سامری نے
موسیٰ علیہ السلام کیوقت میں ایک بچھڑا بنا کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا تھا جسکی سزا میں قریب ستر ہزار
آدمی کے قتل کئے گئے جسکا ذکر خدا تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے وَاِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ اس
شخص پر لازم ہے کہ اس امر سے تائب ہو کر دوبارہ ایمان لاوے ورنہ اس سے مسلمان کچھ علاقہ نہ رکھیں کیونکہ
وہ شخص شرعاً مرتد ہے اور مرتد سے شرعاً کسی طرح کا میلاپ رکھنا درست نہیں اگر حکومت اسلام میں ایسا کوئی

شخص کرے اور اُس سے نائب نہ ہو تو اُسکو حاکم اہلِ اسلام اپنے حکم سے قتل کروا دیگا کذا فی
کتب الفقہ من الہدایۃ وغیرہا واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد یوسف ایانوی ۔ باسمہ سبحانہ ما قول
العلماء الربانیۃ والفضلاء الحقانیۃ فیمن افتی بجواز الصلوٰۃ فی مسجد الذی فی اطراف الدہلی مال شماۃ عن
القطب الشمالی الی المشرق بقدر سبعۃ اذرع بدلیل ان الانحراف وان کان زائداً کثیراً علی السبعۃ
بحیث یکون صدر المصلے نحو القطب الشمالی او الجنوبی مثلاً لا یبطل الصلوٰۃ کما یدل علیہ ما نقلہ الطحطاوی
والشامی من الدرر فی حاشیتہما علی الدر المختار اذا تیامن او تیاسر یجوز فان وجہ الانسان مقوس
فعند التیامن او التیاسر یکون احد جنبیہ الی القبلۃ انتہی ۔ فان ہذہ العبارۃ صریحۃ فی ان الانحراف
وان کان اربعۃ عشر ذراعاً لا یفسد الصلوٰۃ فضلاً عن ان یکون سبعۃ اذرع ۔ بینوا توجروا ۔
جواب ۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً ۔ لا شک فی بطلان فتواہ لان انحراف الصدر عن
القبلۃ مفسد للصلوٰۃ اتفاقاً بغیر عذر کذا ذکرہ صاحب الدر المختار فی مفسدات الصلوٰۃ ولیس
المراد من عبارۃ الدرر الانحراف المذکور بدلیل ان صاحب الدر المختار ذکر فی شرح قول المصنف
وبغیرہ اصابۃ جہتہا بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتاً للکعبۃ او لہوائہا بان یفرض من تلقاء
وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط آخر
یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ ثم قال ثانیاً قلت فہذا معنی التیامن والتیاسر
فی عبارۃ الدرر وقال الشامی فی شرح ہذا القول ما حاصلہ ان ما ذکرہ بقولہ بان یبقی شیئ
من سطح الوجہ آہ مع فرض الخط علی الوجہ الذی قررناہ ہو المراد بما فی الدرر من التیامن والتیاسر ای
لیس المراد منہ ان یجعل الکعبۃ عن یمینہ او یسارہ اذ لا شک حینئذ فی خروجہ عن الجہۃ بالکلیۃ
بل المفہوم مما قدمناہ عن الدرر من التقیید بحصول زاویتین قائمتین عند انتقال المستقبل یمین
الکعبۃ یمیناً او یساراً انہ لا یصح لو کانت احدہما حادۃ والاخری منفرجۃ بہذہ الصورۃ والحاصل
ان المراد بالتیامن والتیاسر الانتقال عن عین الکعبۃ الی جہۃ الیمین والیسار لا الانحراف ۔ انتہی والمعنہ
بما حیث نبہ الشارح علی ان المراد ہو الانتقال فقط ثم فصل الشامی تفصیلاً ایضاً بلا نحرف المنحرف

الجواب صحیح

ای الانحراف یا لبث شعری ما ادخله فی ہذہ الورطۃ العجب مع وجود المصابیح المکشفۃ للدجی نعم انقیل بقریحتہ

شعر – تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل + کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را + لا

بقال ولعل اخطاء المفتی المذکور بکون الانحراف مراد امن عبارۃ الدرر لکن ما اخطاء فی کون الانحراف

جائز الاقال القہستانی ولا باس بالانحراف انحرافا لا تزول بہ المقابلۃ بالکلیۃ بان یبقی شئی من

سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ – لانا نقول ہذا الانحراف المذکور فی القہستانی بیان وقع الانتقال

علی الخط معنی فان المقابلۃ بالکلیۃ کما لا تزول فی الانتقال المذکور کذالک لا تزول بہذا الانحراف

بخلاف الانحراف الذی اراد ذالک المفتی بحیث یصیر القطب الشمالی مسامتا لصدر المصلی

فانہ تزول بہ المقابلۃ بالکلیۃ فشتان بینہما فان قلت لا تزول المقابلۃ بالکلیۃ لان الجانب الایسر الذی یلی الاذن یکون

مسامتا للکعبۃ قلت ذالک الجانب لیس بجزء من الوجہ بل ہو جانب الراس الواقع فی الطرف الایسر من الوجہ فی سطح غیر مقوس

احد اضلاعہ خط مشترک بینہ وبین سطح المقوس للوجہ فلا یکون جزء من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ لا محالۃ فانعدم المقابلۃ

بالکلیۃ وذلک ما اردنا **خلاصہ** – فتویٰ مذکورہ کا یہہ ہی کہ جو مولوی رشید احمد صاحب

نے بابت مسجد ٹوڈی جس کی جانب شمالی قطب سے سات ہاتھ مشرق کیجانب کو ہٹی

ہی جواز کا فتویٰ دیا تھا اُس کی تردید راقم ایک فتویٰ میں شائع کر چکا ہی پھر مولوی گنگوہی

نے ایک فتویٰ اس قسم کا دیا کہ اگر چودہ ہاتھ یا زیادہ مائل مشرق کیجانب ہو جس سے سینہ

مصلے کا قطب شمالی یا جنوبی کیطرف ہو جاوے تب بھی نماز درست ہی یہی مطلب عبارت

درر وغیرہ کا ہی جسکو مفتی مودیانے نہیں سمجھا یہہ اس کی تردید میں راقم نے یہہ تحریر کیا کہ کل

فقہا کے نزدیک سینہ کا پھرنا قبلہ سے نماز کا مفسد ہی جیسا کہ درمختار وغیرہ میں موجود ہے

مولوی گنگوہی نے غلطی کھا کر معانی صحیحہ کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دیا ہی – دیکھو صاحب

درمختار نے عبارت درر کے یہہ معنی کئے ہیں کہ مصلے کے منہ کی طرف سے ایک خط تا

کعبہ کیجانب کھینچا جاوے – دوسرا خط تقاطع کرنے والا اس خط کر اوپر دو زاویہ قائمہ کے

یمین یسار کیطرف کھینچا جاوے اس خط ثانی پر مصلے کا حرکت کرنا یمین یسار کیطرف نماز کو مفسد نہیں

اور شامی نے اسکی شرح میں لکھا ہی کہ اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ خانہ کعبہ کو نماز میں بیچ میں یا بائیں کیطرف
رکھکر نماز کا پڑھنا درست ہی کیونکہ اسمیں صحیح نہیں خارج ہو جاویگا نہ نمازی کا جہتہ قبلہ سے بالکل جو مفسد نماز
ہی پس قول مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا سراسر غلط ہی۔ واللہ یہدی من یشاء الی الصراط المستقیم واللہ
اعلم الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی * باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں
کہ اگر ایک عورت بیان کرے کہ مینے اپنا پستان دختر زید کے منہ میں دیا تھا اُسکا دودھ پیا یا نہ پیا
مجھکو یاد نہیں ہو اسکے اور کوئی شہادت نہیں ہی کہ اس دختر نے اُسکا دودھ چار کے روبرو پیا ہی
آیا شرعاً اُس دختر کا عقد پسر عورت پستان دہندہ کے ساتھ جائز ہی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط
جواب۔ اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔ دختر مذکورہ کا نکاح پسر عورت مذکورہ سے درست ہی
کیونکہ حکم رضاعت کا جب تک کہ دو مسلمان نیک بخت یا دو عورتین اور ایک مسلمان صالح شہادت
اپنے روبرو دودھ پینے کی نہ دیں شرعاً جاری نہیں ہو سکتا۔ لما قال فی الدر المختار وحجتہ حجۃ المال
ہو شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین۔ انتہی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و
مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لڑکا یا لڑکی بعد پورا ہو لنے عمر ڈھائی سالہ کے کسی عورت
کا دودھ پیوے تو اُسپر احکام رضاعت کے شرعاً جاری ہو سکتے ہیں یا نہیں اور رضاعت کی تعین ہر
مرضعہ یا کسی اور کی شرط ہی یا نہیں فقط۔ جواب۔ اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔ شرعاً
مدت رضاعت کی ڈھائی سال سے زیادہ نہیں اور احکام رضاعت کے اُسی پر جاری ہونگے
جس نے اسی مدت کے اندر دودھ پیا ہو بعد اسکے دودھ پینے سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور
دودھ کا پلانا بھی اُس مدت کے بعد درست نہیں اور واسطے حکم رضاعت کے رضاعت ہی کسی
کی شرط نہیں ہی۔ قال فی الدر المختار الرضاع ہو مص من ثدی آدمیۃ فی وقت مخصوص وہو حولان
ونصف عندہ وحولان عندہما وہو الاصح ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولم یبح الارضاع بعد مدتہ انتہی یعنی
رضاعت شرعاً جو منہ پستان عورت کا ہی ساتھ مدت مخصوص کے نزدیک امام اعظم کے اور دو سال تک نزدیک صاحبین کے
اسی مدت کے اندر تحریم ثابت ہوتی ہی اور بعد اسکے دودھ کا پلانا درست نہیں انتہی۔ الراقم محمد لودیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص غلہ کو نرخ
بازار سے کم کر کے بطور قرض فروخت کرتا ہے مثلاً اگر گیہوں بازار میں ایک من
ایک روپیہ کو فروخت ہوتی ہے وہ شخص ایکروپیہ کی تیس آثار قرض فروخت کرتا ہے
آیا یہ معاملہ اس کا شرعاً درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب

اللہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا۔ یہ معاملہ شرعاً بموجب روایات کتب فقہ جائز نہیں
قال فی العالمگیریۃ رجل باع علی انہ بالنقد بکذا و بالنسیئۃ بکذا او الی شہر بکذا و الی شہرین
بکذا لم یجز کذا فی الخلاصۃ یعنے فتاوی عالمگیری میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ نہیں
جائز بیع میں مول کا فرق کرنا بسبب اودھار کے اور الیضاح میں لکھا ہے بیع الحنطۃ
بنقصان حکم البلدۃ بثمن النسیئۃ بالمدۃ المعلومۃ فاسد و ان اخذ الثمن بعد مضی المدۃ
فہو حرام لان الثمن متفاضل بالحکم فہو ربوا یعنے بیچنا گیہوں کا شہر کے نرخ سے کم کر کے
اودھار مدۃ مقرر تک درست نہیں اور بعد گذرنے مدۃ کے اگر قیمت کو بائع نے لیلیا
تو حرام ہی کیونکہ مول باعتبار نرخ شہر کے زیادہ ہی پس سود ہوا و فی مجمع النوادر نقلا عن المضمرات
ومن باع شیئا فی یدہ بأجل نسیئۃ علی شرط ان یاخذ الثمن کذا فی المدۃ المعلومۃ قیمۃ الشیٔ
عند التجار افضل منہ فالزیادۃ علی قیمتہ ربوا لا یجوز ان یاخذ الربوا بالاجماع و فی المحیط ایضا مثل
ہذہ العبارۃ یعنے کتاب مجمع النوادر میں کتاب مضمرات اور محیط سے یوں نقل کیا ہی کہ اودھار
بیع کرنا کسی شی کا تاجروں کی قیمت سے بڑھا کر سود ہی بالاجماع و فی سلطان شرح الہدایۃ ولو کان قیمۃ الثوب
عشرۃ ذراع و باع بالنسأ ثمان ذراع او تسع ذراع او سبع ذراع او قیمۃ الطعام او الحبوب عشرۃ
صاع و باع بالنسأ ثمان صاع او تسع صاع او سبع صاع فہو حرام بالاتفاق

والناس عنها غافلون یعنے شاہان شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر نرخ کپڑیکا بازار میں دس گز ہے یا غلّہ کا نرخ دس صاع ہے اِس نرخ سے کم کرکے اودھار بیع کرنا اتفاقاً حرام ہے اور لوگ اِس مسئلہ سے غافل ہیں وفی ابراہیم شاہی رجل باع قفیز حنطۃ بعشرۃ وسعرہ فی البلد ثمانیۃ یجوز عند بعضہم والصحیح المختار انہ لایجوز لانہ بیع خال عن العوض وہو ربوا یعنے فتاوی ابراہیم شاہی میں ہے کہ جو شخص ایک قفیز حنطہ کو دس درہم کی قیمت سے کسیکو دے اور حالانکہ نرخ اُس کا شہر میں آٹھ درہم ہے بعض نے ایسی بیع کو جائز کہا ہے صحیح اور مختار عدم جواز ہے کیونکہ یہ بیع خالی عوض سے ہے اسیکا نام سود ہے خلاصہ مطلب اِن عبارات کا یہ ہے کہ جس چیز کا نرخ بازاری ہو جیسے غلّہ تو اُس کا نرخ کم کرکے اودھار بیچنا درست نہیں کیونکہ نرخ بازاری غلہ کا خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے المسعر ہو اللہ یعنے نرخ مقرر کرنیوالا خدا ہی ہے پس جس شخص نے بازاری نرخ سے کم کرکے اودھار دیا دو وجہ سے گناہگار ہوا وجہ اول یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو نرخ مقرر کیا تھا اُس سے بھی کم کر دیا وجہ دوسری یہ ہے کہ جسقدر اس نے بازاری قیمت سے زیادہ مقرر کیا ہے وہ مدت کی قیمت ہے اور مدت کی قیمت درست نہیں کیونکہ مدت کوئی شئی نہیں بلکہ وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا قال فی الکفایۃ وذلک اعتیاض عن الاجل وہو حرام لان الاجل صفۃ کالجودۃ والاعتیاض عن الجودۃ لایجوز فکذا عن الاجل یعنے کفایہ میں لکھا ہے کہ اجل کا عوض دینا حرام ہے کیونکہ اجل مثل جودت کی وصف ہے جودت کا عوض حرام ہے اسیطرح اجل کا عوض بھی حرام ہوا اگر کوئی شخص واسطے جواز بیع مذکور کے یہ دلیل پکڑے کہ ہدایہ میں لکھا ہے انہ یزاد الثمن لاجل الاجل اور عنایہ میں ہے ان اجلتنی الی مدۃ کذا فثمنہ یکون کذا بزیادۃ مقدار حاصل

ترجمہ ان دونوںکا یہ ہے کہ بسبب اجل کے ثمن زیادہ ہوجاتا ہے پس صورت مذکورہ سوال میں بھی بسبب اجل کے ثمن زیادہ ہونے سے ہرگز حرمت عائد نہیں ہوسکتی تو اُس کا جواب یہ ہے کہ ہم لوگ ان فقہا میں سے نہیں ہیں جو مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کے زور سے دخل دے سکیں مثل جصاف اور طحاوی کی جو مجتہد فی المسائل فقہا کے طبقہ ثالثہ سے ہیں اور نہ ہم مثل امام رازی وغیرہ کی طبقہ رابعہ اصحاب تخریج سے ہیں جو ایک مسئلہ کو دوسریکا نظیر خیال کرکے حکم لگاتے تھے اور نہ ہم اصحاب ترجیح سے ہیں مثل صاحب ہدایہ کی جو ایک روایت کو دوسرے پر ترجیح دیں ہمارا کام صرف یہی ہے کہ جو مقدمین سے منقول ہے اُسکی تابعداری کریں جیسا کہ صاحب درمختار نے لکھا ہے واما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیوتہم اور صاحب طبقات مذکورہ مجتہدین کے اقوال اور دلائل پر غور کرکے اپنا منصبی فرض ادا کرتے تھے عبارات کتب مصنفہ سے استنباط کرنیکا نام فقہ نہیں غرض اس زمانہ میں کیا بلکہ صدہا سال سے زمانہ استنباط احکام کا مفقود ہے اگر اسیکا نام بالفرض والتقدیر استنباط کہا جاوے تو عبارت ہدایہ میں جو واسطے واجب ہونے غسل کے ایلاج فی الدبر کا فعل بھی لکھا ہے اُسپر بھی آپکو شرعاً جواز کا فتویٰ دینا پڑیگا شعر از کرامات شیخ ما چہ عجب + گربہ شاشید گفت باران است مبیع جب مثلیات سے ہو جسکی بازاری قیمت خریداروں کو معلوم رہتی ہے مثل غلہ وبعض اجناس کپڑا وغیرہ کی اُسکو نرخ بازار سے گراں کرکے بیع کرنا صرف ربوا ہے کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے مثلاً اُس کا نرخ فیمن ایکروپیہ رکھا اور تم نے اُسکو اوڈھائی سوا روپیہ کو بیچا تو چار آنہ خدا تعالیٰ کے نرخ مقرر کئے ہوئے سے تم نے زائد لئے تو یہ چار آنہ ضرور بالضرور زیادتی خالی عوض سے ہے جسکو عربی میں ربوا اور فارسی میں سود اور ہندی میں بیاج کہتے ہیں اور جو اشیا

مثلی نہیں ہیں مثل اونٹ گھوڑا گاے بیل وغیرہ انکا نرخ بازاری مقرر نہیں ہوتا
جو قیمت مابین متعاقدین کے مقرر ہو جاوے وہی اُس کا ثمن مقرر ہو جاتا ہے
ایسی چیز کو اگر کوئی اودھار گراں قیمت پر بیچ ڈالے تو اُس پر ربوا کا اطلاق ہرگز
نہیں ہو سکتا کیونکہ انکی قیمت بسبب خواہش اور عدم خواہش خریدار کے کم
زیادہ ہو جاتی ہے اصلی قیمت اسکی کوئی مقرر نہیں ہے دیکھو بعض اوقات میں
ایسا اتفاق پڑتا ہے کہ کسی نے ایک گھوڑا کسی شخص سے قرضاً پچاس روپیہ کو
خرید لیا دوسرے شخص نے فوراً وہی گھوڑا سو روپیہ نقد کے ساتھ خرید کر کے
تیسرے شخص کو ایکہزار قیمت پر نقد دیدیا ایسی چیزوں کو اگر کوئی نقد اور اودھار
میں فرق کر کے بیع کرے تو یہاں کسی صورت سے بیاج نہیں ہوتا کیونکہ نقد پر
کم دینے سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ اُس نے اپنی چیز کم قیمت کو دیدی اور قرض کی
صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی چیز پوری قیمت پر بیچنے کی نیت سے
اودھار دیدی غرض ایسی صورتوں میں فریق ثانی کی عبارتوں کا محمل ہو سکتا ہے
پس بیچنا گیہوں وغیرہ اناج کا کم نرخ کر کے بطور قرض ہرگز درست نہیں اور نیز کل قرض
جر نفعاً فہو حرام بھی اسکی تائید کرتا ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم

الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی عفی عنہ۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص مکئی کسیکو
قرض دے اور اُسکے عوض میں گیہوں لینے کرے آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں
بینوا توجروا۔

جواب

اللّٰھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ایک جنس اناج کی دیگر دوسری جنس اسکے عوض میں بطور قرض یعنی شرعاً درست نہیں جیساکہ درمختار میں لکھا ہے القرض ھو عقد بلفظ مخصوص یرد علی دفع مال مثلی لآخر لیرد مثلہ یعنے قرض ایک عقد ہے جو وارد ہوتا ہے اوپر دینے اس مال کے جو مثلی ہو کسیکو تاکہ رد کرے اسیطرح کا مال ولا عبرۃ بغلائہ ورخصہ اور نہیں اعتبار گران اور ارزان ہونے نرخ کا یعنے اگر وقت لینے جنس کے ایک من گیہوں کا نرخ تھا اور جب مالک کو دیگئی تو اسوقت نرخ اس کا دو من ہو گیا تب بھی اسیقدر گیہوں دیجادیگی جسقدر اس سے لیگئی تھی نرخ کے کم زیادہ ہونیکا اعتبار نہیں غرض غیر جنس کا لینا یا دینا معاملہ قرض میں شرعاً حرام ہی اور یہ معاملہ قبیلہ بیع سے نہیں بلکہ قرض کا معاملہ ہے اِسیواسطے اسکو عرف میں جنس بولتے ہیں اگر بالفرض اسکو بیع میں داخل کیا جاوے اور گیہونکا گیلے ہونا بموجب روایت امام اعظم اور امام محمد کے بیان کیا جاوے جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں مکئی وغیرہ وزنی ہیں پس اُنکی بیع بسبب اختلاف جنس اور قدر کے بطور نقد اور اودھار دونوں شرعاً جائز ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بموجب روایت امام ابو یوسف کے گیلی اور وزنی ہونے میں علی الاطلاق عرف کا اعتبار ہے جیساکہ درمختار میں لکھا ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال وخرج علیہ السعدی افندی استقراض الدراھم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر واقرہ المصنف حاصل مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے گیہوں وغیرہ سب اس میں برابر ہیں اسی روایت کے

بموجب لین دین اہل اسلام کا درہم و دانیر میں گنتی پر ہے حالانکہ حضرت کے
وقت میں چاندی سونا وزنی تھا اسیطرح آٹا گیہونکا بدلے آٹیکے بطور وزن کے اس
زمانہ ہمارے میں بیچنا اہل اسلام کا جاری ہے اور کتاب کافی میں لکھا ہے
کہ فتویٰ کیلی وزنی ہونیکا عادات پر دیا جاوے - اور نیز جس ملک میں گیہوں
وزنی ہے وہاں جو شخص اپنے گیہوں دوسرے سے بدلتا ہے تو وزن کے ساتھ
بدلتا ہے اور کوئی اُسکو منع نہیں کرتا اگر اُس کا وزنی ہونا شرعاً درست نہوتا تو یہ
لین دین بھی شرعاً حرام ہوتا اور نیز جس شہر میں گیہوں وزن سے اندازہ کیجاتی ہے
وہانکا حکم برخلاف اُس شہر کے ہوتا جہاں گیہوں اور مکئی دونوں کیل سے اندازہ
کیجاتی ہیں اور نیز جو چیز بموجب ایک روائت کے منع ہو اور بموجب دوسری روائت
کے ایک ہی مذہب میں جائز ہو تو حرمت والی روائت پر عمل کرنا احتیاطاً لازم
ہے پس بموجب تحقیق بالا ثابت ہوا کہ مکئی یا جوار بطور قرض دیکر اُس کے عوض میں
گیہوں مقرر کر کے لینی شرعاً ناجائز ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

الراقم خادم الطلبا محمد عفی عنہ لودیانوی

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کلوخ کا بعد
پیشاب کرنیکے استعمال کرنا شرعاً ثابت ہے یا نہیں۔

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - کلوخ کا استعمال کرنا علی الاطلاق یعنے بلا قید
غائط یا بول کے قرآن سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ فیہ رجال یحبون ان
یتطھروا واللہ یحب المطھرین اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ یہ
آیت مسجد قبا کے لوگوں کی تعریف میں ہے کہ وہ لوگ کلوخ کرنیکے بعد پانی کو

استعمال کرتے تھے اور جو بعض روایات میں آیا ہے تتبع الغائط الاحجار الثلثة
ثم تتبع الاحجار الماء اسکے یہ معنے ہیں کہ ہم پاخانہ کی حالت میں بعد استعمال
کرنے تین کلوخ کے پانی کے ساتھ طہارت کرتے تھے۔ پیشاب کے بعد پانی کا
ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ پاخانہ کی نجاست جسم دار ہے صرف کلوخ سے پاک ہونا
اُسکا دشوار ہے بخلاف پیشاب کے کیونکہ اُس میں صرف کلوخ سے بھی بلا دشواری پاکی
حاصل ہو سکتی ہے۔ عن مولی امیر المومنین رضی اللہ تعالی عنہ قال کان عمر اذا بال
قال ناولنی شیئاً استنجی بہ فاناولہ العود او الحجر او یاتی حائطاً یمسح بہ او یمسہ الارض
قال البیہقی ہذا اصح مافی الباب کذا نقل الشیخ عبد الحق فی فتح المنان کلوخ لیکر ٹہلے
بعد میں استعمال پانی کا کرے اس واسطے کہ شائد قطرہ نہ آجاوے اور اس ٹہلنے میں بہت
اختلاف ہے چار سو قدم سے تا دس قدم تک اور بعضے عمر کے جتنے سال گذرے
ہوں اُسقدر قدم ٹہلنیکا حکم دیتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ آدمیوں کی طبیعتیں
مختلف ہیں پھر جسمیں جسکی تسلی ہو جاوے کہ اب ہم پاک ہوئے وہی معتبر ہے
بعد اسکے پانی سے تین مرتبہ عضو مخصوص کو بائیں ہاتھ سے پاک کرے اگر پانی
میسر نہووے تو استبرا فقط کلوخ سے کافی ہے نقل مشہور ہے کہ اہل تشیع پیشاب
کرنیکے بعد مثل غیر مقلدین کے کلوخ کو استعمال نہیں کرتے ایک دفعہ ایک بادشاہ نے
ایک سُنی اور ایک شیعہ کو جب وہ اپنے اپنے مذہب کے بموجب پیشاب سے فارغ ہوئے
گھوڑوں پر سوار کروا کر دوڑانیکا حکم دیا بعد ازاں دونوں کے پاجامے کھلوا کر جب
امتحان کیا تو شیعہ کا پاجامہ پیشاب آلودہ پایا اور سُنی کا پاجامہ بسبب استعمال
کلوخ ناپاک نہوا اسپر سُنی شیعہ سے بازی لے گیا اب بھی اگر کسیکو شک ہو گھوڑ دوڑ
کر کے شبہہ دور کرلے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

الراقم خادم الطلبا محمد عفی عنہ

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو چنگی کا روپیہ آتا ہے اُسکو بعض اہل علم نے بسبب اس کے کہ حدیث میں اس کام کرنیوالے کے حق میں وعید شدید وارد ہے حرام قرار دیا ہے آیا یہ قول اُنکا صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا چنگی کے روپیہ کو علی الاطلاق حرام قرار دینا بالکل غلط ہے فقہ کی کتابوں میں چنگی کے ملازم کو عاشر کہتے ہیں ایک باب میں جداگانہ چنگی لینگے قواعد بیان ہیں قال فی شرح الوقایۃ العاشر ھو من نصب علی الطریق لاخذ صدقۃ التجار ویاخذ من المسلم ربع العشر ومن الذمی ضعفہ ومن الحربی العشر ان بلغ مالہ نصابا انتہی یعنے عاشر شریعت میں اُس کا نام ہے جو مقرر کیا جاوے کسی راستے پر واسطے لینے زکوۃ وغیرہ کے سوداگروں سے مسلمان سے چالیسواں حصہ اور ذمی یعنے جو کافر رعیت اسلام ہے اُس سے بیسواں حصہ اور تاجر کافر جو ملک کفار سے آیا ہو اُس سے دسواں حصہ اگر مال اُس کا دو سو درہم سے کم نہو۔ اور جو کچھ مال عاشر کفار سے بطور چنگی لیتا ہے علما اور قضاۃ اور لشکر کی تنخواہوں میں صرف کرنا درست ہے قال فی الدر المختار وما اخذ منھم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منھم مصرفہ مصالحنا ککفایۃ العلماء والقضاۃ ورزق المقاتلۃ انتہی ملخصا یعنے جو لیا جاوے کافروں سے بغیر لڑائی کے اور اس میں داخل ہے جو ذمی اپنا ترکہ چھوڑ مرے اور جو حاصل کرے اُن کافروں سے زکوٰۃ لیا جائے خرچ اس روپیہ کے مصالح اہل اسلام ہیں جیسا کہ علما اور قضاۃ کا خرچ اور لشکر اسلام کی تنخواہوں میں خرچ کیا جاوے تحقیق بالا کے ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو خوب معلوم ہوگیا ہوگا کہ مال چنگی کا اہل اسلام کے

نزدیک ایک مال حلال آمدنی کی صورت ہے پس جو شخص ایسے مال کو حرام قرار دیوے سخت غلطی پر ہے احادیث میں جو مذمت آئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کام پر جو شخص مقرر کئے جاتے ہیں وہ اکثر لوگوں پر ظلم کرتے ہیں - قال فی البحر بما حاصله ان للامام ونوابه من العشرة والعشر هو لاية لاخذ الصدقات لان الآية خذ من اموالهم صدقة الاية وفی التبیین ان هذا كل عمل مشروع وما ورد من ذم العاشر محمول على من ياخذ اموال الناس ظلما كما تفعله الظلمة اليوم روى ان عمر اراد ان يستعمل انس ابن مالك على هذا العمل فقال له انستعملني على المكس من عملك فقال الا ترضى ان اقلدك ما قلدنيه رسول الله صلى الله عليه وسلم انتهى ملخصا والله اعلم وعلمه اتم - الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی - باسمه سبحانه

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھانا آگے رکھ کر قرآن پڑھنا جو عرف عام میں ختم کے نام سے مشہور ہے آیا یہ فعل سنت ہے یا مستحب یا بدعت حسنہ یا سیئہ بینوا توجروا

جواب

اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - ختم مذکور نہ سنت ہے نہ مستحب نہ بدعت حسنہ بلکہ بدعت سیئہ ہے کیونکہ سنت اسکو کہتے ہیں جس فعل کو آنحضرت نے کیا ہو ہمیشہ یا کبھی کبھی ختم بطریق مروجہ ایک بار بھی ساری عمر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بروقت تنگی خوراک لشکر کے اصحابوں کو حکم دیا تھا کہ جو کچھ تمہارے پاس کھجور وغیرہ باقی ہے اسکو میرے پاس لے آؤ جب سب لے آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالی سے دعا مانگی کہ اے خداوندا اپنے فضل وکرم سے اس میں برکت دے سو خدا تعالی نے دعا آپکی قبول فرمائی اس تھوڑی خوراک کو دیر تک کھاتے رہے یہ آپکا معجزہ تھا ختم نہیں تھا جس میں تم قرآن سے فراغت پاکر کھانیکو جلد ختم کر دیتے ہو سنت معجزے کو نہیں کہتے ہیں تو تم لوگ کبھی چاند کو دو ٹکڑے کر کے اپنی طرف اتار لیا کرو تا کہ اس سنت سے بھی محروم نہ رہو وہاں یہی عذر کرو گے کہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا ہم میں یہ طاقت کہاں یہی امر اس صورت میں موجود ہے پس جیسا چاند کا دو ٹکڑے کرنا سنت

میں داخل نہیں اسیطرح یہ بھی ایک معجزہ تھا سوائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کو طاقت نہیں
اور مستحب اسواسطے نہیں کہ مقدمین سے اس کا رایج ہونا ثابت نہیں بدعت حسنہ اسواسطے نہیں
کہ اس کے کرنے سے سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوت ہوتی ہے کیونکہ آپ بمجرد حاضر ہونے
طعام کے کھانا شروع کردیتے تھے یہانتک کہ نان خورش کے واسطے بھی انتظاری گوارا نہیں
کرتے تھے جیساکہ لفظ حدیث۔ ما انتظر ادامًا قط سے ظاہر ہے پس بہرحال بدعت سیئہ ہونا
اس کا ثابت ہوا اور نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو لوگ قران کو وسیلہ روٹی کھانیکا کرتے
ہیں اُنکے مُنہہ پر قیامت کے دن گوشت نہیں ہوگا صرف ہڈی ہوگی اکثر ملانوں کا یہ حال ہے کہ
اگر دال روٹی ہوتی ہے تو قل ہو اللہ پڑھکر کھانا کھا لیتے ہیں اور اگر کبھی پولاؤ وغیرہ عمدہ
کھانے موجود ہوں تو وہاں چند ملاں جمع ہوکر یسین وغیرہ سورتیں خوش آوازی سے
پڑھتے ہیں غرض کلام الہی کو روٹی کے بدلے فروخت کرتے ہیں خدا تعالی فرماتا ہے۔
ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا یعنے نہ فروخت کرو آیات میری کو تھوڑی قیمت کے ساتھ اگرچہ
یہ آیت یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی تھی لیکن باعتبار معانی کے ایسی صورتوں کو بھی
شامل ہے بموجب قاعدہ اصول العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد۔ منیہ کی شرح کبیری
میں فتاوی بزازیہ سے نقل کیا ہے۔ کرہ قرأۃ القراٰن عند اتخاذ الطعام یعنے مکروہ ہے
قران کا پڑھنا کھانا پاس رکھکر اسیواسطے یہ بدعت اسوے ہندوستان اور پنجاب کے عرب بلکہ
و ترکستان وغیرہ ممالک اسلام میں رایج نہیں اگر یہ امر شرعی طور پر مقدمین سے منقول ہوتا
تو سب ممالک اسلامیہ میں یکساں جاری ہوتا اور نیز ملاں لوگ جب اپنے گھر روٹی کھاتے
ہیں وہاں ختم کا نام تک بھی نہیں آتا اور نیز جب کوئی شخص گائے یا گھوڑا۔ یا روپیہ کسی شخص کو
للہ دیتا ہے وہاں ختم نہیں پڑھا جاتا یہ سب ملانوں کی حیلہ سازیاں ہیں تاکہ لوگ اس
وجہ سے دعوت کیا کریں حلال حرام کی انکو کچھ پرواہ نہیں یتیم کا مال ہو یا کنجنی کا سب پر ختم
پڑھکر کھا لیتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ حرام پر بسم اللہ کرنے سے کافر ہوجاتا ہے۔ ایسا بلا و بتن

فرقہ مسلمانوں میں کم ہے البتہ بعضے پیرزادے ایسے بھی دو قدم بڑھ جاتے ہیں اُنکا قول ہے کہ ہم اپنے مریدوں کو پلصراۃ سے پار کر دینگے نماز روزیکی کچھ حاجت نہیں پیر پر اعتقاد رکھنے سے بیڑا پار ہو جاتا ہے یہ نہیں جانتے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تو عمل کر یہ نہ خیال کرنا کہ میں بیٹی پیغمبر کی ہوں واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قبروں پر حافظوں کو قرآن پڑھنے کے واسطے بٹھانا اور اُنکی کچھ خدمت روپیہ پیسہ سے کرنی آیا شرعاً یہ امر اور ایسے امر کی وصیت کرنی درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب

اللّٰھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔ یہ امر شرعاً درست نہیں اور ایسی وصیت بھی باطل ہے طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے۔ الوصیۃ من المیت باتخاذ الطعام والضیافۃ یوم موتہ او بعدہ وباعطاء دراھم لمن یتلو القران لروحہ او یسبح او یھلل لہ کلھا بدع منکرات باطلۃ والماخوذ منھا حرام للاٰخذ وھو عاص بالتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا انتھی ملخصاً وفی التتارخانیۃ لا معنی لھذہ الوصیۃ ولصلۃ القاری بقراءتہ لان ھذا بمنزلۃ الاجرۃ والاجارۃ فی ذلک باطلۃ وھی بدعۃ لم یفعلھا احد من الخلفاء وقد ذکرنا مسئلۃ تعلیم القران علی استحسان انتھی یعنے للضرورۃ ولا ضرورۃ فی الاستیجار علی القراءۃ علی القبر ولا ینکر ذلک الا مکابر او جاھل لا یفھم کلام الاکابر وما استدل بہ بعضھم علی الجواز بحدیث البخاری فی اللدیغ فھو خطأ لانھا لیست عبادۃ محضۃ بل من التداوی وما نقل عن بعضھم من انہ لا یجوز الاستیجار علی الختم باقل من خمسۃ واربعین درھما فخارج

مما اتفق علیہ اهل المذهب قاطبة قال تاج الشریعة فی شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری وقال العینی فی شرح الهداية ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان ولیس مبناه علی القول بکراهة القرآن علی القبر کما وهم صاحب البحر لما فی الولوالجية ولو زار قبر صدیق او قریب له وقرأ عنده شیئا من القرآن فهو حسن بل مبناه علی الاستیجار یعنی کما ان الاستیجار علی المعاصی باطل کذلک علی العبادات حرام لا یستحق الاجرة فی کلیهما معا انتهی

خلاصة ما ذکره صاحب رد المحتار المعروف بالشامی۔ یعنے شامی میں لکھا ہے کہ وصیت میت کی کہ میرے مرنے کے بعد اسی روز یا بعد میں لوگوں کو کھانا کھلایا جاوے اور میری قبر پر جو میری روح کے واسطے قرآن پڑھکر ثواب پہنچاوے اسکو کچھ نقدی دیکر سلوک کرنا اسیطرح تسبیح اور تہلیل کا ثواب پہنچانیوالونکے ساتھ سلوک کرنا صاحب طریقہ محمدیہ نے ان سبکو بدعات سیئہ کے قبیلہ میں داخل کیا ہے اور روپیہ پیسہ لینا حرام ہے اور پڑھنا اس کا واسطے دنیا حاصل کرنیکے معصیت ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ پڑھنیوالے کو جو سلوک کیا جاتا ہے وہ بمنزلہ اجارہ کے ہے اور یہ اجارہ باطل اور یہ بدعت ہے نہیں کیا اسکو کسی نے چاریار میں سے اور مسئلہ تعلیم قرآن کی اجرت کا درست ہونا علمانے واسطے ضرورت کے قرار دیا ہے اور مردہ کے واسطے اجرت پر قرآن پڑھانیکی ضرورت نہیں اور جو بچھو کے کاٹنے کے واسطے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اجرت پر جو بخاری میں موجود ہے اُس سے جاری ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وہ بطور ایصال ثواب نہیں بلکہ وہ بطریق منتر اور دوا کے ہے عبادت نہیں ہے اور جو بعض نے کہا ہے کہ قرآن کی اجرت پینتالیس درہم سے کم لینی درست نہیں بالکل مذہب متفق علیہ کے برخلاف ہے اور تاج الشریعت نے کہا ہے کہ اجرت پر قرآن پڑھنے سے نہ میت اور نہ پڑھنیوالا کوئی بھی مستحق ثواب کا نہیں ہوتا اور عینی نے کہا ہے کہ دنیا کے واسطے قرآن پڑھنیوالے کو حکماً منع کیا جاوے اجرت دینیوالا اور لینیوالا دونوں گناہگار ہیں

قبر پر پڑھنے کے سبب اس کا منع ہونا نہیں ہے بلکہ اجرت پر قران کا پڑھنا منع ہے قبر پر ہو یا گھر پر جو شخص بروقت زیارت قبر اپنے قریبی یا دوست کی قبر پر کچھ قران پڑھکے ثواب پہنچاوے تو بہت نیک امر ہے غرض جیسا کہ زنا کاری کا پیشہ حرام ہے ایسا ہی یہ پیشہ مردار ہے کیونکہ یہ دونوں اجارہ شرعاً باطل ہیں یہ خلاصہ ترجمہ شامی کی عبارت کا ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم

الراقم خادم الطلبا محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ کچھمی مسلمان طوائف جو عرصہ سے سردار اتم سنگہ والی رام پور رملو دکے پاس اول بطور طوائف کچھ مدت بعد اپنا دین اسلام چھوڑ کر مرتدہ ہو کر اس سے اپنا عقد نکاح بموجب رواج سکھوں کے کروا کر رہتی رہی بعد مرنے سردار کے مسلمان ہو کر اپنے مال حرام سے جو سردار مذکور وغیرہ سے حاصل کیا تھا ایک کل برف کی خرید کر کے برف طیار کروا رہی ہے۔ آیا ایسی برف کا اہل اسلام کو استعمال کرنا یہ خیال کر کے کہ اسمیں کوئی چیز جس کا کھانا شرعاً حرام ہو ڈالی نہیں جاتی جس طرح اور لوگ برف پانی سے طیار کرتے ہیں یہاں بھی اسیطرح بنتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ چونکہ کل مال اسکا جو اس نے بذریعہ پیشہ یا ازدواج سے حاصل کیا ہے شرعاً درست نہیں کیونکہ جو اس نے بذریعہ عقد ارتداد کی حالت میں حاصل کیا ہو وہ بھی شرعاً حرام ہے اسواسطے کہ مرتدہ کا عقد کسی فرد بشر سے مسلمان ہو یا کافر درست نہیں قال فی الھدایۃ لایجوز ان یتزوج المرتد مسلمۃ ولا کافرۃ ولا مرتدۃ وکذا لایتزوج المرتدۃ مسلم ولا کافر انتہی یعنے مرتد مرد کا کسی عورت سے اور مرتدہ عورت کا کسی مرد سے ہرگز نکاح درست نہیں پس ازدواج کی حالت میں بھی وہ زنا کار ہی رہی اور حرام مال سے نفع

بسم اللہ
العبد الراجی ... [illegible]
... [illegible]

اٹھانا شرعاً درست نہیں اور یہ حجت کرنی کہ وہ برف مثل اور برفوں کی طرح پانی سے طیار ہوتی ہے حرام کس طرح ہوگئی بالکل بے دینی ہے شرعی احکام میں عقل کو دخل دینا درست نہیں ورنہ اپنی والدہ اور بیٹی کے ساتھ نکاح کر لینے میں عقلاً کیا قصور رہا ہے انکا عضو مخصوص ہر شخص کی حاجت روائی کے واسطے برابر ہے پس ایسی برف حلال جاننیوالے کو ماں بہن وغیرہ محرمات شرعیہ سے جماع کرنے میں تامل نہ کرنا چاہیئے نعوذ باللہ منہ پس اہل اسلام کو لازم ہے کہ ایسے شخصوں سے معاملہ لین دین کا نکریں اور انکی اعانت سے باز آویں قال اللہ تعالی تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان - یعنے نیکی اور پرہیزگاری پر مدد کرو گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو پس بموجب آیۃ مذکورہ کے ایسے مال کے ساتھ معاملہ کرنیوالا شرعاً گنہگار ہے اور نیز حدیث میں وارد ہے مہر البغی خبیث یعنے زنا کا مال خبیث ہے اہل اسلام کو لازم ہے کہ اپنا طیب مال خبیث مال کے معاوضہ میں ندیں - واما ما افتاہ بعض ابناء زماننا بالجواز فعلیہم ان یثبتوا بالدلائل الشرعیۃ جواز عقد المرتدۃ الذی ہو اساس ہذہ المسئلۃ اولاً ثم جواز اخذ المال بعوض العقد المذکور بعد رجوعہا الی الاسلام ثانیاً وکلا الامرین باطلان لما مر فی ما تقدم نقلاً عن الہدایۃ بعدم جواز عقدہا فبطلان العقد بطل المعاوضۃ ایضاً لانہ من بناء الفاسد علی الفاسد وذلک ما اردناہ ہذا - واللہ اعلم وعلمہ اتم - الراقم خادم الطلبا محمد -

جواب دوم اقول بعونہ وہو المعین - معلوم ہو کہ جس صاحب کو اپنے دین کا بچانا اور مال کا پاک رکھنا منظور ہو تو اس اجارہ سے جس میں تبدل مال خبیث کا مال پاک سے کیا جاتا ہے احتراز فرماویں کیونکہ یہ تبدل نصاً حرام ہے قال اللہ تعالی لا تتبدلوا الخبیث بالطیب الایہ نیز حدیث میں ہے من اتقی الشبہات فقد استبرا لدینہ الحدیث و ما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم - الراقم عبد العزیز عفی عنہ مواہیر علماء دہلی

مسلمان عورت کو زنا کا پیسہ لینا مطلق حرام ہے اور جو مال حرام سے برف کی کل تیار ہوئی

وہ کل بھی ایسی ہے کہ مسلمان کو اُس سے برف خریدنی نادرست ہے جیسے زنا کی کمائی کا کوئی مکان بنا ہوا ہو وے اُس میں آبا د ہونا ناجایز ہے یعصب کی زمین پر نماز ناجایز ہے ایسطرح یہ بھی نادرست ہے واللہ اعلم بالصواب حرّرہٗ محمد ابراہیم و محمد حسین جو شے مال حرام سے خریدی جاوے خواہ کل ہو یا دیگر شئے مثل جائداد وغیرہ کہ اُس سے مسلمان کو فائدہ حاصل کرنا ناجایز ہے واللہ اعلم بالصواب حرّرہٗ ابوالحسن عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین	سید محمد ابوالحسن	سید محمد عبدالسلام

قاعدہ مسلمہ ہے کہ حرمت دو قسم ہے حرمت عینیہ اور حرمت سببیہ دونوا صل حرمت و منہی عنہا ہونے میں یکساں ہیں پس جو چیز کہ وسیلہ و ذریعہ حرام سے حاصل کی گئی ہو گو اُس میں فی نفسہ کوئی چیز حرام عینی نہ ہو وہ بھی قطعاً حرام ہے پس بناءً علیہ جس حضرت مفتی صاحب نے حرمت اجزا پر مدار کار رکھکر اِس برف کو حلال کہا نہایت خبط و ناشی از قلت تدبر یا غایت تعصب ہے کیونکہ اگر اِس پر مدار ہو تو ہزارہا محرمات حلال ہو جاویں۔ کما لایخفی علی المنصف فعلی المستفتی اَنْ لَّا یَغْتَرَّ بِقَوْلِ ذالکَ المُفْتِی فَاِنَّ الرِّجَالَ تعرف بِالْحَقِّ لَا الْحَقَّ بِالرِّجَالِ۔ محمد عبدالحق ملتانی۔

جب فتوی مذکور مطبوع ہو کر شایع ہوا فوراً راقم الحروف و برادرم مولوی عبدالعزیز صاحب بر ہستک لچھمی نے توہین کا دعویٰ عدالت میں دایر کیا کہ مولویان نے میرے حق میں غلط فتوی دیکر توہین کی اور فتوے ہائے مولوی غلام رسول امرتسری اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ہمارے برخلاف بھی عدالت میں پیش کئے اگرچہ مقدمہ میں خود اُسنے پشیمان ہو کر باز دعویٰ داخل کیا لیکن چونکہ فتوے ہائے مشمولہ مثل کی تردید کرنی واسطے فائدہ اہل اسلام کے ضروری تھی لہذا اُنکا رد بطور اختصار کے تحریر کیا جاتا ہے چونکہ مولوی رشید احمد صاحب نے کوئی

سند تحریر نہیں کی اسواسطے اُسکی تردید کی ضرورت نہیں خود اُس کا بے سند ہونا اُسکی تردید
کے واسطے کافی ہے۔ البتہ مولوی غلام رسول صاحب نے جو اپنے فتوی میں یہ سند تحریر کی ہے

وفی الزیادات المرتدۃ اذا تصرفت ان کان تصرفا ینفذ من المسلم ینفذ منہا
وان کان تصرفا لا ینفذ من المسلم لیکن یصح ممن ھو علی ملۃ انتحلت الیہا
کالیھود والنصاریٰ الفذ تصرفہا عندھما وعندہ اختلاف المشائخ
قال بعضہم یصح قال بعضہم لا یصح منہا الا ما یصح من المسلم کذا فی التتار
خانیۃ وثمرتہ فی بیعہا الخمر والخنزیر انتہی عن البحر۔ اور تصرفات مرتدہ کے درست
ہونے سے جو اس عبارۃ میں مذکور ہے یہ نتیجہ نکالا کہ نکاح بھی ایک تصرف ہے پس نکاح مرتدہ
اور جو مال نکاح سے حاصل ہوا سب درست ہے۔ ہم اسکے جواب میں یہ لکھتے ہیں کہ عبارت
مذکورہ سے کُل تصرفات کا جایز ہونا جس میں نکاح بھی داخل ہے مراد نہیں بلکہ تصرفات مالی
مراد ہیں یعنے بیع شری مرتدہ کی شرعًا درست ہے اور مرتد کی درست نہیں کیونکہ صاحب
بحرالرائق نے تصرفات مالیہ جائز ہونیکے واسطے عبارات زیادات کی نقل کی ہے۔ حیث
قال صاحب البحر قبیل تلک العبارت وقید بالمرتد لان المرتدۃ لا یزول
ملکہا عن مالہا بلا خلاف فیجوز تصرفاتہا المالیۃ بالاجماع لانہا لا تقتل
انتہی ما فی البحر۔ حاصل ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ مرتد کا اپنے مال میں تصرف کرنا شرعًا
جایز نہیں یعنے مرتد اگر اپنے مال کو بیچے یا اپنے مال کے ساتھ کوئی شی خریدے تو شرعًا جایز
نہیں اور اگر مرتدہ اپنے مال کو بیچے یا خریدے تو درست ہے اسیواسطے اخیر میں بیع کی مثال
زیادات میں دی گئی ہے غرض اس عبارت زیادات سے نکاح مرتدہ کا شرعًا جایز قرار دینا
مولوی غلام رسول صاحب کا بالکل غلط ہے بحرالرائق شرح کنز میں جس سے مولوی صاحب
مذکور نے سند پکڑی ہے لکھا ہے کہ مرتدہ کا نکاح کسی فرد بشر سے درست نہیں حیث قال

فی قول المصنف ولا ینکح مرتد ولا مرتدۃ احدا وعبر باحد فی سیاق النفی لیفید

العموم فلا یتزوج المرتد مسلمة ولا کتابیة ولا مرتدة ولا تتزوج المرتدة مسلم ولا کافر ولا مرتد یعنے مرتد نکاح نہ کرے مسلمان عورت کو اور کتابیہ اور نہ مرتدہ کو اور نکاح نہ کرے مرتدہ کے ساتھ کوئی مسلمان اور نہ کافر اور نہ مرتد اسیطرح یہ مسئلہ فقہ کی کتابون مین مذکور ہے درمختار اور اسکی شرح شامی میں لکھا ہے۔ وصح تصرفات المرتدة من مبایعتہ ونحوہا بخلاف المرتد نعم سیبطل منہا ما یعتمد الملة وہی خمس النکاح والذبیحة والصید والشہادة والارث انتہی۔ ملخصًا یعنے مرتدہ کے تصرفات مالی اگرچہ برخلاف مرتد کے نافذ ہیں لیکن نکاح اور ذبیحہ اور شکار اور شہادة اور وراثت جنمین دین کا لحاظ ضروری ہے دونوں یعنے مرتد اور مرتدہ کے ناجائز ہیں۔ عبارات مذکورة الصدر سے صاف ظاہر ہے کہ فتوی مولوی غلام رسول صاحب امرتسری کا دربارہ جواز نکاح مرتدہ بالکل غلط ہے اگر کسیکو اسکی صحت کا دعوی ہو اپنے دلائل کو پیش کرے مولوی عبدالعزیز صاحب نے فریق مخالف کو کہلا بھیجا تھا اگر کوئی اس فتوی مولوی غلام رسول امرتسری کو ثابت کردے تو میں اپنی جائداد جو آٹھ ہزار روپیہ کی ہے اسکو دیدونگا ورنہ خواجہ عبدالاحد و غلام محی الدین اپنی اپنی کل جائداد کو مساجد کی تعمیر میں خرچ کرینگی مگر یہاں لیں طرف ثانی سے کوئی جواب نہیں آیا اب بھی اگر کوئی تحقیق کے درپے ہو تو ہم اسی اقرار پر قائم ہیں بشرطیکہ حکماء حرمین کو منصف مانا جاوے اور ایک اقرارنامہ جانبین کی طرف سے تحریر ہوکر سرکار میں رجسٹری کرایا جاوے تاکہ جانبین کو وقت آنے فیصلہ ثالثی کے کوئی چون چرا کا باقی نہ رہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ خدا تعالی اپنے فضل و کرم سے ہمارے مخالفین کو راہ راست پر لاوے تاکہ حق کو باطل سے جدا کرنے میں انکو قدرت حاصل ہو۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خرچی زنا کی جو بازاری عورتیں لوگوں سے مقرر کرکے لیتی ہیں امام ابوحنیفہ کے مذہب میں حلال طیب ہے جیسا کہ بحرالرائق شرح کنز و چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا ہے قال وفی الاجارة الفاسدة اجر المثل ای یجب اجر مثل حتی ان ما اخذتہ الزانیة ان کان بعقد الاجارة حلال عند الاعظم لان اجر المثل طیب وان کان بغیر عقد فحرام باجماع

عندہما وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا انتہی ما فی المجتبی وفی البحر وان استجارہا الیزنی بہا لا باس

باخذہ لانہ فی اجارۃ فاسدۃ فیطیب لہ وان کان السبب حراما انتہی ملخصا تو ہم اسکے جواب

میں یہ کہینگے کہ ان عبارتوں سے خرچی کے روپیہ کا حلال طیب ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ

حاصل ان عبارات کا یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو بطور اجرت سینے یا کاتنے پر مقرر کیا اور اسمیں

یہ بھی شرط کرلی کہ میں تیرے سے زنا کرونگا تو ایسی صورت میں امام اعظم کے نزدیک اجر مثل

کا دینا آتا ہے یعنے جس کام کے واسطے اسکو مقرر کیا تھا اُس کام کی اُجرت بطور رواج کے

دینی پڑیگی کیونکہ یہ اجارہ اگرچہ جایز کاموں کے واسطے کیا گیا تھا لیکن بسبب شرط زنا کے

فاسد ہوگیا اور اجارہ فاسدہ میں مزدوری رواجی اگر مزدوری مقررہ سے زیادہ نہو دینی آتی ہے،

اِسی بنا پر امام اعظم رحمتہ اللہ نے اجر مثل کو حلال طیب فرمایا صاحبین کے نزدیک بھی اجارہ

فاسدہ میں اجر مثل حلال ہے لیکن صورت مذکورہ اُنکے نزدیک اجارہ فاسدہ میں داخل نہیں

یعنے اگرچہ بظاہر اُس نے برائے نام سینے یا کاتنے پر اجارہ مقرر کیا ہے لیکن دراصل اُس نے زنا

کرنے پر اُجرت مقرر کری ہے یعنے زنا کا ہی کو معقود علیہ ٹھہرایا ہے اور ایسا اجارہ شرعًا قسم

باطل سے ہے اور اجارہ باطل میں عوض لینا اتفاقًا حرام ہے وفی الکنز والوقایۃ وباقی المتون

لا یجوز الاستیجار علی الغناء والنوح والملاہی والمعاصی انتہی ملخصا قال صاحب البحر لان المعصیۃ

لا یتصور استحقاقہا بالعقد فلا یجب علیہ الاجر وان اعطاہ الاجر وقبضہ لا یحل لہ ویجب علیہ ردہ

علی صاحبہ انتہی حاصل اس عبارۃ کا یہ ہے کہ معصیت پر اجارہ کرنا شرعًا درست نہیں کیونکہ

جس چیز پر اجارہ واقع ہوتا ہے اُس چیز پر حق مستاجر کا شرعًا قائم ہوجاتا ہے اگر وہ چیز شرعًا

درست ہے جیسے ایک شخص کو کپڑا سینے پر مقرر کیا تو کپڑا سلانیکا حق اوسپر قائم ہوجائیگا کیونکہ

کپڑا سینا اور سلانا دونوں درست ہیں اگر زنا یا غنا وغیرہ پر جو شرعًا حرام ہیں اجارہ کیا تو مستاجر

کا حق اجیر پر شرعًا قائم نہیں ہو سکتا اسیواسطے اُسپر اجر کا دینا واجب نہیں آتا اگر دیدیا ہو اور

اور اُس نے اُسکو اپنے قبضہ میں کرلیا ہو نہیں حلال داسطے اُسکے بلکہ واجب ہے رد کردینا اُسکا

صاحب مال کی طرف درمختار میں لکھا ہے حکم الاول وھو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال
لو المسمی معلوما بخلاف الثانی وھو الباطل فانہ لا اجر فیہ بالاستعمال کما ان استاجر خنزیرا لینزہ وانتہی
ترجمہ الشامی یعنے اجارہ فاسد میں استعمال کرنے سے رواجی مزدوری دینی آتی ہے اور اجارہ
باطل میں استعمال کرنے سے بھی مزدوری بالکل دینی نہیں آتی جیسا کہ کسی شخص نے ایک گھوڑا
واسطے گیابھن کرنے گھوڑیوں کے اجارہ پر لیا تو یہ اجارہ باطل ہے کچھ دینا نہیں آتا شامی
میں لکھا ہے ان الباطل لا حکم لہ اصلا فوجودہ کالعدم انتہی یعنے باطل اجارہ پر کوئی حکم عقد کا
مرتب نہیں ہوتا اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے تحقیقات بالا سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صورت متنازعہ
فیہا تحملا اجارہ باطل سے ہے اور اجارہ باطل کا حکم کالعدم ہے پس بموجب روایت چلپی کے
وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا اجرت زانیہ کی اتفاقا حرام ہوئی یعنے امام صاحب کا اختلاف
فقط اسی صورت میں ہے جہاں زانیہ کو کسی فعل جائز پر مقرر کر کے زنا کرنیکی شرط بھی کر لی ہو اور
صورت متنازعہ فیہا میں صرف زنا کو معقود علیہ ٹھہرایا ہے اس سبب سے اتفاقا حرام ہے اسیواسطے علماء
محققین نے اسکی حرمت پر اجماع امت کو دلیل پکڑا ہے ذکر بدر الدین العینی فی شرح البخاری
تحت حدیث مہر البغی خبیث ہو ما یعطی علی النکاح المحرم فاذا کان محرما ولم یستبح بعقد صارت
المعاوضۃ علیہ لا تحل لانہ ثمن عن المحرم وقد حرم اللہ الزنا وھذا اجمع علی تحریمہ لا خلاف فیہ
بین المسلمین انتہی قال الامام النووی فی شرح صحیح المسلم اما مہر البغی فہو ما تاخذ الزانیۃ
علی الزنا وسماہ مہرا لکونہ علی صورتہ وھو حرام باجماع المسلمین وکذلک اجمعوا علی تحریم اجرۃ
المغنیۃ للغناء والنائحۃ للنوح والذی جاء من النہی عن کسب الاماء فالمراد بہ الزنا وشبہہ
لا بالغزل والخیاطۃ وشبہہما انتہی حاصل ان عبارتوں کا یہ ہے جو چیز بدلے نکاح حرام کے
دیجاوے جس نکاح سے جماع کرنا جائز نہو سکے وہ بالکل حرام ہے اور اسکے حرام ہونے پر کل
اماماں دین و اہل اسلام کا اجماع ہے کوئی امام اسکو حلال نہیں کہتا اسیطرح حکم ہے مزدوری
گانے اور رونے والیکی گانے اور رونے پر اور لونڈیوں کی کسب کے جو حدیث میں منع آیا ہے اس سے

بھی زنا وغیرہ امور ناجایز مراد ہیں کاتنے سینے وغیرہ کا کسب جو شرعاً درست ہیں وہ مراد نہیں

ہیں وفی المرقاۃ مہر البغی خبیث ای حرام اجماعا لانہا تاخذہ عوضا عن الزنا المحرم ووسیلۃ الحرام

حرام وسماہ مہرا مجازا لانہ فی مقابلۃ البضع انتہی یعنے ملا علی قاری نے مشکوۃ کی شرح میں

لکھا ہے کہ خرچی کا لینا شرعاً بالاجماع حرام ہے اس کا نام مہر رکھنا قسم مجاز سے ہے اور شیخ

عبد الحق محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے انہ حرام قطعا یعنی خرچی کا روپیہ قطعی حرام

ہے حسب تحقیق ماسبق سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ خرچی کا روپیہ پیسا بالاجماع حرام ہے پس جو شخص

امام اعظم علیہ الرحمت کے نزدیک جایز خیال کرتا ہے پرلے درجہ کا جاہل یا مفتری ہے اور اُس پر

بسبب حرام قطعی ہونیکے کفر کا خوف ہے جیسا کہ عقاید نسفی وغیرہ کتب میں صحیح ہے کہ جو شخص

حرام قطعی کو حلال کہے وہ کافر ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگرچہ خرچی زانیہ کی حرام ہے لیکن بدلنے

سے حلال ہو جاتی ہے تو ہم اس کا جواب یہ دینگے کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس طرح کسی

چیز کی حرمت باقی نہیں رہتی خنزیر اور مردار وغیرہ بھی بیچ دینے سے قیمت اسکی درست

ہو جاویگی پس خرچی کے حرام ہونیکے یہی معنے ہوئے کہ جو روپیہ پیسہ بطور خرچی وصول ہو خود

اُس کا کھانا یعنے روپیہ پیسہ کو توڑ کر اسکے برادے کو کھانا حرام ہے اگر اُس کے ساتھ کوئی چیز بدلے

میں لیجاوے تو وہ درست ہو جاتی ہے معاذ اللہ خدا جل جلالہ اپنی کلام پاک میں ایسی تبدیل سے

منع فرماتا ہے ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب یعنے طیب مال کے ساتھ خبیث مال کو نہ بدلا۔

وفی الہدایۃ اذا باع المسلم خمرا واخذ ثمنہا وعلیہ دین فانہ یکرہ لصاحب الدین ان یاخذ منہ

وان کان البائع نصرانیا فلا باس بہ والفرق ان البیع فی الوجہ الاول قد بطل فان الخمر لیس بمال

متقوم فی حق المسلم فبقی الثمن علی ملک المشتری فلا یحل اخذہ من البائع وفی الوجہ الثانی صح البیع

لانہ مال متقوم فی حق الذمی فیملکہ البائع فیحل الاخذ منہ انتہی حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر

مسلمان شراب کو فروخت کرکے قرضہ کا روپیہ ادا کرنا چاہے تو نہیں ہو سکتا اور اگر نصرانی

ایسا کرے تو درست ہے کیونکہ مسلمان کو شراب فروخت کرنی منع ہے پس جو روپیہ اُس نے

شراب کے عوض حاصل کیا ہے وہ اُسکی ملک میں داخل نہیں ہوا بلکہ وہ روپیہ غیر کا شراب خریدنیوالیکا
مال ہے بائع کو اُس کا کھانا یا قرض میں دینا شرعًا درست نہیں بخلاف نصرانی کے کیونکہ شراب اُنکے
دین میں درست ہے فروخت کرنا اور اُسکے پیسہ سے قرض ادا کرنا یا کھانا درست ہے۔ فائدہ اس مقام سے
صاف ظاہر ہوا کہ حرام مال بدلنے سے بھی حلال نہیں ہو جاتا ورنہ شراب کی قیمت مسلمان کو
کیوں حرام ہوتی بلکہ حرام مال سے جو شے خرید کیجاوے اور اُس سے جو نفع حاصل ہو وہ بھی
شرعًا درست نہیں جیسا کہ ہدایہ میں لکھا ہے ومن غصب الفا فاشتری بہا جاریۃ فباعہا
بالفین ثم اشتری بالالفین جاریۃ فباعہا بثلثۃ الاف درہم فانہ یتصدق بجمیع الربح یعنے اگر
کسی نے ایک ہزار درہم مغصوبہ کے ساتھ ایک لونڈی خریدی پھر اسکو دو ہزار درہم کے ساتھ
فروخت کر کے تین ہزار کو فروخت کر دی وہ دو ہزار درہم جو نفع آیا ہے وہ بھی شرعًا درست نہیں
اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تبدل ملک سے حرام سے حلال ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے
عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بلحم تصدق بہ علی بریرۃ فقال ھو علیہا
صدقۃ وھو لنا ہدیۃ رواہ البخاری یعنے آپکے حضور میں وہ گوشت جو بریرہ کو کسی نے صدقہ
کے طور پر دیا تھا آیا اور آپ پر صدقہ جائز نہیں تھا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
یہ گوشت بریرہ پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے بریرہ کی طرف سے بطور ہدیہ کے ہے اسواسطے ہمکو
درست ہے پس جیسا کہ آپ کو صدقہ لینا حرام تھا بریرہ کی ملک میں آنے سے آپ پر حلال ہو گیا اسیطرح
زانیہ کا مال بھی تبدل ملک سے جائز ہو سکتا ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ وہ مال صدقہ دہندہ کا
اول سے حلال تھا جب اُس نے بریرہ کو دیا تو وہ مال اُسکی ملک میں آگیا اور اُس میں تصرف کرنا اُسکو
درست ہو گیا اسواسطے اُس مال کو بطور ہدیہ لینا آپ کو شرعًا مثل باقی مال اُسکیلئے درست ہو گیا
قال صاحب عمدۃ القاری تحت ہذا الحدیث وفیہ دلیل علی تحویل الصدقۃ الی ہدیۃ لانہ لما کان
یجوز التصرف للمتصدق علیہ فیہا بالبیع والہبۃ لصحۃ ملکہ لہا حکم علیہا بحکم الہبۃ وخروجہا عن
معنے الصدقۃ فصارت حلالا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مال زانیہ کا اول سے حرام ہے

۲۔ یعنی اسکی دو ہزار سے اور لونڈی خرید

اور وہ اُس مال کی مالک نہیں ہے جیسا کہ ہدایہ کی عبارت مذکورہ بالا میں لفظ فیتعلق الثمن
علی ملک المشتری اور مجمع البحار کی عبارت الحلال ماقطع بملکیتہ والحرام ماقطع بعدمہا
والشبہتہ ماتردد فالورع اجتنابہ وہو واجب اس امر پر دال ہیں کہ حرام شے ملک میں
داخل نہیں ہوتی وفی البخاری والمسلم عن جابر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قاتل
اللہ الیہود ان اللہ لما حرم شحومہا اجملوہ ثم باعوہ فاکلوا ثمنہ یعنے فرمایا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے لعنت کرے خدا تعالیٰ نے یہود پر جب حرام کیا اللہ تعالیٰ نے اُنپر چربی کو
تو انہوں نے چربی کو گھلا کر بیچڈالتے اور اسکی قیمت کو کھاتے تھے وعن عمر ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال قاتل اللہ الیہود حرمت علیہم الشحوم فجملوہا فباعوہا ان دونوں حدیثوں
سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حرام چیز بطریق بیع بدل کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتی اور مشکوۃ
میں ہے عن ابن عمر من اشتری ثوبا بعشرۃ دراہم وفیہ درہم حرام لم یقبل اللہ تعالیٰ لہ
صلوۃ مادام علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص ایک کپڑا دس درہم کو
خریدے اور اُس میں ایک درہم حرام کا ہو تو اُس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جبتک وہ کپڑا
اُسکے پاس ہے فائدہ جب آیات اور احادیث اور روایات فقہیہ سے ثابت ہوا کہ خرچی
زانیہ کی امام اعظم بلکہ کل اماماں دین کے نزدیک بالاجماع حرام ہے اور بدلنے سے بھی حلال
نہیں ہوتی پس مستحل اسکا بقول عبدالحق محدث دہلوی انہ حرام قطعا کافر بلکہ مرتد ہوا پس
اُسکی عورت کا نکاح باقی نرہا اور ایسے شخص سے ملاپ رکھنا شرعاً حرام ہے اور جو لوگ ایسے شخص کو
اپنا امام بناویں اُنکی نماز تو درکنار رہی ایمان کے باقی رہنیکا اندیشہ ہے خدا تعالیٰ ایسے
شخصوں کو توفیق توبہ کی عطا کرے ورنہ اُنکی شرارت اور مضرت سے اہل اسلام کو بچاوے واللہ
اعلم وعلمہ اتم۔

الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما قول العلماء الربانیۃ والفضلاء الحقانیۃ فیمن افتی بجواز نکاح المرتدۃ التی لم تکن قبل الارتداد فی نکاح مسلم مع الکافر وانہا ترث من مال ذالک الکافر تمسکا بان تصرفات المرتدۃ نافذۃ لما فی البحر عن الزیادات

واذا تصرفت ان کان تصرفا ینفذ من المسلم ینفذ منہا وان کان تصرفا لا ینفذ من المسلم لکن یصح

ممن ہو علی ملتہ انتحلت الیہا کالیہود والنصاری نفذ تصرفاتہا عندہما وعندہ اختلاف المشائخ

قال بعضہم یصح وقال بعضہم لا یصح من المسلم کذا فی التتارخانیۃ وثمرتہ فی بیعہا الخمر والخنزیر انتہی

وفی البحر ایضا وقید بالمرتد لان تصرفات المرتدۃ نافذۃ عند الکل انتہی ولما کان النکاح داخلا فی

التصرفات فکان جائزا ایضا لا محالۃ والارث من لوازم النکاح فکان ثبوتہ ایضا ضروریا لان الشیٔ

اذا ثبت ثبت بلوازمہ خلص الکلام ان النکاح لتلک المرتدۃ جائز والارث لہا ثابتۃ فان اسلمت

بعد اخذ الارث یجوز اکلہ لہا وللمسلمین کافۃ بینوا توجروا۔

الجواب

اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا لا یجوز نکاح المرتدۃ مطلقا مع احد مسلما کان او کافرا او مرتدا

سواء کانت منکوحۃ لمسلم اولا لما فی الکنز ولا ینکح مرتد ولا مرتدۃ احدا وفی البحر وغیرہ باحد فی سیاق

النفی لیفید العموم فلا یتزوج المرتد مسلمۃ ولا کتابیۃ ولا مرتدۃ ولا یتزوج المرتدۃ مسلم ولا کافر

ولا مرتد انتہی کذا فی الہدایۃ وغیرہا من کتب الفقہ فی باب نکاح الکافر وما تمسک المفتی

المذکور بالزیادات فہو قرینۃ بلا مریۃ لان المراد منہا التصرفات المالیۃ لما فی البحر قبیل تلک العبارۃ

وقید بالمرتد لان المرتدۃ لا یزول ملکہا عن مالہا بلا خلاف فیجوز تصرفاتہا المالیۃ بالاجماع لانہا لا

تقتل انتہی واما الامور التی تعتمد الملۃ فہی باطلۃ من کلیہما جمیعا لما فی الدر المختار وشرحہ رد المحتار

المعروف بالشامی ویبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وہی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشہادۃ

والارث وصح تصرفاتہا ای لا تتوقف من المبایعۃ ونحوہا بخلاف المرتد لما یبطل منہا ما یبطل من تصرفاتہ

المارۃ انتہی ملخصا فاذا سمعت ہذا فلا اظنک شاکا فی بطلان قول ذلک المفتی بکلی شقیقہ و لا یجوز لہا اخذ الارث من مال زوجہا الکافر لانہ عوض عن النکاح المحرم وہو حرام بالاجماع کما صرح العلامۃ بدرالدین العینی فی شرح البخاری تحت حدیث مہر البغی خبیث حیث قال ہو ما یعطی علی النکاح المحرم ولم یستبح بعقد صارت المعاوضۃ علیہ لاتحل انتہی ملخصا من الجزء الخامس صفحہ ۶۱ فثبت ان اکل ذلک المال حرام لہا وللمسلمین جمیعا سواء اسلمت بعد ذلک اولا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی

مواہیر کلکتہ

مایملک المرتدۃ لشیئ بسبب النکاح مع المرتد وغیرہ محمد اسماعیل عفی عنہ مدرس مدرسہ کلکتہ عالیہ رحیم

محمد موسی حنفی جونپوری	سید عباس علی	محمد اسماعیل ۱۳۰۱ھ

ولایت علی عفی عنہ ۱۳۰۱

مواہیر مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ

الجواب صحیح بندہ گل محمد خان عفی عنہ مواہیر علماء پشاور

الجواب بعدم الجواز صحیح والمجیب نجیح حافظ غلام صمدانی واعظ۔

مولوی میر حامد شاہ خطیب مسجد جامع پشاور بقلم خود۔

لقد اصاب من اجاب فیہا بعدم الجواز وحید نور میاں بقلم خود

دفع الوسواس الخناس۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم عشمن اکثر الاحتیاطی من الناس

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت نماز بنیت فرض
ظہر بعد جمعہ کے اس ملک ہند میں پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور جو مولوی رشید احمد صاحب
گنگوہی نے اسکے عدم جواز کا فتویٰ دیا لکھا ہے کہ اس کا پڑھنیوالا دین سے بے پرواہ ہے
مقبول ہے یا مردود۔

جواب

اللّٰہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا چونکہ اس ملک ہند میں عموماً سلطان کا ہونا جو مذہب حنفیہ
میں واسطے جمعہ کے شرط ہے بالکل مفقود ہے اور مصر کے تعریف میں بھی بہت بڑا اختلاف ہے
لہذا علماء احناف کے نزدیک فتویٰ اسی پر ہے کہ چار رکعت نماز بعد نماز جمعہ بنیت فرض ظہر پڑھی جاوے
بلکہ جس ملک میں کسی شرط کے نہ پائے جانے میں وہم ہو تب بھی اس کا پڑھنا جائز ہے پس
اس ملک ہند میں بسبب مفقود ہونے شرط سلطان کے یقینا پڑھنا ظہر کا بنیت فرض ضروری
ٹھہرا۔ قال فی الشامی و بالجملۃ فقد ثبت انہ ینبغی الاتیان بہذہ الاربع بعد الجمعۃ لیکن بقی الکلام
فی تحقیق انہ واجب او مندوب نقل المقدسی عن ابن الشحنۃ عن جدہ التصریح بالندب وبحث
فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوہم اما عند قیام الشک والاشتباہ فی صحۃ الجمعۃ فالظاہر الوجوب
ونقل عن شیخہ ابن الہمام ما یفیدہ انتہی۔ حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ جہاں کسی شرط کے نہ موجود
ہونیکا وہم بھی ہو وہاں بھی ظہر کا ادا کرنا بعد جمعہ کے چاہئے اور اگر کسی شرط کے وجود میں شک ہو
تو وہاں پڑھنا ظہر کا بعد جمعہ کے واجب ہے اس مقام سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس ملک ہند میں
پڑھنا ظہر کا نزدیک علماء حنفیہ کے بعد جمعہ فرض ہوا۔ کیونکہ شرط سلطان کی یہاں بالکل مفقود ہو گیا
اور ان چار رکعتوں کو بنیت نماز فرض ظہر ادا کرنا لازم ہے۔ نفل کی نیت سے پڑھنا ہرگز درست
نہیں اور جو بعض اہل علم نے انکا پڑھنا مستحب لکھا ہے اسکے یہ معنے نہیں کہ اس کو بنیت نفل
پڑھ لیا کرو۔ بلکہ معنے اسکے یہ ہیں کہ جہاں کسی شرط کے باعث عدم صحت جمعہ کا وہم ہو تو ظہر کا

ادا کرنا بنیت فرض مستحب ہے۔ قال فی الشامی نقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی

کونہ مصراً ینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعاً بنیۃ الظہر احتیاطاً حتی انہ لو لم تقع الجمعۃ موقعہا

یخرجون عن عہدۃ فرض الوقت باداء الظہر ومثلہ فی الکافی ثم نقل المقدسی عن الفتح انہ ینبغی

ان یصلی اربعاً ینوی بہا اٰخر فرض ادرکت وقتہ ولم اؤدہ ان تردد فی کونہ مصراً قال فی شرح المنیۃ الصغیر

والاولی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتہا ثم اربع بہذہ النیۃ اے بنیۃ اٰخر ظہر ادرکتہ ولم اصلہ ثم

رکعتین سنۃ الوقت وینبغی ان یقرء السورۃ مع الفاتحۃ فی ہذہ الاربع ان لم یکن علیہ قضاء فان وقعت

فرضاً فالسورۃ لا تضر وان وقعت نفلاً فقراءۃ السورۃ واجبۃ انتہی۔ حاصل ان روایات کا

یہی ہے کہ چار رکعت بعد جمعہ کے بنیت فرض ادا کیجاویں۔ فما سبق الی بعض الاوہام من نفظ

الندب ان لا تؤدی الاربع بعد الجمعۃ بنیۃ الفرض فریۃ بلا مریۃ۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب

جمعہ اور ظہر دونوں کو ادا کیا تو ہماری نیت میں شک رہی اور شک میں نماز درست نہیں

ہوتی تو پھر اس صورت میں نہ جمعہ ہوا اور نہ ظہر تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم نیت میں شک نہیں

کرتے۔ کیونکہ جب جمعہ کے نماز ادا کرتے ہیں تو اُس وقت ہماری نیت یہی ہوتی ہے کہ ہم

نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں اور بعد اُس کے جب ظہر ادا کرتے ہیں تو اُس وقت نیت صرف

نماز ظہر کے ادا کرنے کی ہوتی ہے البتہ شک اُسوقت ہوتی کہ اگر ہم بر وقت ادا جمعہ کے

نیت ظہر کی بھی کر لیں سو یہ ہمارے نزدیک درست نہیں البتہ ہم کو اس میں شک رہتی ہے

کہ ہمارے ذمہ اسوقت دونوں میں کونسا فرض تھا تو اِس شک کا دور کرنا ہماری طاقت سے

خارج ہے۔ جیسا کہ اگر پانی مشکوک دستیاب ہو تو وہاں تیمم اور وضو دونوں کا حکم ہے اور حالانکہ

ہم کو معلوم نہیں کہ فرض ہمارے پر وضو تھا یا تیمم اور اسیطرح جہاں قبلہ معلوم نہ ہو اور کسیطرف

دل قرار نہ پکڑے تو ہر ایکطرف ایک ایک بار نماز پڑھنی لازم آتی ہے اور حالانکہ ہم کو معلوم نہیں

کہ ان نمازوں میں سے کونسی فرض الوقت تھی۔ قال فی الدر المختار ولو لم یقع تحریہ علی شیٔ

تصلی لکل جہۃ مرۃ احتیاطاً انتہی۔ والطریق الثانی ان یصلی الی جمیع الجہات فحینئذ یعلم بیقین

انه خرج عن العهدة وہذا كما يقوله الفقهاء فيمن فاتته صلوة لا يعرفها بعينها ان الواجب عليه في القضاء
ان ياتي بالصلوات الخمس كذا ذكر الامام الرازي في التفسير الكبير تحت قوله تعالى وبالنجم هم يهتدون
في سورة النحل - جیسا کہ وضو اور تیمم کے جمع کرنے میں اور چاروں طرف چار نماز پڑھنے میں یہی
غرض ہے کہ نمازی اپنی ذمہ واری فرض وقت سے یقیناً برآوے اسی طرح جمعہ اور ظہر پڑھنے سے
یقیناً ذمہ نمازی کا فرض وقت سے پاک ہو جاتا ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ در المختار میں لکھا ہے - نعم
افتیت مرارا بعدم صلوة الاربع بعدها بنية آخر الظهر - خوف اعتقاد عدم فرضية الجمعة انتهى
یعنی ظہر احتیاطی کا پڑھنا اچھا نہیں بسبب خوف اس امر کے کہ لوگ جمعہ کو اپنے اعتقاد میں فرض نہ جانینگے
تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم اُن مقامات کا ہے کہ جہاں حکومت اسلامیہ قائم تھی اور شرائط جمعہ کے
موجود تھے - والا لم يكن لخوف اعتقاد فرضية الجمعة معنى لان اعتقاد الفرضية على ذلك التقدير غير
لازم بل وجب الاعتقاد على خلاف ذلك للنصوص الدالة على كون الجمعة مشروطة لشرائط زائدة على
الصلوة الخمس كما لا يخفى وايضا تعليله بخوف اعتقاد فرضية الجمعة مردود لمصادمته للنصوص
الدالة على شرائط الجمعة ولمخالفته الروايات المذكورة في المتون والكتب المعتبرة وما ذكر في الفتاوى
الهندية وغيرها بلاد عليها ولاة كفار يجوز للمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضي قاضيا بتراضي
المسلمين ويجب عليهم ان يلتمسوا واليا مسلما انتهى مع كونه لا يصلح معارضا للروايات المذكورة
كما قال صاحب الدرر وصاحب فتح القدير المنقول عن كتب المعتمدة كالمتواتر وعن معتبر مشهور
كالمشهور وعن النادر المعتبر كالآحاد وعن غير المعتبر كالشاذ انتهى لا يضرنا لان هذا الشرط ايضا مفقود
في هذه البلاد وايضا لا يدل على ان اقامة الجمعة واجبة بل حكم بجواز اقامتها فاداء الاربع بعد الجمعة
على ذلك التقدير يكون لازما البتة كما لا يخفى ومن ادعى خلافه فعليه البيان بالبرهان وبالجملة لا شك
ان شك عدم صحة الجمعة في المواضع التي وقع الاشتباه في كونها امصارا ادنى من شك عدم
صحة الجمعة في هذه البلاد التي في ايدي الكفار لعدم وجود شرط السلطان بيقين فاذا جوابي
تلك المواضع اداء الاربع بعد الجمعة بنية فرض الوقت ففي هذه البلاد يكون لزوما اداء الاربع بعدها عندهم

فرضاً لا محالتہ جب تحقیقات مذکورۃ الصدر سے صاف ثابت ہوا کہ ظہر کا پڑھنا بعد جمعہ کے ضروری
ہے۔ پس فتویٰ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا جو اُنہوں نے عدم جواز پر دیا ہے بالکل مردود ہے
غیر مقلدین کی طرح ظاہر احادیث پر نظر کر کے اپنی رائے کو فقہا پر مقدم کرنے کا نام تحقیق نہیں بلکہ
محقق وہ لوگ ہیں کہ فقہا کے قول کا ماخذ ادلہ شرعیہ سے ثابت کر دیتے ہیں دیکھو صاحب عینی اور محقق
ابن ہمام جو علم حدیث میں اپنا نظیر نہیں رکھتے کیا فرماتے ہیں۔ فاذا اشتبه على الانسان ذلك ينبغي
ان يصلي اربعا بعد الجمعة ينوي بها آخر فرض ادركت وقته ولم اؤده بعد انتهى كلام المحقق وفي العيني واختلفوا في
نيتها فقيل ينوي ظهر يومه وقيل آخر ظهر عليه انتهى خلاصہ ان دونوں محدثین کے کلام کا یہی ہے کہ چار
رکعت بعد جمعہ کے بہ نیت فرض ادا کیجاویں۔ اگر بالفرض مولوی رشید احمد کا فتویٰ مقبول قرار دیا جاوے
تو جمیع علماء حنفیہ عموماً اور محقق ابن ہمام اور صاحب عینی خصوصاً معاذ اللہ دین کے پیشوا دین سے
بے پرواہ ٹھہرے۔ كبرت كلمة تخرج من افواههم وقد عد رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن آخر
هذه الامة اولها من علامات القيامة والله يهدي من يشاء على الصراط المستقيم۔

الراقم خادم الطلباء محمد عفی عنہ لودیانوی۔

لله در المجيب حيث احق الحق وابطل الباطل ولو كره المفسدون الراقم اسماعیل عفی عنہ لودیانوی

بلاشک پڑھنا ظہر کا بعد جمعہ کے ضرور ہے۔ مولوی رشید احمد صاحب نے جب سنہ ۱۳۰۱ میں مرزا غلام احمد قادیانی
کو مسلمان صالح تحریر کیا اس عاجز کو نہایت فکر ہوا کہ ایسے شخص کو جو اپنے کلمات کے ضمن میں پیغمبری
کا دعویٰ کر رہا ہے مولوی صاحب نے کیسے مسلمان صالح قرار دیا جناب الٰہی میں دعا کر کے سو گیا خواب
میں یہ معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بشکل سوکر لٹک پڑا غیب سے آواز آئی رشید احمد یہی ہے اُسی
زمانہ سے فتوے انکے اکثر غلط متناقض باذ گیا حیز وجود میں آئے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

الراقم عبد اللہ لودیانوی۔

اعلم ایہا اللبیب الفطن الادیب ان الذی اجاب بہ المؤلف الذی ہو اخی واستاذی موافق للاصول
الدین وفروعہ مطابق للائمۃ المتقدمین والمتاخرین روایۃ ودرایۃ ومن خالف لم یفہم مرادہم وقد غلط

الفاضل الگنگوہی غلطا فاحشا حیث حکم بلغویۃ الاربع بعد الجمعۃ بلا ذکر دلیل لعلہ لم یظفر بہ واخبر
احد انشاء اللہ تعالیٰ ابد الآمین قبل تحریرہ وقد زل الفاضل المذکور زلۃ اجیدۃ حیث افتی بامکان
الکذب فی کلامہ تعالیٰ مع ان مدار اتباع الوحی والرسل علی الصدق اذ علی تقدیر امکان الکذب لما
حصل الیقین بالوحی للمرسل فضلا عن احاد الامۃ ولما تنزہ الواجب عن جمیع النقائص نعوذ باللہ منہ
فانہ اہدام للشریعۃ وخرق اجماع اہل الطریقۃ ومخالف لظاہر النص قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق
من اللہ حدیثا فانہ دال اعلی ان ذاتہ تعالیٰ صادق من کل وجہ والقول بالامکان تکذیب لہ
ولذا قال الامام الرازی کا دان یکون کفرا تخلف الوعید المستلزم للکذب ومنشاء الغلط ان اللہ
تعالیٰ قادر علی کل شیء فلزم قدرتہ علی الکذب والا لزم العجز وہو النقص وبطلانہ ظاہر فان القدرۃ مخصوصۃ
بالممکنات والا لزم ان یکون قادرا علی اعدام ذاتہ فلا یکون واجبا وان اردت البسط فی ہذہ
المسئلۃ فعلیک بالرسالۃ المسماۃ بتنزیہ الرحمن عن الکذب والنقصان فانہا من الکتب
المعتبرۃ التی الفہا ہذا المولف وایضا زل قدس سرہ فی قول یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ حیث افتی
بجوازہ لمن لم یکن مرادہ السوال من الشیخ ولا یعتقد حضورہ ولم یتنبہ علی انہ بقی وجہان آخران من الحرمۃ
الاول ان الالفاظ الموہمۃ للشرک لا یجوز استعمالہ والثانی ان الوظیفۃ عبادۃ والعبادۃ مختصۃ بہ
تعالیٰ واسماء غیر اللہ تعالیٰ علی طریقۃ الوظیفۃ بالاستقلال کما ہو فی ہذا اللفظ لم یرد بہ الشرع وبالجملۃ
ما اوردہ الفاضل المذکور فی تحریر کل من المسائل المذکورۃ شیئا من الادلۃ وانما قال ما قال باجتہاد ذہنہ
فلہذا لا یجوز اتباعہ لذوی العقول اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ
واصحابہ اجمعین۔

الراقم عبد العزیز لودیانوی عفی عنہ

الجواب صحیح — ابو محمد عبد الحق عفی عنہ مصنف تفسیر حقانی۔

الجواب صحیح — عبد الواحد

نقل فتوی مولوی عبد الرحمن صاحب پانی پتی چہ میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین آیا بعد نماز جمعہ
چہار فرض احتیاطی خواندن مستحب اند یا مباح یا مکروہ بینوا توجروا۔ الجواب ہمارے اساتذہ کلام اللہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق اور مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہما فتویٰ اور عمل یہی تھا کہ چار رکعت بہ نیت
آخر ظہر کے پڑھنے اور لفظ احتیاطی کا لغو اور موہم شک ہے یہ نہ کہنا چاہئے شہر دہلی میں زمانہ مولانا شاہ
عبد العزیز قدس سرہٗ اور مولانا محمد اسحاق کے میں سب یہہ چار رکعت پڑھتے تھے کسیکو مخالف ہم نے
نہیں دیکھا بعد ہجرت مولانا اسحاق صاحب کے مولوی عبد السلام نے ایک رسالہ جمعہ کا بنایا اسمیں
منع لکھا عوام نے بلا فہم روایات اُس رسالہ کے باہم اختلاف پیدا کیا اور آسان بات جید سے یہہ
حقیر اُسی طرح پڑھتا ہے جس طرح علماء مذکورین کو پڑھتے دیکھا فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد المذنب عبد الرحمن عفی عنہ ۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۲

باسمہٖ سبحانہٗ

ما یقول العلماء الربانیۃ والفضلاء الحقانیۃ فی ان من افتی بفرضیۃ الجمعۃ فی بلاد الدیار الهندیۃ
وقصباتها وفی القری ایضاً کبیرۃ کانت او لا مع کونہ مقلداً لابی حنیفۃ الذی ذهب الی کون المصر
والسلطان شرطین لادائها کما نص علیهما صاحب القدوری وصاحب الهدایۃ وتبعهما اصحاب المتون المعتبرۃ
من المتاخرین کصاحب الکنز وغیرہ وتمسک ذلک المفتی بما فی بعض الکتب من جواز ادائها فی البلاد التی استولی علیها الکفار
ولعدم جواز الاربع بعدها بنیۃ الظهر بعبارۃ البحر الرائق بینوا توجروا۔

الجواب

اللهم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً اعلم ان جوابها مبنی علی مقدمۃ وهی انہ لا بد للمفتی ان یعلم
حال من یفتی بقولہ ولا یکفیہ معرفتہ باسمہ ونسبہ بل لا بد من معرفتہ فی الروایۃ ودرجتہ فی الدرایۃ وطبقتہ
من طبقات الفقهاء لیکون علی بصیرۃ فی التمییز بین القائلین المتخالفین وقدرۃ کافیۃ فی الترجیح
بین القولین المتعارضین الاولی طبقۃ المجتهدین فی الشرع کالائمۃ الاربع والثانیۃ طبقۃ المجتهدین
فی المذهب کابی یوسف ومحمد القادرین علی استخراج الاحکام عن الادلۃ علی مقتضی القواعد
التی قررها استاذهم ابو حنیفۃ والثالثۃ طبقۃ المجتهدین فی المسائل التی لا نص فیها عن صاحب
المذهب کالخصاف والطحاوی فانهم یستنبطون الاحکام فی المسائل التی لا نص فیها الرابعۃ

طبقة اصحاب التخريج كالرازي واضرابه فانهم لا يقدرون الا على تفصيل قول مجمل ذي وجهين
منقول عنهم بنظرهم في الاصول والمقايسة على امثاله من الفروع والخامسة طبقة اصحاب الترجيح
من المقلدين كابي الحسن القدوري وصاحب الهداية وامثالهما وشانهم تفضيل بعض الروايات
على البعض كقولهم هذا اولى وهذا اصح رواية والسادسة طبقة المقلدين القادرين على التمييز بين
الاقوى والقوي والضعيف وظاهر المذهب والرواية النادرة كاصحاب المتون المعتبرة من
المتاخرين مثل صاحب الكنز وصاحب الوقاية وصاحب المجمع وشانهم ان لا ينقلوا الاقوال
المردودة والسابعة طبقة المقلدين الذين لا يقدرون على ما ذكر ولا يفرقون بين الغث
والسمين. وانه اذا اختلف التصحيح والفتوى فالعمل بما في المتون لانها صارت متواترة
وكذا لو كان احدهما في الشروح والاخرى في الفتاوى وان ما يكون في زماننا من فتوى
الموجودين ليس بفتوى بل هو نقل كلام المفتي لياخذ به المستفتي وطريق نقله ان ياخذه من
كتاب معروف تداولته الايدي لانه بمنزلة المتواتر او المشهور وان الحكم والفتيا بالقول المرجوح
جهل وخرق للاجماع والافتاء بخلاف ظاهر الرواية اولى بالبطلان وما اتفق عليه اصحابنا في الروايات
الظاهرة يفتى به قطعا كذا ذكر صاحب رد المحتار فاذا قرع سمعك هذا فلا اظنك شاكا في بطلان
ذلك الافتاء الان في الديار الهندية كما ان شرط السلطان ايضا مفقود وكذا الحد المصدق لا يصدق
على البلاد الهندية فضلا عن القرى من ان المصر ما فيه امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود
والتعريف الذي اختاره جماعة من المتاخرين وهو ما لو اجتمع اهله في اكبر مساجده لا يسعهم
منقوض بالمكة والمدينة اذ كل منهما يسع اهله وزيادة مع انهما مقياسان لحد المصر فكل تفسير
لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية كما مر وكذا في الكبيري
وفي الكنز هو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وفي الدر المختار هو ظاهر المذهب
فلما جزم صاحب القدوري وصاحب الهداية وصاحب الكنز وغيرهم بكون السلطان
شرطا لاداء الجمعة لم يسع لنا ان نفتي بخلافهم متمسكا بالروايات التي ذكرها صاحب الشروح

او الفتاوى لما مر فى المقدمة من انها لا تعارضها لكونها اولى درجة منها فتذكر فان قيل كما
ان خبر الواحد من الاحاديث لا يعارض بالمتواتر لكن يجب العمل بخبر الواحد ايضا فينبغى ان يعمل
على تلك الروايات ايضا ابقاء لشعار الاسلام قال فى الفتح واذا لم يكن سلطان كما فى بعض
بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم يجعلونه واليا فيولى
قاضيا ويكون هو الذى يقضى بينهم وكذا ينصبوا اماما يصلى بهم الجمعة انتهى قلت كما ان العمل
بخبر الواحد شرط فى موضع يستلزم العمل بخبر الواحد فيه العمل بالمتواتر كما ان قوله عليه الصلوة والسلام
لا صلوة الا بفاتحة الكتاب دال على فرضية قرأتها فى الصلوة بعينها وقوله تعالى فاقرأوا ما
تيسر من القران دال على فرضية مطلق القران فاتحة كانت او غيرها فقلنا بفرضية القراة مطلقا
عملا بالآية وبوجوب الفاتحة عملا بخبر الواحد حتى من قرأ فى صلوته الفاتحة عمل بهما جميعا فينبغى
ان نعمل فيما نحن فيه ايضا على تلك الدليلين وذلك لا يستقيم الا بان تؤدى الجمعة فى هذه الديار
الهندية وتصلى الظهر ايضا حتى لا يفوت العمل بالروايات المتواترة راسا واما ما جاء فى التجريد من
نهى الاربع بعد الجمعة فهو فى مقام التعدد خاصة لعدم فقدان شرط من الشروط المذكورة فى المتون
حيث قال فما فى القنية ولما ابتلى اهل مرو باقامة الجمعتين بها مع اختلاف العلماء فى جوازها
امر ائمتهم باداء الاربع بعدها حتما مبنى كله على القول الضعيف فليس الاحتياط فى فعلها مع ما لزم
فى زماننا من مفسدة عظيمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة ليست بفرض انتهى ملخصا وانت
خبير بان العمل بالاحتياط هو الاولى للخروج عن العهدة بيقين ولزوم المفسدة للجهال لا يستلزم
لترك المامور به لانه لا يقبل جهل البكر الحرة عن خيار البلوغ مع كونه نادر الوقوع فى العمر فكيف
بعذر الجهال فى هذه المسئلة التى تقع فى كل اسبوع مرة بل يلزم المفسدة العامة لعدم اداء الظهر
بعدها فى هذه الديار وهى ان المسلمين ليس لشرة عند الحنفية وهى فريضة مامور بها لما مر غير مرة
ولذا اورد على البحر صاحب تحفة الاخيار حيث قال بل هو مبنى على الاحتياط لاختلاف العلماء
فى جواز تعدد الجمعة وهو مروى عن ابى حنيفة واختاره الطحاوى وهو مذهب الشافعى والمشهور

عن مالک واحدی الروایتین عن احمد فقد حصل الشک وفی الحدیث فمن اتقی
المشتبهات استبرأ لدینه وعرضه ولذا قال بعضهم نعم یقضی صلوٰة مع انه لم الفقیه شیئی
منها لا یکره لانه اخذ بالاحتیاط ونقل المقدسی کلام القنیة وذکر ان کثیرا من شراح الهدایة
وغیرهم نقلوه وتداولوه وذکر عن الفتح ینبغی ان یصلی اربعا ینوی بها آخر فرض ادرکت وقته
ولم اؤده ان تردد فی کونه مصرا او تعددت الجمعة انتهی ملخصا وصاحب البحر ایضا اوجب
الاربع بعد الجمعة للخواص حیث قال وعلی تقدیر فعلها ممن لا یخاف علیه المفسدة فالاولی
فی بیته خفیة انتهی فعلی هذا لو نبه امام الجمعة العوام علی هذه المسئلة باکد وجه واتمه مرة بعد
اخری حتی ملئت قلوبهم بعلمها بعد ما کانت جاهلة جازت اداء الظهر بعد الجمعة عند
صاحب البحر ایضا علانیة کما لا یخفی واما اذا وقع الشک فی شرط من شرائط الجمعة فحکموا
باداء الاربع بعده بلا نکیر لما قال فی شرح المنیة الکبیر قالوا کل موضع وقع الشک فی جواز
الجمعة ینبغی ان یصلی اربع رکعات وینوی الظهر قال الفاضل اللاهوری فی رسالة الجمعة
انه اذا وقع الشک فی فرضیة اداء الجمعة لا یجوز الاکتفاء باحدیهما الا فی التیقن بالتقسیم
لان الشبهة یکفی لاثبات العبادات کما یکفی لدرء العقوبات فلا یجوز الاکتفاء باحدیهما
وفی الغرائب لما اوجبوا هذه الاربعة احتیاطا صارت کالوتر لان مبنی الوتر علی دلیل فیه
شبهة ومبنی الاربع ایضا علی الشک وفی المرقات ثم اختلفوا فی حد المصر اختلافا کثیرا قلما
یتفق وقوعه فی بلدة واحدة ولذا قالوا فی موضع الشک ان یصلی اربع بعد الجمعة ومثاله
فی البحر حیث قال وفی فتح القدیر وقد وقع الشک فی بعض قری مصر مما لیس فیها وال
وقاض نازلان بها بل لها قاض یسمی قاضی الناحیة وهو قاض یولی الکورة باصلها فیاتی
القریة احیانا فیفصل ما اجتمع فیها من التعلقات وینصرف ووال کذلک هل هو مصر
نظرا الی ان لها قاضیا والیا او لا نظرا الی عدمهما بها والذی یظهر اعتبار کونهما مقیمین بها والا لم
تکن قریة اصلا اذ کل قریة مشمولة بحکم وقد یفرق بین قریة لا یاتیها حاکم یفصل بها

الخصومات حتى يحتاجون الى دخول المصر في كل حادثة ليفصلها وبين ما يأتيهم فيفصل فيها وإذا اشتبه
على الانسان ذلك فينبغي ان يصلي اربعا بعد الجمعة وينوي بها آخر فرض ادركت وقته ولم
اؤده بعد فان لم تصح الجمعة وقعت ظهره وان صحت كانت نفلا وفي القنية مصلي الجمعة في
الرستاق لا ينوي الفرض بل ينوي صلوة الامام ويصلي الظهر وايهما قدم جاز انتهى وفي الدر المختار
عن القهستاني اذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق اذن للجمعة وفي رد المحتار لو صلوا
في القرى لزمهم اداء الظهر وفي فتاوى الحجة وجوب الجمعة على ثلثة اقسام فرض على الامصار
وواجب على نواحيها وسنة على القرى الكبيرة المستجمعة للشرائط قال الفاضل اللاهوري
الا ترى ان الاضحية واجبة بشرط الغنى فساقطة عن الفقير ومع ذلك ان ذبح الفقير لا
يخلو عن الاباحة بل يكون نذر الله تعالى كذلك الجمعة هي واجبة على اهل الامصار دون
القرى ومع ذلك ان صلى فيها لا يمنع على الاصح فلا يخلو عن الاباحة لكونها نفلا لما قال شيخ
الاسلام في حاشية شرح الوقاية قد كتب جدي بخطه نقلا من السيد مصنف الكفاية ان الجمعة
في القرى بدعة حسنة فنعلم ان المراد بعدم جوازها عدم الاجزاء عن فرض الوقت قال التمرتاشي ان
في النهي عن الجمعة في القرى خلافا قال المحسن الاصح الامضاء اي عدم المنع لانه موضع الاجتهاد
فما يدل على الاثم انتهى فلا يرد على تقدير كون الجمعة نفلا ان جماعة النفل مكروه لان ذلك الحكم مخصوص
في كون ذلك النفل نفلا اتفاقا لا فيما يكون مختلفا فيه كما فيما نحن فيه فان قيل لم يرو عن ابي حنيفة اداء الظهر
بعد الجمعة فكيف يجوز للمقلد قلت لما كان السلطان شرطا عنده وكان موجودا في زمانه فلم يشك
في اداء الجمعة عنده حتى يحتاج الى اداء الظهر كما فعل ابراهيم النخعي الذي شيخ شيخ امامنا الذي كان
تابعيا من خير القرون ومجتهدا مفتيا اعلم الكوفة كما حكي عن البحر ولا تعميم السلطان بان يكون مسلما او كان
او كافرا فقرينة بلا مرية لان السلطان هو الخليفة لما قال العيني في شرحه للهداية واذن السلطان
هو الخليفة وفي البحر والعبرة لاهلية النائب وقت الصلوة لا وقت الاستنابة حتى لو كان صبيا او ذميا وفوض اليهما الجمعة
فبلغ الصبي او اسلم الذمي كان لهما ان يصليا الجمعة انتهى وايضا قول صاحب الهداية لا يجوز اقامتها الا للسلطان

او لمن امره السلطان ينادي باعلى ندائه بان المراد هنا المسلم لا الكافر لان الاقامة
عبارة عن الخطبة والصلوة وهو وظيفة المسلم خاصة لا الكافر فتعميم السلطان بحيث
يشمل الكافر او تخصيصه بالعادل بحيث يخرج منه الجائر حرام على المقلد لابي حنيفة لما نص
عليه صاحب البحر حيث قال حكي عن ابراهيم النخعي وابراهيم ابن مهاجر كانا يتكلمان
وقت الخطبة فقيل في ذلك فقال النخعي اني صليت الظهر في داري ثم رحت الى
الجمعة تقية ولذلك تاويلان احدهما ان فريقا منهم لا يرى الجمعة فرضا لان سلطان
زمانهم كان جائرا فكانوا يصلون الظهر في دارهم ثم يصلون مع الامام ويجعلونها تتمة
اي نافلة وقد سمعت في زماننا ان بعض الاعلام ترك الجمعة لكون السلطان جائرا
تقليدا لابراهيم النخعي وهو فاسد لان فيه مجتهد رأى ذلك واما المقلد لابي حنيفة
فحرام عليه ذلك لان مذهب امامه ان الجائر سلطان انتهى ملخصا وما ذكر من تعذر
الاذن من السلطان بجواز الجمعة بدون اذنه لما فعل علي رضي الله عنه في ايام محاصرة
عثمان رضي الله عنه فمردود لانه قدح فيما شرط امامنا للجمعة وكذا القدح في تقليد الهداية
لانها لقاهم بجمع عظيم فعسى ان تقع المنازعة بانه رأى لا يثبت الاشتراط باطل اذ هو
وظيفة المجتهد في الشرع كما في الايمة لا المقلد كما نبهناك عليه آنفا ولان الجمعة انما
اقيمت في زمان المحاصرة باذن الخليفة وكذا تعذر الضرورة اوهن من نسج العنكبوت
لان على تقدير عدم وجود الشرط لا يمكن ان يوجد المشروط كالصلوة بدون الطهارة
فاي ضرورة دعت الى القول بفرضيته اداء او منع اداء الظهر مع انها فرض عند فقدان
شرط المصر عند الامام كما في القرى ويؤيد ما قلنا ما ذكره صاحب الكبيري حيث قال الشرط
الثاني كون الامام فيها السلطان او نائبه لقوله عليه الصلوة والسلام فمن تركها وله
امام عادل او جائر فلا جمع الله شمله ولا بارك له في امره الحديث رواه ابن ماجة وغيره
وقال الحسن بن ابي الحسن البصري اربع الى السلطان فذكر منها الجمعة والعيدين

ذلك فصلوا الظهر وعلى هذا كان السلف من الصحابة ومن بعدهم حتى ان عليا رضي الله
عنه انما جمع ايام محاصرة عثمان رضي الله عنه بامره انتهى ملخصا فانه كما نص على كون
السلطان مسلما لكونه مستحقا للامامة كذلك يدل على ان يصلي الظهر عند عدم
اذن السلطان ولو فرض جواز الجمعة في البلاد التي استولى عليها الكفار عملا بالروايات
التي تمسك بها ذلك المفتي لا يتم التقريب ايضا لانه مشروط بان يجعلوا واليا مسلما
من بينهم ثم يولي ذلك الوالي قاضيا ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وينصبوا اماما للجمعة
لما مر من الفتح وكل ذلك مفقود في هذه الديار الهندية فثبت ان ذلك المفتي سلك
مسلك غير المقلد مع ادعائه التقليد وهو حرام لما مر من صاحب البحر وارتكابه فسق
لما نص عليه في هذه الاية الجامعة قال الله تعالى يضل به كثيرا ويهدي به كثيرا وما يضل
به الا الفاسقين الذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه الاية لان عهد التقليد
مثل باقي العهود الدينية داخل في عهد الله لان حكم الامام كحكم الله في حق المقلد كما
حقق الشيخ عبد العزيز الدهلوي في التفسير العزيزي فقد ظهر من هذا التحقيق ان قول
الفاضل الكنكوهي بفرضية الجمعة في بلاد الكفار مع زعمه في الرسالة التي سماها باوثق
العرى ان الجمعة كانت فرضا على النبي صلى الله عليه وسلم في مكة لكن لم يكن مامورا باداءها
في مكة بسبب حكومة الكفار وكذا حكمه بمنع صلوة الجمعة في القرى مطلقا وقول صاحب
التذكرة بفرضية الجمعة في القرى مطلقا لا ينبغي ان يسمع فضلا ان يعمل بهما فعليك
ايها المقلد لابي حنيفة ان تصلي الظهر بعد الجمعة في مواضع الشك ولا تمنع احدا
من صلوة الجمعة في القرى الداخلة في حد المصر عند بعض الفقهاء دون بعض لان اختلاف الفقهاء يورث الشبهة
والشبهة موجبة للعبادات لما تلونا عليك من التلويح آنفا فتكون الجمعة والظهر واجبتان
في الذمة في تلك القرى ايضا لكن القرى الصغيرة التي ليست داخلة في مواضع الشك
والاجتهاد فلا يجوز لنا ان نامر اهلها باقامة الجمعة فيها لان ذلك يستلزم الخروج عن التقليد وهو حرام كما مر غير مرة

خلاصہ مطلب اسکا یہہ ہے

کہ جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اس دیار ہند کے شہروں اور قصبات میں جمعہ کو
ادا کرنا فرض قطعی قرار دیا ہے اور مولوی عبد السلام صاحب تذکرۃ الجمعہ نے مزید برآں
کُل دیہات میں بھی حکم دیا ہے حالانکہ ہدایہ وغیرہ کتب معتبرہ فقہ میں سلطان اور مصر دونوں کا
شرط ہونا واسطے ادا جمعہ کے مذکور ہے اور نیز اُن دونوں صاحبوں نے اس دیار میں
جمعہ کے بعد ظہر کا ادا کرنا بھی منع لکھا ہے آیا ایسا فتوی اُنکا موجب بعض کتب برخلاف
کتب مذکرہ بالا کے دینا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب چونکہ جواب مسئلہ ہذا کا اوپر بیان کرنے چند امور کے مبنی ہے لہذا اول اُن
امور کا بیان کیا جاتا ہے۔ اول مفتی پر لازم ہے کہ جسکے قول پر فتوی دینا چاہے
اُس کا حال علاوہ نام اور قومیت کے معلوم کرے کہ فقہا کے سات طبقوں میں سے
کس طبقہ کا ہے تاکہ اختلاف کے موقع پر اُسکو ترجیح دینے میں دقت نہ ہووے یعنے جب
کسی مسئلہ میں دو قول متناقض پائے جاویں لیکن صاحب اُن دونوں قولوں کے
اگر ایک طبقہ کے نہیں ہیں تو جو قول صاحب طبقہ اعلی کا ہے اُس پر فتوی دینا لازم ہے
اور اُن طبقات کو علما نے اس ترتیب سے بیان کیا ہے **پہلا طبقہ** اماموں کا
جو دین میں اپنی سعی کر کے مسائل استنباط کرتے تھے **دوسرا طبقہ** اُنکے شاگردوں کا
مثل امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ کے **تیسرا طبقہ** اُن علما کا جو مسائل غیر منصوصہ کو
اپنے امام کے مسائل پر نظر کر کے استنباط کرتے ہیں مثل خصاف اور طحاوی کے
چوتھا طبقہ اصحاب تخریج کا ہے مثل امام رازی وغیرہ کے جو قول مجمل کو مفصل
بیان کر دیتے ہیں۔ **پانچواں طبقہ** اصحاب ترجیح کا ہے مثل صاحب قدوری
اور صاحب ہدایہ کے جو بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینیکی قدرت رکھتے ہیں۔

چھٹا طبقہ اُن علما کا ہے جو روایات اقوی اور قوی اور ظاہر مذہب اور روایات نادرہ میں فرق کرنیکی قدرت رکھتے ہیں مثل صاحب کنز وغیرہ صاحب متون معتمدہ معتبرہ جو ہرگز اقوال مردودہ کو اپنی کتابوں میں نقل نہیں کرتے ساتواں طبقہ اُن فقہا کا ہے جو امور مذکورہ پر قادر نہیں اور وہ ضعیف اور قوی میں فرق کرنیکی لیاقت نہیں رکھتے۔ اور دوسرا امر یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں دو روائیتیں مختلف ہوں متن میں ایک کو صحیح کہا اور شرح میں دوسری روایت کو مفتی بہ قرار دیا میں جو روایت متنوں میں ہے اُس پر فتوی دینا چاہئیے نہ شرح پر اور شروح کی روایت کو فتاووں کی روایات پر ترجیح ہے اور تیسرا امر یہ ہے کہ اس زمانہ کے علما فی الحقیقت مفتی نہیں ہیں صرف مفتیان ماسبق کا فتوی نقل کر دینیکا رتبہ رکھتے ہیں اور اُنپر لازم ہے کہ ایسی کتاب مشہور سے نقل کریں جسکو علماء اُمت نے قدیم سے اپنا دستور العمل بنایا ہوا ہے اور چوتھا امر یہ ہے کہ قول مرجوح پر فتوی دینا جہالت اور اجماع کا خلاف ہے اور اسیطرح روایات ظاہر المذہب کے برخلاف حکم کرنا باطل ہے اور پانچواں امر یہ ہے کہ جن روایات ظاہرہ پر ہمارے علما متفق ہیں اُن پر بلا شک و ریب قطعی طور پر فتوی دینا لازم ہے یہ مضمون شامی کا ہے بعد ملاحظہ امور مذکورہ کے ظاہر ہوتا ہے کہ بیہودہ مفتیان کا قول باطل ہے کیونکہ سلطان کا نہ ظاہر ہونا مذہب حنیفہ میں کل فقہا کے نزدیک مسلم ہے اسیواسطے ہر طبقہ کے فقہا اسکو بلا اختلاف اپنی تصانیف میں درج کرتے رہے جیسا کہ قدوری اور ہدایہ اور کنز وغیرہ کے ملاحظہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے پس فتاوی یا کسی شرح کی عبارت سے اسکی شرح میں تاویلات بیان کرکے اسکے برخلاف عمل کرنا برخلاف امر اول ہے یعنے اگر برخلاف ہدایہ وغیرہ کے اپنے دلائل کو اُن فقہا سے نقل کرتے جو انکے طبقہ سے اعلی ہیں یا انکے ہم رتبہ میں لیکن اُنکی روایت کو ترجیح ہے تب فتوی دینا اُنکا بے موقع نہوتا اس مسلہ

میں دونوں امروں میں سے کوئی بھی موجود نہیں اسواسطے قول انکا باطل ہے اور نہ ملاحظہ
کرنے امر پنجم کے بھی یہ فتویٰ بالکل غیر جائز ہے کیونکہ امام اعظم اور آپکے شاگرد شرط سلطان
میں مختلف نہیں ہیں ورنہ صاحب ہدایہ ضرور انکے اختلاف کو نقل کرتا اسیطرح مصر کا
شرط ہونا واسطے جمعہ کے ثابت ہے اور یہ شرط بھی اس دیار ہند کے شہروں پر بسبب
مفقود ہونے حکومت اسلام کے پائی نہیں جاتی کیونکہ مصر اسکو کہتے ہیں جس میں
امیر اور قاضی موجود ہو جو بموجب شریعت کے مقدمات فیصلہ کرتے ہوں اور حدود زنا
وسرقہ وغیرہ کو قائم کرتے ہوں اسی تعریف کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے اور جو بعض
متاخرین نے اختیار کیا ہے کہ شہر وہ ہے کہ جس جگہ کے لوگ وہانکی بڑی مسجد میں نہ آسکیں
قابل اعتبار نہیں اسیواسطے صاحب کنز جو طبقہ سادسہ میں داخل ہے اس تعریف کو غیر مقبول
قرار دیکر تعریف اول کو اپنی کتاب کنز میں درج کیا اور صاحب کبیری نے لکھا ہے کہ تعریف
اول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے اور وہی تعریف معتبر ہے اور تعریف ثانی باطل ہے
بوجہ نہ صادق آنے اسکے کے اوپر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے جو اتفاقاً شہر ہیں حالانکہ مسجد
نبوی مدینہ کے باشندوں سے اور بیت الله سکان مکہ سے پُر نہیں ہوتیں اور صاحب
درمختار نے بھی تعریف اول کو ظاہر المذہب قرار دیا ہے پس تعریف اول کو نظر انداز کرنا
مفتیان مذکورین نے جسکو صاحب ہدایہ اور صاحب کنز نے اختیار کیا ہے بے اصل ہے
کیونکہ ہر ایک صاحب ترجیح یا ادنیٰ روایات غیر مقبولہ کو اختیار نہیں کرتے جیسا کہ امر
اول میں بیان ہے اسیطرح امر چہارم اور امر پنجم کے برخلاف ہونیکے قول انکا لائق فتویٰ
نہیں ہے اگر کہا جاوے جیسا کہ آیۃ کے ہوتے حدیث خبر واحد پر جو آیۃ سے نہایت
کم درجہ ہے عمل کرنے واجب لکھا ہے اسیطرح روایات فتاوی پر اگر عمل کیا جاوے تو کیا
قباحت ہے تو ہم اسکے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس امر میں ہم بھی آپ سے اتفاق
کرتے ہیں کہ جیسا نماز میں بموجب آیۃ فاقرءوا ما تیسر من القرآن قرآن کا پڑھنا بلا تعیین

فاتحہ کے فرض ہے اور حدیث لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب سے خاص فاتحہ کا پڑھنا نماز میں لازم آتا ہے پس علماء حنفیہ نے مطلق قرأت کو بموجب ایتہ کے فرض اور فاتحہ کا پڑھنا نماز میں بموجب حدیث کے واجب قرار دیا پس جو نمازی فاتحہ کو نماز میں پڑھے تو آیت اور حدیث دونوں پر عمل بجالاکر فارغ الذمہ ہوگیا اسیطرح اس مسئلہ میں اگر جمعہ بموجب روایات شروح اور فتاوی کے شعار اسلام کا قائم کرنیکے واسطے پڑھا جاوے تو بعد اس کے ظہر کا ادا کرنا بلحاظ روایات کتب معتبرہ کے ضروری ہوا کیونکہ بسبب نہ پائے جانے شرط جمعہ کے جمعہ کا ادا ہونا بطور فرض قطعی پایا نہ گیا ظہر کا پڑھنا ضرور ٹھہرا اور مولانا مولوی جان محمد صاحب لاہوری مرحوم نے اپنے رسالہ میں تحریر کیا ہے کہ مذہب حنفی کی کتاب تلویح میں جو بڑی مستند ہے لکھا ہے کہ جب دو عبادتوں میں شک پڑے کہ انمیں سے کونسی میرے ذمہ فرض ہے تو ان دونوں کا ادا کرنا لازم آتا ہے پس بموجب اس قاعدہ اصول کے جہاں جمعہ اور ظہر کے فرض ہونے میں نمازی کو شک بسبب شرائط کے واقع ہو تو اس پر جمعہ اور ظہر دونوں کا ادا کرنا لازم ہے کتاب غرائب میں ہے کہ ظہر کا واجب ہونا ایسے مقام میں مثل نماز وتر کے ہے یعنی جیسا وتر کا واجب ہونا شبہ کے ساتھ ہے ایسا ہی ظہر کا واجب ہونا شک کے باعث ہے ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ جمعہ مصر کی تعریف میں بہت بڑا اختلاف ہے کوئی شہر ایسا ہوگا جو وہاں بلاشک جمعہ روا ہو اسیواسطے علماء نے ظہر کا پڑھنا بعد جمعہ کے لازم کیا ہے اگر کوئی کہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ظہر کا بعد جمعہ ادا کرنا کسی نے نقل نہیں کیا تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب امام نے شرطیں جمعہ کے واسطے مقرر کردیں پس جہاں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی وہاں جمعہ امام کے نزدیک فرضی طور پر ادا نہوا تو امام کے نزدیک ظہر کا ادا کرنا فرض ہوا جیسا کہ ابراہیم نخعی جو تابعی اور مفتی اہل کوفہ تھے اور امام ابو حنیفہ کے استاد کے استاد تھے ظہر اور جمعہ دونوں پڑھا کرتے تھے جیسا کہ آگے چلکر عبارت بحر سے مفصل

حال معلوم ہوگا چونکہ ولادت ابراہیم نخعی کی سن پچپن میں ہوئی اور انتقال آپ کا دوسری صدی کے ابتدا میں ہوا جس سے ثابت ہوتا ہی کہ ظہر کا پڑھنا صحابہ کے وقت میں رائج تھا کیونکہ صحابہ آخر صدی تک کوفہ میں موجود رہے ہیں اگر کہا جاوے کہ صاحب بحر الرائق نے جمعہ کے بعد ظہر پڑھنے کو منع کیا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ جہاں حکومت اسلامیہ کے شہروں میں جمعہ دو مسجدوں میں پڑھا جاتا تھا وہاں جو بعض علما نے ظہر پڑھنے کا حکم بعد جمعہ کے دیا تھا اُسکو صاحب بحر نے فقط اپنی رائے سے بلا نقل کسی روایت کے ظہر سے منع کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ جاہل لوگ جمعہ کو فرض نہیں جانینگے میرے نزدیک یہ عذر لغو ہے علما سے دریافت کر کے عوام اپنی تسلی تشفی کر سکتے ہیں بلکہ اس دیار ہند میں جمعہ کے بعد ظہر کے ادا نہ کرنے سے بڑا مفسدہ لاعلاج پیدا ہوتا ہی کہ جمعہ کے واسطے امام کے نزدیک شرط سلطان کی نہیں ہی جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ امام کے نزدیک ادا کرنا جمعہ کا یہاں فرض قطعی ہے جو بالکل بموجب تحقیق بالا کے غلط ہی اسی واسطے صاحب منحۃ الخالق نے قول بحر الرائق کو فتح القدیر وغیرہ کی عبارات نقل کر کے رد کیا ہی اور خود صاحب بحر الرائق نے بھی آگے چلکر خواص کے واسطے ظہر کا ادا کرنا درست لکھا ہی اور جہاں کسی شرط کے وجود میں شک ہو وہاں خود صاحب بحر نے ظہر کے ادا کرنے کو بعد جمعہ کے بلا خلاف فتح القدیر سے نقل کیا ہی کہ جس گانو میں حاکم اور قاضی رہتے نہیں وہ گانو شہر کی تعریف میں داخل نہیں اور بعض نے کہا ہی کہ جس گانو کے کل فیصلہ قاضی وہاں جا کر کرتا ہو وہ شہر ہے غرض جس جگہ کے شہر ہونے میں اشتباہ پیدا ہو وہاں بعد جمعہ کے ظہر ادا کی جاوے اس نیت سے کہ میں آخری فرض جو میرے ذمہ باقی ہی اُسکو ادا کرتا ہوں اور قنیہ سے نقل کیا کہ گانوں میں جمعہ پڑھنے کے وقت فرض کی نیت نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ جو امام کی نماز ہے وہی میری ہی اور ظہر بھی پڑھے پہلے یا بعد جمعہ کے اور شامی میں ہی اگر نماز جمعہ کی دیہات میں ادا کیجاوے تو ظہر کا پڑھنا اُن پر لازم ہی فتاوی حجت میں ہی کہ جمعہ کا ادا کرنا تین قسم پر ہی شہرو

میں فرض ہی اور گرد نواح شہروں کے باشندوں پر واجب اور بڑے گانوں پر جہاں
شرائط موجود ہوں سُنت ہی اور مولانا مولوی جان محمد صاحب نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہی
قربانی کا واجب ہونا مشروط غنا ہی پس جو شخص صاحب نصاب نہ ہو اُسپر واجب نہیں
بسبب نہ پائے جانے شرط غنا کے لیکن قربانی کرنا اُسکا شرعاً منع نہیں بلکہ موجب ثواب
ہی اسی طرح اگر جمعہ گانو میں پڑھا جاوے باوجودیکہ اُن پر واجب نہیں نہ منع کیا جاوے
کتاب تمرتاشی میں لکھا ہی کہ اولی یہی ہی کہ گانوں میں جمعہ پڑھنے سے روکنا نہ چاہیے
بلکہ روکنے میں خوف گناہ کا ہی اور مراد سلطان سے بادشاہ اسلام ہی عادل ہو یا ظالم بموجب
قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جو شخص بموجودگی امام عادل یا ظالم کے جمعہ
ادا نہ کرے خدا تعالی اُسکے دل کو جمعیت اور اُسکے کام میں برکت نہ کرے اسیواسطے
صاحب عینی نے کہا ہی کہ مراد سلطان سے خلیفہ ہی اور صاحب بحر نے لکھا ہی کہ جسکو بادشاہ
جمعہ کا نائب مقرر کرے اگر وہ نائب اُسوقت کافر ہی لیکن جمعہ ادا کرنے سے پہلے مشرف باسلام
ہوگیا تو اُسکی نیابت صحیح ہی اگر مسلمان نہیں ہوا تو نیابت غیر جائز ہی اور ہدایہ میں لکھا ہی
کہ جمعہ کی نماز خود سلطان پڑھاوے اگر وہ نہ ہو تو اُس کا نائب جمعہ پڑھاوے پس جو
بعض کتب میں سلطان کو عام کرکے بادشاہ کافر کو بھی داخل کیا ہی بالکل تقلید کے برخلاف
ہی جسکی حرمت صاحب بحر کی عبارت سے مستفاد ہوتی ہی کہ ابراہیم نخعی اور ابراہیم بن مہاجر
خطبہ کیوقت کلام کرا کرتے تھے۔ کسی نے اُن سے دریافت کیا کہ جمعہ کا خطبہ سُننا فرض ہی کلام
کرنی منع ہی آپ ایسا کیوں کرتے ہو ابراہیم نخعی نے جواب دیا کہ ہم اپنے گھر میں ظہر پڑھکر آیا کرتے
ہیں تقیہ کے طور یہاں جمعہ نفل جانکر پڑھا- تے ہیں اسکی وجہ ایک یہ بیان کی گئی ہی کہ اُسوقت بعض
اشخاص جمعہ کو بسبب ہونے بادشاہ عادل کے فرض نہیں جانتے تھے اُنکے نزدیک بادشاہ
اسلام کا عادل ہونا شرط تھا صاحب بحر الرائق کے وقت میں بھی بسبب ظالم ہونے سلطان
وقت کے بعض اہل علم نے جمعہ کے بعد ظہر کا ادا کرنا لوگوں کو تعلیم کیا اسپر صاحب بحر نے حرمت

کا فتوی دیا اسواسطے کہ ہمارے امام کے نزدیک بادشاہ اسلام عادل ہو یا ظالم ہو جمعہ فرض ہی اور
مقلد کو امام کے برخلاف ہونا حرام ہی ابراہیم نخعی خود مجتہد تھے نہ مقلد ہم کو اُنکی پیروی کرنی برخلاف
اپنے امام کے شرعاً درست نہیں پس جبکہ تخصیص کرنا مقلد کو حرام ہوا تو تعمیم کرنا بھی حرام ہونا چاہئے
اور جو شخص تعذر اذن کیوقت بلا اذن سلطان کی جمعہ پڑھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ محاصرہ حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کے نقل کر کے اس شرط پر قدح وارد کرتا ہی بالکل خطا پر ہی اور اسی طرح ہدایہ
کی عبارت پر جو واسطے وجہ شرط سلطان کے بیان کی ہی کہ ایسے وقت میں سلطان کا ہونا واسطے
انتظام کے ضروری امر ہی یہہ سوال وارد کرنا کہ شرطوں کا اثبات اپنی رائے سے کرنا شرعاً درست
نہیں نہایت لغو ہی کیونکہ یہہ رتبہ مجتہدوں کا ہی کہ ایک کے قول کو دوسرا مجتہد اعتراض کر کے
تردید کرے ہم مقلدین کا یہ رتبہ نہیں کہ ہم اپنے امام کے قول کو خود ہی تردید کر ڈالیں بلکہ ہمارے
پر لازم ہی کہ جو کسی مجتہد نے ہمارے امام کے قول پر اعتراض کیا ہو ہم اُس کا جواب دیں چنانچہ
اعتراض مذکور اصل میں شافعیوں کا ہی اور اسکا جواب صاحب کبیری نے یہ دیا ہی کہ سلطان
کا شرط ہونا حدیث اور قول امام حسن بصری ما سے ثابت ہی اور جب یہ شرط ہو جو دو سے ... تو نماز
ظہر پڑھی جاوے اسپر صحابہ کا عمل تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی زمانہ فتنہ میں بدون
حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمعہ نہیں ادا کیا اگر ہم بالفرض والتقدیر روایات شروح
اور فتاوی پر عمل کرنا جائز قرار دیں تب بھی اس دیار ہند میں جمعہ کا ادا کرنا فرض ثابت نہیں ہوتا
کیونکہ اُن روایات کا ماحصل یہ ہی کہ اگر بلاد اسلام پر کفار غالب ہوں تو مسلمانوں پر لازم ہی کہ
ایک شخص کو اپنے میں سے والی بنا دیں اور وہ شخص ایک قاضی واسطے تصفیہ مقدمات
اہل اسلام بروی شرع اور قائم کرنے حدود زنا و سرقہ وغیرہ کے مقرر کریں اور ایک امام
واسطے نماز جمعہ کے معین کیا جاوے یہ مضمون فتح القدیر کا ہی چونکہ اس دیار میں خود اہل اسلام
نے اپنی طرف سے والی اور قاضی جو مقدمات اہل اسلام کے موافق شرع برخلاف قوانین
انگریزی فیصل کرے ابتک مقرر نہیں کیا ہی اور نہ انکو ایسا کرنیکا اختیار ہی پس جمعہ پڑھنا انکو

بلکہ سہارنپور وغیرہ میں بموجب ان روایات کے بھی فرض نہوا پس بموجب تحقیق بالا ثابت ہوا کہ حکم ادا کرنے جمعہ کا بطور فرض قطعی شہروں اور قصبات میں اور منع ہونا ہر گانو میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا اور بلا قید مصر ہر گانوں میں فرض قطعی الاداہونیکا حکم دینا صاحب تذکرہ کا مقلد کہلا کر بالکل غلط ہے ایسے فتووں پر مقلدین کو عمل کرنا درست نہیں پس جس شہر یا قصبہ یا بڑے گانو میں جمعہ پڑھا جاوے وہاں نماز ظہر بھی ادا کرنی لازم ہے اور جس گانوں میں کسی روایت فقہیہ سے جمعہ کا واجب الاداہونا ثابت نہیں ہوتا وہاں جمعہ پڑہنے کا فتویٰ حنفی المذہب ہو کر دینا درست نہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم ہذا ما تیسر لی باعانتہ اخی اعنی المفتی المولوی عبد العزیز الذی اشتہر فی ہذہ الدیار کالشمس علی نصف النہار کان اللہ لہ ولجمیع آبائنا واجدادنا وامہاتنا واجداتنا واخوتنا واخواتنا واولادنا واولاد اولادنا وہلم جرا واولاد اخوتنا واعمامنا وعماتنا کذلک وسائر ما یتعلق بنا برحمتک یا ارحم الرحمین آمین ثم آمین

الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی +

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو عوام لوگ توشہ شیخ عبد الحق کا اپنے ذمہ مانتے ہیں اور حقہ نوش کو اُس میں شریک نہیں کرتے اور اسی طرح گیارہوین پیران پیر کی اپنے ذمہ لازم جانتے ہیں اگر کسی نے امور مذکورۃ الصدر کے خلاف عمل کیا بعد ازاں اسکا کچھ نقصان ہوا تو کہا جاتا ہے کہ توشے یا گیارہوین کو تاریخ مقررہ پر ادا نہ کرنے سے شیخ عبد الحق یا پیران پیر نے اسکو نقصان پہنچایا آیا ایسا عمل کرنا گو بظاہر خدا کا نام بھی اُس میں لیا جاوے شرعاً جائز ہے یا نہیں +

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ ایسا فعل کرنے والے شرعاً مشرک ہیں خدا کا نام جو بعض لوگ بوقت استفسار زبان پر لاتے ہیں محض ظاہر داری ہے ایک شخص نے نمبردار گانوں کے پاس جا کر کہا کہ مینے ایک بکرا شیخ سدو کے نام کا دینا ہے کوئی اُسکو ذبح نہیں کرتا میں اسکا کیا علاج کروں نمبردار نے کہا کہ میں تیرا بکرا ذبح کرا دیتا ہوں اسکو ساتھ

مولانا مولوی برخوردار صاحب مرحوم کے پاس جو بڑے زبردست اور بے ریا عالم تھے لیگیا
اور کہا کہ یہ شخص بعد بکرا ذبح کرانا چاہتا ہی کسی طالبعلم کو آپ فرما دیویں کہ بکرے کو ذبح کر دے
آپ نے بکرے والے سے دریافت کیا کہ اس میں کسقدر گوشت ہوگا اُس نے اندازہ کرکے
بیان کر دیا آپ نے ارشاد کیا کہ اُسی قدر گوشت ہم سے لیجا اور بکرا زندہ ہم کو دیجا اُس نے
فوراً کہا کہ شیخ سدو مجکو ماریگا تب مولانا صاحب مرحوم نے اُس نمبردار کی خوب زد و کوب
سے خبر لی اور کہا کہ تو حیلہ بناکر برخوردار کا ایمان لینے آیا تہا القصہ غرض عوام کی تقرب بغیر
اللہ کی ہوتی ہی ورنہ تخصیص ثواب شیخ عبدالحق وغیرہ خصوصیات کے مقرر کرنیکی کیا
وجہ ہی خدا کیواسطے جو طعام پکایا جاوے اُس میں حقہ وغیرہ کی پرہیز نہیں اور نہ کسی
تاریخ کی اُس میں حاجت ہی محمد صاحب نے بہی ایسے فعل کو شرک قرار دیا ہی آپ مکتوبات
میں یوں فرماتے ہیں وحیوانات را کہ نذر مشائخ میکنند و بر سر قبرہاے ایشاں رفتہ ذبح
میکنند در روایات فقہیہ ایں عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند و ازیں عالم است صیام نسا
کہ بہ نیت پیران و بیبیان نگہدارند و در وقت افطار براے ہر روزہ طعام خاص بوضع
مخصوص تعیین مینمایند مطالب و مقاصد خود را بایں روزہا مربوط میسازند و رواے حاجات
خود از انہا میدانند ایں شرکت در عبادت است و حیلہ است آنچہ بعض از زنان در وقت
اظہار شناخت ایں فعل گویند کہ ما ایں روزہ را براے خدا نگاہ میداریم و ثواب انرا بہ
پیران می بخشیم اگر دریں امر صادق باشند تعیین ایام از براے صیام چہ درکار است و
تخصیص طعام و تعیین اوضاع براے چیست انتہی مختصراً پس جو کچھ مولوی محمد گل خان نے
اپنے رسالہ براہین بینہ میں حیلہ سازیاں واسطے جواز ایسی نذروں کے بیان کی ہیں بالکل
خلاف واقع اور لغو ہیں۔ واللہ اعلم

باسمہ سبحانہ۔ اجرت برخواندن قرآن گرفتن جائز است یا نہ جواب حکم اجرتیکہ حافظان
قرآن برخواندنش میگیرند چند صورت دارد جداگانہ در ذہن خود منقسم باید فرمود ذخلط نباید

گردد تا اشتباه واقع نشود صورت اول آنکه قرآن خوانده خود را بعوض مبلغ کذا بدست کسے بفروشد و این صورت محض باطل است باجماع اہل سنت آرے نزد امامیه رائج و متعارف است بلکه ثواب صوم و صلوٰة و حج و دیگر عبادات را می فروشند و دلیل بطلانش آنکه حقیقت بیع مبادلة المال بالمال است و ثواب طاعات مال نیست بلکه حقی است که برائی این شخص بحکم وعده الٰہی ثابت میشود و در آخرت استیفاء آن خواهد نمود و بیع حقوق دنیوی باشند خواه اخروی مثل حق الوالد و حق الارث و حق مرد و زن و حق عیال و امثال ذلک جائز نیست. صورت دوم آنکه شخصے را برائے ختم قرآن مزدور بگیرند و ثواب آن ختم بمستاجر برسد و این صورت نزد حنفیه جائز نیست و نزد شافعیه تفصیل دارد و دلیل عدم جواز این صورت آنست که قاعده حنفیه است کما فی شرح الوقایة وغیره الاصل عندنا انه لا یجوز الاجارة علی الطاعات و علی المعاصی لیکن لما وقع الفتور فی زماننا فی الامور الدینیة یفتی بصحتها لتعلیم القرآن والفقه تحرزا عن الاندراس و نکته در آنکه اجاره برائے طاعات خواه فرض باشد خواه نفل جائز نیست آن است شخصیکه مباشر طاعت شده است بحکم وعده الٰہی مستحق اجر اخروی گشت پس اگر اجر دنیوی را از مخلوق بران عمل طلب نماید اجتماع عوضین و اجرین در حق یک کس بیک فعل لازم خواهد آمد مثل آنکه شخصے اجیر خاص یک کس قرار یافت او را نمی رسد که اجیر خاص شخصے دیگر شود در همان مدت کذا هذا کما فی شرح الهدایة و قوله علیه السلام و اقرؤا القرآن و لا تاکلوا به مثل ان یستاجر رجلا لیقرأ علی راس قبر فلان فلم هذا القرأة لا یستحق بها الثواب لا للمیت و لا للقاری انتهی. صورت سوم شخصے حسبة لله ثواب قرآن خوانده بکسے بخشد یا بقصد ثواب او آغاز کند و هرگز خیال معاوضه در خاطر او خطور نه کند و آن کس بطریق مکافات بعد از آن یا در اثناء خواندن آن بوے چیزے بدهد یا احسانے نماید یا شخصے باشد که از سالها بر شخصے انعام و احسان میکند و این کس بطریق مکافات آن قرآن و کلمه تهلیل و امثال ذلک برائے او میخواند و ثوابش باو می بخشد این صورت جائز است بلاشبه بلکه مستحب زیرا که مکافات احسان باحسان مستحب است و فی الحدیث من صنع الیکم معروفا

فکانما ءاه ولیکن دریجا ہم عذرے می باید و آن اینست کہ اگر نیت آن در خواندن مکافات احسان
اوست پس جائز است و مستحب اما اجارہ نہ شد آری و داشتن مکافات مضر نیست لیکن فرقے را تأمل باید نمود
و صورت چہارم آنکہ شخصے است طالب علم دینی یا حفظ قرآن یا اشتغال بطاعت دیگر لیکن از راہ تنگدستی
و فقدان وجہ معاش فراغت اشتغال باین امور ندارد و مردے دیگر صاحب مایہ وجہ قوت او شود تا بفراغ
بال مشغول بطاعت گردد و درین صورت ہر دو را اجر کامل بما بر طاعت او حاصل میگردد و مورد این
آیت ہمین است للفقراء الذین احصروا الخ و اعانت بر طاعت کہ در حدیث جا بجا مدح واقع
شدہ ہمین است لیکن این را اجرت گفتن مجاز است۔ صورت پنجم آنکہ شخصے قرآن را نہ بروجہ طاعت
بلکہ بنا بر قصد منافع میخواند و درین اجرت میگیرد مثل رقیہ حمی و تعویذ ختم۔ بعضے سورہ قرآنی برائے حصول
بعضے مطالب دنیوی یا برائے خلاصی از عذاب گور یا برائے دفع آسیب زندہ یا مردہ بصورت
خوش و این قسم جائز است و بہتر بلا کراہت و ہمیں است مورد این حدیث کہ ان احق ما اخذتم
علیہ اجرا کتاب اللہ و قصہ رقیہ سورہ فاتحہ و گرفتن اجرت بران نیز از ہمیں قبیل است ہمہ
را جدا جدا با احکام آنہا در خاطر محفوظ باید داشت و بہمیں تفصیل معلوم شد کہ در احادیث مختلفہ تعارض
نیست مثلا در حدیث عبادہ بن صامت قال قلت یا رسول اللہ رجل اہدی الی قوسا ممن کنت
اعلمہ الکتاب و القرآن و لیست بمال فارمی علیہا فی سبیل اللہ قال ان کنت تحب ان تطوق طوقا
من نار فاقبلہا رواہ ابو داؤد و در صورتیست کہ وقت تعلیم طلب مکافات منظور داشتہ بود و بہمین
نیت تعلیم کردہ بود و علی ہذا القیاس احادیث دیگر واللہ اعلم علمہ اتم و اکمل و احکم این مسئلہ
نوشتہ والد ماجد خود اعنی مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لودیانوی یافتم تبرکا نقل کردم +

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر نابالغوں کے
رشتہ داروں میں چچا جدی اور نانی اور عمہ موجود ہیں شرعا ولایت نکاح کی کسکو ہے اور والدین
اُن کے فوت ہو گئے ہیں۔ اُن لڑکیوں کے رشتہ داروں میں سے صرف تین کس زندہ ہیں +

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ صورت مذکورہ بالا میں ولایت نکاح کی صرف چچا

جدی کو ہی کیونکہ چچا جدی عصبہ ہے اور عصبہ کی ہوتی ہوئی ماں اور نانی اور پھوپھی وغیرہ کو شرعاً
نکاح کرانیکا مطلقاً اختیار نہیں ہے قال فی الدر المختار الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط
انثی علی ترتیب الارث والحجب انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔ الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی +

باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے
ایک عورت سے نکاح کیا اور ایکسو روپیہ مہر مقرر کیا اور یہ اقرار کیا کہ میں بخانہ ساس خانہ داماد رہونگا بلا رضامندی زوجہ و ساس کی
کے علیحدہ نہ ہونگا اگر اپنی زوجہ کو بخانہ ساس چھوڑ کر چلا جاؤں اور ساس اپنی کو دو روپیہ ماہوار ادا نہ کروں تو عورت سے بعید ہونگا مجکو
زوجیت کا دعوی نہ ہوگا اگر اقرار کنندہ ایسا ہی موجب اقرار نامہ کے عمل کرے بعد ازاں برعکس ہو جاوے تو عورت مذکورہ پر شرعاً
طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو زوجہ کا شوہر کے ذمہ وجب لا داہی یا نہیں + **جواب** ۔ اللہم ارنا الحق
حقاً والباطل باطلاً اقرار اپنے پر عمل نہ کرنے سے زوجہ اسکی پر شرعاً طلاق واقع ہوگئی ایسی طلاق کو شرعاً
طلاق معلق کہتے ہیں جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے تقع المعلق اذا وجد الشرط یعنے درمختار میں ہے کہ شرط کی پائیجانی
سے طلاق عورت پر پڑ جاتی ہے اگر مابین عورت اور شوہر کے وجود شرط میں اختلاف ہو تو وہاں عورت کے گواہ شرعاً لینے
چاہئیں اگر عورت کے پاس گواہ نہوں تو اس صورت میں شوہر کو حلف کرنا پڑیگا درمختار میں ہے فان اختلفا فی
وجود الشرط فالقول له مع الیمین الا اذا برهنت بر تقدیر ثبوت طلاق کل مہر کا ادا کرنا شوہر پر شرعاً لازم ہوگا
جیسا کہ درمختار وغیرہ کتب فقہ میں مذکور ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔ خادم الطلبا محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی
شخص نے اپنے پسر یا دختر کو اپنی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ہبہ کر دیا بعدازاں
اپنی جائداد موہوبہ کو واپس شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں ۔ فقط بینوا توجروا ۔

جواب

اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً جو شخص والد اپنی اولاد کو ہبہ کر دے اور اولاد اس پر
قابض ہو جاوے وہ ہبہ شرعاً واپس نہیں ہو سکتا جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے
والقاف القرابة فلو وهب لذی رحم محرم منه نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع انتہی ۔
یعنی اپنے قریبی ذی رحم محرم کو جو شخص ہبہ کرے اگرچہ وہ کافر ہو اس سے واپس
نہیں لے سکتا واللہ اعلم وعلمہ اتم + الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی +